SABEEL-E-SAKINA ziaraat.com

۷۸۶

۹۲-۱۱۰

یا صاحب الزماں ادرکنی

DvD Version

Knowledge for All

SABIL-E-SAKINA

یا عباس

لبیک یا حسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری ۔

www.ziaraat.com

SABEEL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.co.cc
sabeelesakina@gmail.com

sabeelesakina@gmail.com 03333589401

NOT FOR COMMERCIAL USE

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ھیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ھیں.

منجانب.

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پا کستان

تعداد :- پانچ سو

قیمت :- [redacted] پیسے

مصنف :- حضرت ادیب اعظم مولانا سید ظفر حسن صاحب قبلہ امروہوی

تاریخ اشاعت :- مارچ ۱۹۷۸ء

طباعت :- آج لیتھو پریس۔ جیراج بھائی لین انڈسٹریل اسٹیٹ بمبئی ۸

ٹائیٹل :- کھتری آرٹ پریس، پایدھونی۔ بمبئی ۳

کتابت :- عبدالحفیظ بارہ بنکوی۔ سید شبیر حسین لکھنوی

ملنے کا پتہ :- حیدری کتب خانہ ڈی 36 محمد علی روڈ، بمبئی ۳

پبلشر :- ایس۔ ایچ اریٹا

S·H· URINA

EKOPA 25, 7 BANGLOW

ARAM NAGE ANDHERI (W)

BOMBAY-61

فہرست عنوانات اخلاق الائمہ

نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	اخلاق سے کیا مراد ہے	۱۱	۱۴	حضرت امام محمد باقر ع کے فضائل علمیہ	[illegible]
۲	ہمارا مقصد اولین	۱۳	۱۵	حضرت امام جعفر صادق ع کے فضائل علمیہ	[illegible]
۳	فضیلت چہار گانہ کی توضیح	۱۵	۱۶	ایک دہریہ سے مناظرہ	[illegible]
۴	اخلاقی فضائل کی حیرت انگیز کشش	۱۶	۱۷	ابو شاکر دیصانی سے مناظرہ	[illegible]
۵	سرکار دوعالم کے ہاتھوں اخلاق کی تکمیل کیوں ہوئی	۱۹	۱۸	ابو شاکر سے دوسرا مناظرہ	[illegible]
			۱۹	ایک مصری دہریہ سے مناظرہ	[illegible]
۶	فضائل چہار گانہ کی توضیح	۲۲	۲۰	علماء نصاریٰ سے مناظرہ	[illegible]
۷	چہار گانہ میں ہر فضیلت کی توضیح	۲۷	۲۱	ایک معتزلی کے سوالات اور حضرت ع کے جوابات	[illegible]
۸	علم اہلبیت علیہم السلام	۳۴			
۹	اہلبیت ع صحیح معنوں میں صاحبان حکمت تھے	۳۵	۲۲	البدالرحا سے مناظرہ	[illegible]
			۲۳	ایک دہریہ کے سوال کا جواب	[illegible]
۱۰	امیر المومنین علیہ السلام کے فضائل علمیہ اور مدارج حکمت کا بیان	۳۶	۲۴	ایک طبیب سے مکالمہ	[illegible]
			۲۵	حضرت امام موسیٰ کاظم ع کے فضائل علمیہ	[illegible]
۱۱	حضرت امام حسن ع کے فضائل علمیہ	۴۳	۲۶	ایک راہبہ کا مسلمان ہونا	[illegible]
۱۲	حضرت امام حسین ع کے فضائل علمیہ	۵۱	۲۷	ابو حنیفہ کا اعتراض	[illegible]
۱۳	حضرت امام زین العابدین ع کے فضائل علمیہ	۵۲	۲۸	ہشام کا سوال	[illegible]

Presented by www.ziaraat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۲۹	حضرت امام رضا ع کے فضائل علمیہ	۹۶
۳۰	ایک زندیق سے مناظرہ	۹۸
۳۱	ایک نصرانی عالم سے مناظرہ	۱۰۱
۳۲	راس الجالوت سے مناظرہ	۱۰۳
۳۳	ایک مجوسی سے مناظرہ	۱۰۶
۳۴	ایک سنی عالم سے مناظرہ	۱۰۷
۳۵	عصمت انبیا کے متعلق مامون کے سوالات	۱۰۸
۳۶	مختلف لوگوں کے سوالوں کے جوابات	۱۱۳
۳۷	حضرت امام محمد تقی ع کے فضائل علمیہ	۱۱۷
۳۸	حضرت ع کا یحییٰ بن اکثم سے مناظرہ	۱۱۸
۳۹	حضرت امام علی نقی ع کے فضائل علمیہ	۱۲۱
۴۰	حضرت امام حسن عسکری ع کے فضائل علمیہ	۱۲۵
۴۱	حضرت امام مہدی آخر الزماں کے فضائل علمیہ	۱۳۰
۴۲	ائمہ کرام کے علمی فضائل	۱۳۸
۴۳	عبادات	۱۳۹

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۴۴	حضرت علی علیہ السلام کی عبادت	۱۴۰
۴۵	حضرت امام حسن ع کی عبادت	۱۴۱
۴۶	حضرت امام حسین ع کی عبادت	۱۴۳
۴۷	حضرت امام زین العابدین ع کی عبادت	۱۴۵
۴۸	حضرت امام محمد باقر ع کی عبادت	۱۴۸
۴۹	حضرت امام جعفر صادق ع کی عبادت	۱۴۹
۵۰	حضرت امام موسیٰ کاظم ع کی عبادت	۱۵۰
۵۱	حضرت امام رضا ع کی عبادت	۱۵۲
۵۲	حضرت امام محمد تقی ع کی عبادت	۱۵۳
۵۳	حضرت امام علی نقی ع کی عبادت	۱۵۴
۵۴	حضرت امام حسن عسکری ع کی عبادت	۱۵۵
۵۵	حضرت امام مہدی آخر الزماں کی عبادت	۱۵۷
۵۶	شجاعت	۱۶۰
۵۷	حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی شجاعت	۱۶۳
۵۸	حضرت امام حسن ع کی شجاعت	۱۶۷
۵۹	حضرت امام حسین ع کی شجاعت	۱۶۸
۶۰	حضرت امام زین العابدین ع کی شجاعت	۱۶۹
۶۱	حضرت امام محمد باقر ع کی شجاعت	۱۷۰

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۶۲	حضرت امام جعفر صادق ع کی شجاعت	۱۷۲
۶۳	حضرت امام موسیٰ کاظم ع کی شجاعت	۱۷۴
۶۴	حضرت امام رضا ع کی شجاعت	۱۷۶
۶۵	حضرت امام محمد تقی ع کی شجاعت	۱۷۸
۶۶	حضرت امام علی نقی ع کی شجاعت	۱۷۹
۶۷	حضرت امام حسن عسکری ع کی شجاعت	۱۸۱
۶۸	ائمہ اکرام کی عدالت	۱۸۱
۶۹	عفت	۱۸۴
۷۰	ائمہ کرام کا زہد	۱۸۶
۷۱	حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا زہد	۱۸۸
۷۲	حضرت امام حسن ع کا زہد	۱۸۹
۷۳	حضرت امام حسین ع کا زہد	۱۹۴
۷۴	حضرت امام زین العابدین ع کا زہد	۱۹۶
۷۵	حضرت امام محمد باقر ع کا زہد	۱۹۷
۷۶	حضرت امام جعفر صادق ع کا زہد	۱۹۹
۷۷	حضرت امام موسیٰ کاظم ع کا زہد	۲۰۱
۷۸	حضرت امام رضا ع کا زہد	۲۰۹
۷۹	حضرت امام محمد تقی ع کا زہد	۳۰۲

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۸۰	حضرت امام علی نقی ع کا زہد	۲۰۳
۸۱	حضرت امام حسن عسکری ع کا زہد	۲۰۳
۸۲	ائمہ علیہم السلام کی سخاوت	۲۰۴
۸۳	حضرت علی علیہ السلام کی سخاوت	۲۰۵
۸۴	حضرت امام حسن ع کی سخاوت	۲۰۸
۸۵	حضرت امام حسین ع کی سخاوت	۲۰۸
۸۶	حضرت امام زین العابدین ع کی سخاوت	۲۱۱
۸۷	حضرت امام محمد باقر ع کی سخاوت	۲۱۲
۸۸	حضرت امام جعفر صادق ع کی سخاوت	۲۱۳
۸۹	حضرت امام موسیٰ کاظم ع کی سخاوت	۲۱۶
۹۰	حضرت امام رضا ع کی سخاوت	۲۱۷
۹۱	حضرت امام محمد تقی ع کی سخاوت	۲۱۹
۹۲	حضرت امام علی نقی ع کی سخاوت	۲۲۰
۹۳	حضرت امام حسن عسکری ع کی شجاعت	۲۲۱
۹۴	ائمہ علیہم السلام کا صبر	۲۲۲
۹۵	حضرت علی علیہ السلام کا صبر	۲۲۵
۹۶	حضرت امام حسن ع کا صبر	۲۲۶
۹۷	حضرت امام حسین ع کا صبر	۲۲۷

تعداد
قیمت
مصنف
تاریخ
طباعت
ٹائپ
کتابت
ملنے کا
پبلشر

Presented by www.ziaraat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۹۸	حضرت امام زین العابدینؑ کا صبر	۲۲۸	۱۱٦	حضرت امام علی نقیؑ کی تواضع	۲۴٦
۹۹	حضرت امام محمد باقرؑ کا صبر	۲۲۹	۱۱۷	حضرت امام حسن عسکریؑ کی تواضع	۲۴٦
۱۰۰	حضرت امام جعفر صادقؑ کا صبر	۲۳۱	۱۱۸	ائمہ علیہم السلام کا حلم	۲۴۷
۱۰۱	حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کا صبر	۲۳۲	۱۱۹	حضرت علی علیہ السلام کا حلم	۲۴۷
۱۰۲	حضرت امام رضاؑ کا صبر	۲۳۳	۱۲۰	حضرت امام حسنؑ کا حلم	۲۴۸
۱۰۳	حضرت امام محمد تقیؑ کا صبر	۲۳۴	۱۲۱	حضرت امام حسینؑ کا حلم	۲۴۹
۱۰۴	حضرت امام علی نقیؑ کا صبر	۲۳۵	۱۲۲	حضرت امام زین العابدینؑ کا حلم	۲۵۰
۱۰۵	حضرت امام حسن عسکریؑ کا صبر	۲۳٦	۱۲۳	حضرت امام محمد باقرؑ کا حلم	۲۵۱
۱۰٦	ائمہ علیہم السلام کی تواضع	۲۳۷	۱۲۴	حضرت امام جعفر صادقؑ کا حلم	۲۵۲
۱۰۷	حضرت علی علیہ السلام کی تواضع	۲۳۷	۱۲۵	حضرت موسیٰ کاظمؑ کا حلم	۲۵۳
۱۰۸	حضرت امام حسنؑ کی تواضع	۲۳۹	۱۲٦	حضرت امام رضاؑ کا حلم	۲۵۴
۱۰۹	حضرت امام حسینؑ کی تواضع	۲۴۰	۱۲۷	حضرت امام محمد تقیؑ کا حلم	۲۵۴
۱۱۰	حضرت امام زین العابدینؑ کی تواضع	۲۴۲	۱۲۸	حضرت امام علی نقیؑ کا حلم	۲۵۴
۱۱۱	حضرت امام محمد باقرؑ کی تواضع	۲۴۲	۱۲۹	حضرت امام حسن عسکریؑ کا حلم	۲۵٦
۱۱۲	حضرت امام جعفر صادقؑ کی تواضع	۲۴۳	۱۳۰	ائمہ علیہم السلام کا عفو	۲۵٦
۱۱۳	حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی تواضع	۲۴۴	۱۳۱	حضرت علی علیہ السلام کا عفو	۲۵٦
۱۱۴	حضرت امام رضاؑ کی تواضع	۲۴۵	۱۳۲	حضرت امام حسنؑ کا عفو	۲۵۷
۱۱۵	حضرت امام محمد تقیؑ کی تواضع	۲۴٦	۱۳۳	حضرت امام حسینؑ کا عفو	۲۵۸

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۳۴	حضرت امام زین العابدینؑ کا عفو	۲۵۹	۱۵۱	حضرت امام محمد تقیؑ کی شفقت	
۱۳۵	حضرت امام محمد باقرؑ کا عفو	۲٦۰	۱۵۲	حضرت امام علی نقیؑ کی شفقت	…۷۷
۱۳٦	حضرت امام جعفر صادقؑ کا عفو	۲٦۱	۱۵۳	حضرت امام حسن عسکریؑ کی شفقت	…۷۷
۱۳۷	حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کا عفو	۲٦۲	۱۵۴	ائمہ علیہم السلام کی مہمان نوازی	…۷۸
۱۳۸	حضرت امام رضاؑ کا عفو	٦۳	۱۵۵	حضرت علی علیہ السلام کی مہمان نوازی	…۷۸
۱۳۹	حضرت امام محمد تقیؑ کا عفو	۲٦۳	۱۵٦	حضرت امام حسنؑ کی مہمان نوازی	…۷۹
۱۴۰	حضرت امام علی نقیؑ کا عفو	۲٦۴	۱۵۷	حضرت امام حسینؑ کی مہمان نوازی	…۸۰
۱۴۱	حضرت امام حسن عسکریؑ کا عفو	۲٦۵	۱۵۸	حضرت امام زین العابدینؑ کی مہمان نوازی	…۸۱
۱۴۲	ائمہ علیہم السلام کی شفقت علی الخلق	۲٦٦	۱۵۹	حضرت امام محمد باقرؑ کی مہمان نوازی	…۸۲
			۱٦۰	حضرت امام جعفر صادقؑ کی مہمان نوازی	…۸۳
۱۴۳	حضرت علی علیہ السلام کی شفقت	۲٦۷	۱٦۱	حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی مہمان نوازی	…۸۷
۱۴۴	حضرت امام حسنؑ کی شفقت	۲٦۸	۱٦۲	حضرت امام رضاؑ کی مہمان نوازی	…۸۷
۱۴۵	حضرت امام حسینؑ کی شفقت	۲۷۰	۱٦۳	حضرت امام محمد تقیؑ کی مہمان نوازی	…۸۸
۱۴٦	حضرت امام زین العابدینؑ کی شفقت	۲۷۱	۱٦۴	حضرت امام علی نقیؑ کی مہمان نوازی	…۸۹
۱۴۷	حضرت امام محمد باقرؑ کی شفقت	۲۷۲	۱٦۵	حضرت امام حسن عسکریؑ کی مہمان نوازی	…۸۹
۱۴۸	حضرت امام جعفر صادقؑ کی شفقت	۲۷۳	۱٦٦	ائمہ علیہم السلام کا صلۂ رحم	
۱۴۹	حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی شفقت	۲۷۴			…۰
۱۵۰	حضرت امام رضاؑ کی شفقت	۲۷۵	۱٦۷	حضرت علی علیہ السلام کا صلۂ رحم	…۹۰

تعداد
قیمت
مصنف
تاریخ
طباعت
ٹائیٹل
کتابت
ملنے کا
پبلشر

Presented by www.ziaraat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۶۸	حضرت امام حسن ع کا صلۂ رحم	۲۹۱	۱۸۵	حضرت موسیٰ کاظم ع کی غلام نوازی	۳۰۳
۱۶۹	حضرت امام حسین ع کا صلۂ رحم	۲۹۲	۱۸۶	حضرت امام رضا ع کی غلام نوازی	۳۰۴
۱۷۰	حضرت امام زین العابدین ع کا صلۂ رحم	۲۹۲	۱۸۷	حضرت امام محمد تقی ع کی غلام نوازی	۳۰۵
۱۷۱	حضرت امام محمد باقر ع کا صلۂ رحم	۲۹۳	۱۸۸	حضرت امام علی نقی ع کی غلام نوازی	۳۰۵
۱۷۲	حضرت امام جعفر صادق ع کا صلۂ رحم	۲۹۴	۱۸۹	حضرت امام حسن عسکری ع کی غلام نوازی	۳۰۶
۱۷۳	حضرت موسیٰ کاظم ع کا صلۂ رحم	۲۹۵	۱۹۰	امام علیہم السلام کی قناعت	۳۰۷
۱۷۴	حضرت امام رضا ع کا صلۂ رحم	۲۹۶	۱۹۱	حضرت علی علیہ السلام کی قناعت	۳۰۸
۱۷۵	حضرت امام محمد تقی ع کا صلۂ رحم	۲۹۷	۱۹۲	حضرت امام حسن ع کی قناعت	۳۰۹
۱۷۶	حضرت امام علی نقی ع کا صلۂ رحم	۲۹۷	۱۹۳	حضرت امام حسین ع کی قناعت	۳۱۰
۱۷۷	حضرت امام حسن عسکری ع کا صلۂ رحم	۲۹۸	۱۹۴	حضرت امام زین العابدین ع کی قناعت	۳۱۱
۱۷۸	ائمہ علیہم السلام کی غلام نوازی	۲۹۸	۱۹۵	حضرت محمد باقر ع کی قناعت	۳۱۲
۱۷۹	حضرت علی علیہ السلام کی غلام نوازی	۲۹۹	۱۹۶	حضرت امام موسیٰ کاظم ع کی قناعت	۳۱۳
۱۸۰	حضرت امام حسن ع کی غلام نوازی	۲۹۹	۱۹۷	حضرت امام رضا ع کی قناعت	۳۱۴
۱۸۱	حضرت امام حسین ع کی غلام نوازی	۳۰۰	۱۹۸	حضرت امام محمد تقی ع کی قناعت	۳۱۵
۱۸۲	حضرت امام زین العابدین ع کی غلام نوازی	۳۰۱	۱۹۹	حضرت امام علی نقی ع کی قناعت	۳۱۵
۱۸۳	حضرت امام محمد باقر ع کی غلام نوازی	۳۰۲		حضرت امام حسن عسکری ع کی قناعت	۳۱۷
۱۸۴	حضرت امام جعفر صادق ع کی غلام نوازی	۳۰۳			

اپنی بات

حضرت ادیب اعظم مولانا سید ظفر حسن صاحب قبلہ امروہوی جیسے علمی عالم کا تعارف کرانا یا ان کے لیے کچھ لکھنا سورج کو چراغ دکھانے والی بات ہے۔ آپ نے دو سو سے زائد کتب تصنیف فرمائیں جن میں "مناقب شہر آشوب، جعل الفضائل" اصول کافی، تہذیب جیسی ہزارہا صفحات کی ضخیم کتابیں ہیں۔ ان کتب کے علاوہ رسالہ "نور" کے ایڈیٹر بھی تھے۔ پاکستان جانے کے بعد بھی "نور" برابر جاری رکھا۔ علاوہ ازیں آپ ایک موزہ علمیہ چلاتے تھے جس میں درس و تدریس ہوتی ہے پاکستان میں ان کے شاگرد آج بھی دین مذہب کی تبلیغ فرما رہے ہیں۔ ان کی تصنیفات کی افادیت کے پیش نظر ہم نے کوشش کی ہے کہ ہندوستان میں بھی ان کی تصنیفات شائع کریں۔ پہلی کڑی "حیات بعد الموت" شائع کر چکے ہیں اس سلسلے کی دوسری کڑی "اخلاق الائمہ" حاضر ہے اگر آپ کا تعاون شامل حال رہا تو انشاء اللہ جملہ تصنیفات بھی آپ کی خدمت میں پیش کریں گے۔

دشمنوں نے تو فضائل ائمہ سنے نہیں اور نہ ہی پسند کیا۔ دوستوں کا یہ حال کہ وہ فضائل ائمہ سننے پر درود و صلواۃ و سلام بھیجتے ہیں خوب واہ واہ کرتے ہیں۔ اس کے بعد عمل ———— یہی وجہ ہے کہ ہم میں بہت سی اخلاقی کمزوریاں پیدا ہو گئی ہیں۔ خدا کرے ہم اس کتاب کا مطالعہ کر کے محاسبہ نفسی کریں۔ اور عہد کریں کہ جو برائی ہم میں موجود ہو وہ دور ہو جائے۔ آمین ثم آمین۔

گدائے باب اہلبیت اظہار حسین مالک حیدری کتب خانہ بمبئی ۳

Presented by www.ziaraat.com

ادیب اعظم مولانا سید ظفر حسن صاحب قبلہ امروہوی کی مایہ ناز کتابیں۔ جو مقبول عام ہو چکی ہیں مختصر سوانح ائمہ معصومین آسان زبان و بیان

سوانح عمری جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم	۲ — ۵۰
سوانح عمری جناب سیدہ طاہرہ صلوات اللہ علیہا	۲ — ۰۰
سوانح عمری پہلے امام جناب حضرت علی علیہ السلام	۲ — ۵۰
سوانح عمری دوسرے امام جناب امام حسن علیہ السلام	۲ — ۰۰
سوانح عمری تیسرے امام جناب امام حسین علیہ السلام اول دوم ہر ایک	۲ — ۵۰
سوانح عمری چوتھے امام جناب زین العابدین علیہ السلام	۲ — ۵۰
سوانح عمری پانچویں امام جناب محمد باقر علیہ السلام	۲ — ۰۰
سوانح عمری چھٹے امام جناب جعفر صادق علیہ السلام	۲ — ۵۰
سوانح عمری ساتویں امام جناب موسیٰ کاظم علیہ السلام	۲ — ۰۰
سوانح عمری آٹھویں امام جناب علی رضا علیہ السلام	۲ — ۵۰
سوانح عمری نویں امام جناب محمد تقی علیہ السلام	۱ — ۵۰
سوانح عمری دسویں امام جناب علی نقی علیہ السلام	۲ — ۲۵
سوانح عمری گیارہویں امام جناب حسن عسکری علیہ السلام	۱ — ۵۰
سوانح عمری بارہویں امام جناب حجت آخر الزمان علیہ السلام	۲ — ۵۰

مجالس خواتین یکم محرم تا ۲۰ محرم تک — ہدیہ: ۵/۵۰

حیدری کتب خانہ، ۱۵/۱۴ مرزا علی اسٹریٹ امام باڑہ روڈ بمبئی ۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اخلاق سے کیا مراد ہے: اخلاق کا مفہوم اذہان انسانی سے اتنا قریب ہو چکا ہے کہ جاہل سے جاہل آدمی کو بھی سمجھانے کی ضرورت نہیں۔ لیکن عوام الناس کی نظر میں جو محدود اخلاقی معیار ہے وہ فلسفہ اخلاق کے ماہرین کے نزدیک ایک ناقابل التفات مفروضہ ہے۔ ممکن ہے بعض سرحدیں فضائل اخلاق سے جا ملتی ہوں۔ لیکن ایک فلسفی کی نظر میں وہ نفس انسانی کے کمالات میں داخل نہیں۔

کتب اخلاق میں جو دقیق مباحث مذکور ہیں ان کا بڑا حصہ عقل انسانی کیلئے بھول بھلیاں ہے ان کو اس لئے نہیں چھیڑا گیا کہ فضائل نفسانی کے حاصل کرنے میں شمع راہ ہوں۔ بلکہ اسلئے کہ ذہن انسانی تعجب زدہ ہو کر جو کچھ کرنے والا ہو اس سے بھی رہ جائے اور فلاسفروں کا یہ منشا پورا ہو جائے "کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی" ایک غریب طالب علم کا بہت سا عزیز وقت ان کے سمجھنے کی کوشش میں ضائع ہو جاتا ہے لیکن نتیجہ یہی نکلتا ہے

Presented by www.ziaraat.com

کہ کچھ نہ سمجھا جائے" غیر محسوس چیزوں کے متعلق علماء نے تذبذب ہو کر ہزار ہا نظریئے اسلئے قائم کر لیئے ہیں کہ وہ چیزیں نظر سے خارج ہیں۔ جھٹلانے والے حقیقت کو بے نقاب کر کے دکھلا نہیں سکتے۔ ہم ان دور دراز کار تخیلات اور غیر ضروری باتیں چھیڑ کر اپنا اور ناظرین کتاب کا وقت ضائع کرنا نہیں چاہتے۔ اور بجائے نفس کی حقیقت و ماہیت پر کوئی طولانی مقالہ سپرد قلم کرنے کے اسکے ان آثار سے بحث کرینگے جن کا تعلق انسان کی عملی زندگی سے ہے تاکہ کوئی کارآمد بات لوگوں کے ہاتھ لگے۔ تاہم فلاسفۂ اخلاق کا ہمنوا ہو کر ہم کو اتنا کہنا ضرور ہے کہ اخلاق کا صحیح مفہوم عوام الناس کے ذہن میں بہت کم ہے۔

(الف) ایک شخص ہنس مکھ آدمی بخندہ پیشانی بات کر لیتا ہے عرف عام میں وہ بڑا خلیق ہے۔

(ب) کسی سے ملنے جاتے ہیں وہ ایک پیالی چائے دیدیتا ہے یا ایک پان کھلا دیتا ہے، خلیق ہے۔

(ج) کوئی ملنے والا افراد خاندانی کی احوال پرسی کر لیتا ہے۔ خلیق ہے۔

(د) کسی پریشانی میں ہمدردی کا اظہار کرتا ہے بڑا خلیق ہے۔

یہ اور اسی قسم کی بہت سی باتیں ہمارے گلستان اخلاق

کے وہ لہکتے مہکتے پھول ہیں جنکے قریب ہونے سے ہم کو وجد آتا ہے۔ بیشک یہ بھی اس باغ کے پھول ہیں جنکی ہم سیر کرانا چاہتے ہیں فضائل نفسانی کی اسی بزم پرنور کی یہ بھی ٹمٹماتی شمعیں ہیں جس کے چراغاں کی بہار ہم کو دکھانا مقصود ہے۔

عزیز دوستو! چند پھولوں کا نام باغ نہیں ایک چمنستان کی کائنات بہت کچھ ہوتی ہے۔ بہار میں سیر کرنے والے کیا کیا دیکھتے ہیں اور دل و دماغ پر کیا وجدانی کیفیتیں طاری ہوتی ہیں انکی تصویر کشی آسان کام نہیں بڑا دماغ اور بڑا دفتر درکار ہے ہم اپنے مقصد اصلی سے دور ہو جائینگے اگر اس لطف اندوزی کی تفصیل میں جا کر اپنی ادبی قوت صرف کریں۔

ہمارا مقصد تالیف: اس مختصر رسالے کے لکھنے سے ہمارا مقصد ائمہ اہلبیت علیہم السلام کے مکارم اخلاق کی تصویر کشی ہے لہذا جو اس سلسلے میں ناگزیر مباحث فلسفہ اخلاق سے متعلق ہمارے سامنے آتے ہیں انکو اپنی استعداد کے مطابق اور ضرورت کا لحاظ رکھتے ہوئے بیان کرنا اپنا فرض مقالہ نگاری سمجھیں گے۔ ایسے دقیق مباحث سے کنارہ کش رہینگے جنکے سمجھنے اور سمجھانے میں دماغ کا کچومر نکل جاتا ہے اور پھر بھی یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ زلیخا مرد بود یا زن؟ علماء اخلاق نے نفس کے متعلق بہت سی غیر ضروری

بحثیں چھیڑ کر اپنی فلسفیانہ قابلیت کا اظہار کیا ہے۔ مثلاً (۱) نفس کا مقام کہاں ہے (۲) نفس مجرد ہے یا بسیط (۳) قدیم ہے یا حادث (۴) جوہر ہے یا عرض (۵) قابل فنا ہے یا نہیں - (۶) بدن انسانی محل نفس ہے یا نہیں (۷) اخلاق قابل زوال ہے یا نہیں (۸) اخلاق کسبی ہیں یا وہبی (۹) اخلاقی فضائل کا تعلق دل سے ہے یا دماغ وغیرہ وغیرہ۔

ہمارا ان مباحث سے کوئی سروکار نہیں یہ فلسفیانہ مو شگافیاں انہی کو مبارک رہیں جنکو اللہ نے فرصت کا وقت کافی دیا ہے۔ اس کتاب کی تالیف سے ہمارا یہ مقصد بھی نہیں کہ ہم کو اخلاق کا پروفیسر بنا دیں۔

ہمارا ان مباحث سے کوئی سروکار نہیں بلکہ یہ ہے کہ اپنے ائمہ کے اخلاق کے عملی نمونے پیش کر کے اہل ایمان سے انکے نقش قدم پر چلنے کی درخواست کریں

ہم اپنی اس کتاب میں جن مقدس ہستیوں کے اخلاق سے بحث کریں گے یہ وہ ہیں جنکے مکارم اخلاق کو چھپانے میں حکومتوں نے اپنے زور صرف کئے ہیں خزانوں کے دہانے پھٹ پڑے ہیں بیان کرنیوالوں کی گردنیں قلم ہوئی ہیں کھالیں کھینچی گئی ہیں زبانیں کاٹی گئی ہیں۔ سولی پر چڑھایا گیا ہے۔ زندانوں میں بند کرایا گیا ہے۔ تقریر و تحریر پر سنسر بٹھایا گیا ہے۔ لہذا اس صورت

لہذا اس صورت میں مبالغہ کی رنگ آمیزی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ وہ ٹھوس حقیقت ہو گی جو دنیا کی کسی طاقت کے چھپائے نہیں چھپ سکتی۔ ہم آگے چل کر جو کچھ لکھیں گے وہ تمام چیزیں اس گروہ کی کتابوں میں آپ کو مل جائینگی۔ جنھوں نے ہمارے ائمہ کو اپنا پیشوا نہیں مانا۔ اور جنھوں نے سلطنتوں کے دباؤ سے مجبور ہو کر رائی کو پربت بنایا ہے حق بات میں کتنا زور ہوتا ہے کہ مخالفوں کے سیلاب اسے جگہ سے نہیں ہٹا سکتے اور حق پوشوں کی زبان پر آئے بغیر نہیں رہ سکتی اس فضیلت کا کیا کہنا جس کی گواہی دشمن سے مل جائے۔

فضیلت چہارگانہ کی توضیح

جسطرح انسان کی تخلیق چار عناصر سے ہوئی ہے اسی طرح اخلاقی پیکر کے عناصر بھی چار ہیں۔ حکمت، عفت، عدالت، شجاعت گویا یہ مکارم اخلاق کی چار دیواری ہے۔ اگر ان میں سے ایک دیوار بھی نہ ہو یا شکستہ حال ہو تو متاع اخلاق غیر محفوظ اور کمال انسانیت مدقوق و مفلوج اور دیکھنے والوں کی نظر میں ذلیل و معیوب انہی فضائل چہارگانہ کو اخلاقی اشجار کی جڑیں کہہ سکتے ہیں ان چاروں کے تحت میں جو انواع فضائل ہیں وہ انہی درختوں کی شاخیں ہیں۔ درخت درحقیقت نام ہی شاخوں کا ہے ورنہ سوکھا ٹھونٹھ تو جلا دینے کے لائق ہے۔ درخت جتنا ہرا بھرا

Presented by www.ziaraat.com

ہو جتنا سایہ دار ہو اتنا ہی قابل قدر ہے۔

اگر سچ پوچھو تو کائنات کی تسخیر کا منتر انہی چار لفظوں میں بند ہے۔ روحانیت کی معراج کی سیڑھی یہی ذریعہ ہے۔ انسانیت کے حدود اربعہ یہی چار ہیں۔ معاش معاد کی فلاح انہی چار کرامتوں پر منحصر ہے۔ تسخیر ممالک کیلئے بے شمار ہتھیار بنے اور بن رہے ہیں لیکن وہ سب مادیت کو مقہور مغلوب بنانے کیلئے ہیں۔ تسخیر قلوب کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ مملکت ان ہتھیاروں کیلئے ناقابل تسخیر ہے اسکے لئے اگر ہو سکتے ہیں تو یہی چار ہتھیار۔ ان ہتھیاروں میں کتنا زور ہے کیسی بے پناہ طاقت ہے کون بتلائے مختصر لفظوں میں اتنا کہہ سکتے ہیں کہ فرش سے لیکر عرش تک ہر شے مسخر ہو سکتی ہے۔ کائنات کا ہر ذرہ قدم چوم سکتا ہے۔ انسانیت اتنی بلند ہو سکتی ہے کہ فرشتے اسکی خدمت کو اپنا فخر سمجھتے ہیں۔ آیئے انکا عملی زور دیکھیں

اخلاقی فضائل کی حیرت انگیز کشش

سرکار دو عالم ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غرض بعثت یہ تھی کہ مکارم اخلاق کو مکمل کر دیں۔ یعنی جو کام ایک لاکھ ۲۴ ہزار انبیاء سے پایۂ تکمیل کو نہ پہنچا تھا اسکو اصولاً اور عملاً اتنا درجۂ کمال پر پہنچا دیں کہ پھر کسی نبی یا رسول کے آنیکی ضرورت نہ رہے۔ اسکے لئے غیر معمولی طاقت کی ضرورت تھی۔ پھر عرب جیسے ملک میں جو بد اخلاقیوں کا گہوارہ تھا جسکے حیاسوز کردار نے

انسانیت کے جنازے میں آخری کیل ٹھونک دی تھی۔

یہ شدید ضرورت نہ تو مال و دولت سے پوری ہو سکتی تھی نہ عسکری نظام سے نہ تلوار کی دھار سے بلکہ اسکے لئے ایک اور ہی قوت کی ضرورت تھی۔ آیۂ انک لعلیٰ خلق عظیم نے اس راز سربستہ کو کھولا اور دنیا پر یہ آشکار کیا کہ سرکار دو عالم کا خلق عظیم ترویج اسلام کا یہی وہ بڑا حیرت انگیز ہتھیار تھا جس نے عرب کی کایا پلٹ دی اور قلوب کی تسخیر کا وہ حیرت انگیز کرشمہ دکھایا کہ دنیا حیرت میں آگئی۔ کیا ہوا اسکو قرآن کی زبان سے سنو یدخلون فی دین اللہ افواجا (خدا کے دین میں فوجوں کی فوجیں داخل ہونے لگیں) اس عظیم الشان فتح کی بڑی ذمہ داری آنحضرت کے خلق عظیم پر تھی۔ جناب ام المومنین حضرت خدیجہ کے مال سے غریب مسلمانوں کی مدد ضرور ہوئی اور ابوطالب کی وجاہت نے دشمنوں کے شر سے محفوظ ضرور رکھا مگر وہ چیز جو کفار و مشرکین کے دل و دماغ پر بجلی کی طرح کوندی اور جس نے جاہل عربوں کے دل پر حیرت انگیز چھاپہ مارا وہ آنحضرت کا خلق ہی تھا جس نے وحشت زدہ عربوں کو اس طرح اپنی طرف کھینچ لیا جیسے مقناطیس سوئی کو کھینچتا ہے۔

ابھی رسالت مصلحت میں روپوش تھی کہ خلق محمدی نے درپردہ اپنی تبلیغ شروع کر دی اور ان جہالت کے ماروں

Presented by www.ziaraat.com

سے جو حسنِ اخلاق کے پکے دشمن تھے اپنی امانت اور صادقیت کا اقرار لے لیا اور تمام عرب میں صادق و امین کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ اس بشری پیکر میں جسکو محمدؐ کہا جاتا تھا انسانی کمالات کا لہو اسی روز سے دوڑنا شروع ہو گیا تھا جب اس نے اپنا پہلا سانس اس فضائے آب و گل میں نکالا تھا۔

سرکار دوعالم نے ابنائے روزگار کے سامنے جو اسلام کی اخلاقی تعلیم پیش کی وہ صرف زبانی جمع خرچ نہ تھا بلکہ عملی کارنامے اسکے پہلو بہ پہلو چلتے تھے۔ زیور اخلاق سے معرا نفوس سرکار دوعالم کے اخلاق حسنہ کو دیکھتے تھے تو ان کو اپنی انسانیت شرمناک حد تک پستی میں نظر آتی تھی۔ اور ہر ہر موقع پر انکی فطرت میں ایک ناقابل برداشت تاسی کی تڑپ پیدا ہوتی تھی۔ سرکار دوعالم نے جو اخلاقی تعلیم دی وہی اسلام کے چہرے کا غازہ اور ایمان کے پیکر کی جان تھی۔ جب یہ تعلیم تاریخ کے اوراق پر ثبت ہو کر کرۂ ارض کے مختلف حصوں میں پہنچی۔ جب مسلمان سیاحوں کی زبانی اس تعلیم کا چرچا اقوام نے سنا تو انکی شعوری قوتیں خواب غفلت سے اس طرح یکایک چونک اٹھیں جیسے سست رفتار گھوڑا تازیانہ کھا کر چوکنا ہو جاتا ہے۔ اب مذاہب کو موقع تھا کہ وہ اپنے اخلاقیات کا تقابل کا توازن اسلامی اخلاقیات سے کریں۔ جنھوں نے ایسا

کیا انکی سمجھ میں بہت جلد آگیا کہ سچے اور جھوٹے موتیوں میں کتنا فرق ہوتا ہے۔

سرکار دوعالم کے ہاتھوں تکمیل اخلاق کیونکر ہوئی :۔

حضور سرور کائنات نے فرمایا ہے۔ **انی بعثت لاتمم مکارم الاخلاق** (میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کی تکمیل کروں) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء جو پہلے آچکے تھے اور جن سب کے فرائض میں اصلاح اخلاق انسانی داخل تھی، ابتک اس کام کو پورا نہیں کر پائے تھے۔ آخر اسکی وجہ کیا ہے۔ کیا انھوں نے اپنے کام سے غفلت کی؟ یہ شان نبوت کے خلاف ہے پھر کیا وجہ ہو کہ یہ تعلیم کمال کو نہ پہنچی۔

حقیقتاً یہ بہت مشکل سوال ہے اور اس کا جواب ذرا سی تفصیل چاہتا ہے۔ آیۂ **تلک الرسل فضلنا بعضھم علیٰ بعض** سے معلوم ہوا کہ سب رسول مرتبہ میں یکساں نہیں تھے۔ اور ان کے مراتب و مدارج میں فرق تھا۔ خواہ یہ فرق علمی حیثیت سے ہو۔ خواہ انکے تبلیغی دائرے کے محدود ہونے سے ہو خواہ بلحاظ معرفت ہو اسکو تو خدا بہتر جانتا ہے۔ ہماری قیاس آرائیوں میں گمراہی کا اندیشہ ہے۔ ہمارا ان سب کی نبوتوں پر ایمان ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

لانفرق بین احد منھم بہ حیثیت نبی ہونے کے ہم ان میں کوئی نہیں کرتے۔ ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ انبیائے سابقین کو محاسن اخلاق کے ہر ہر پہلو کو اجاگر کرنے کا موقع نہ ملا۔ بعض انبیاء ایسے تھے کہ صرف ایک ہی قوم پر مبعوث کئے گئے تھے بعض ایک ملک پر، بعض ایک خطۂ زمین پر بعض صرف اپنے خاندان پر، بعض کی سرکش امتوں نے انکی تعلیم کو کان دھر کر نہ سنا۔ بعض نے سنا مگر عمل نہ کیا۔ بہرحال بہت سی صورتیں ایسی ہوئیں کہ اخلاقی فضائل اور انکی تمام انواع کے نمونے اس زمانے کی امتوں کے سامنے نہ آسکے اور اسلامی اخلاق من جمیع الجہات کھل کر نہ رہے۔ یا یہ کہ انبیاء کی جو تعلیم تھی وہ ایک محدود زمانے تک چل کر رہ گئی اور آئندہ اسکی بقاء کا کوئی بندوبست نہ ہو سکا۔ یہی وجہ تھی کہ ہر نبی کی امت نے اپنے نبی کے بعد گمراہی کا راستہ اختیار کر لیا۔ اور کچھ مدت کے بعد ادل بدل کر کچھ سے کچھ ہو گئی۔ کیونکہ صحیح نمونے باقی نہ رہے اس لئے غلط ہی کو صحیح سمجھا جاتا رہا یہانتک کہ پھر ایک نبی کے آنیکی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ کچھ انبیاء ضرور ایسے ہیں جنکی نسلوں میں سلسلہ بہ سلسلہ نبوت چلی لیکن وہ بھی ایک حد تک پہنچ کر ختم ہو گئی۔ دوامی اور مستقل بندوبست نہ ہونے کی بناء پر اخلاقیات کی تکمیل ممکن نہ ہوئی۔

انسان کی بہترین کمال تولید مثل ہے۔ اپنے اندر کمالات

دکھانے والے تو دنیا میں بے شمار ہیں لیکن اپنا ہی جیسا دوسرو کو بنانے والے بہت قلیل تعداد میں ہیں۔ بلکہ اکثر صدیاں ایسے باکمال لوگوں سے خالی ہی رہتی ہیں۔

جب باکمال لوگوں میں تولید مثل کرنے کی قوت نہیں رہتی تو کمال رفتہ رفتہ زوال کی طرف جانے لگتا ہے اور دنیا اس سے خالی ہو جاتی ہے تولید مثل معمولی کام نہیں اسکے لئے بڑے موثر نفس کی ضرورت ہے۔ دوسرے کو اپنا سا بنا لینا اسوقت تک ممکن نہیں ہوتا جب تک صاحب کمال کا نفس اتنا طاقتور نہ ہو کہ وہ نفس غیر کو اپنی طرف کھینچ لائے۔ جزئی مماثلت تو پیدا کرا دینے والے ہزاروں ہیں لیکن بالکلیہ مماثلت پیدا کرانیوالے معدوم۔ ہر جزئی بات ہیں۔ جملہ عادات ہیں جملہ محاسن واخلاق ہیں، جملہ افعال و اعمال ہیں، جملہ کمال نفسانی و روحانی ہیں اپنا ہی جیسا کسی دوسرے کو بنا لینا کارے دارد اور جب تک ایسا نہیں ہوتا اسوقت تک بقائے کمال محال۔

جناب سرور انبیاء خلق عظیم پر فائز تھے۔ اسکی تکمیل اسی وقت ہو سکتی تھی جبکہ اسکی بقا کا بندوبست ہو ورنہ جیسے اور انبیاء کی تعلیم وقتی رہی یہ بھی وقتی رہتی۔ اور بقا بغیر تولید مثل محال۔ لہٰذا حضورؐ نے سب سے پہلے اسی طرف توجہ فرمائی اور اپنی زندگی میں چار نفس (علیؑ فاطمہ حسنؑ حسینؑ) ایسے بنا دیئے جو ہو بہو

Presented by www.ziaraat.com

ایسے ہی تھے جیسے نفس رسولؐ۔ محاسن اخلاق میں کوئی فضیلت ایسی نہ تھی جو رسولؐ میں ہو اور ان میں نہ ہو۔ جس طرح ہر ہر فضیلت کو عملاً رسولؐ نے دکھایا انہوں نے بھی دکھا۔ یہ قدرت کی طرف سے مکارم اخلاق کی تکمیل کا ایک مکمل بندوبست تھا۔ کہ اس نے بارہ معصوم ہستیاں ایسی خلق فرمائیں جن کو سرور انبیاء کی نیابت کا فخر یکے بعد دیگرے حاصل رہا اور جو اخلاق محمدیؐ کا نمونہ ہر زمانے میں پیش کرتے رہے اور جو جو نفسانی کمالات رسول صلعم میں تھے وہ سب بے کم و کاست نمایاں کرتے رہے۔ جس طرح آنحضرتؐ کی نبوت تا قیام قیامت ہے اسی طرح رسولؐ کا یہ اخلاقی نمونہ قیامت تک چلتا رہے گا۔

فضائل چہارگانہ کی توضیح

جو فضائل چہارگانہ (حکمت، عفت، عدالت و شجاعت) ہم نے اوپر بیان کئے ہیں ان میں سے ہر ایک ایسا دشوار گذار راستہ ہے جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ علماء اخلاق نے اسی کو صراط مستقیم کہا ہے۔ جس نے دنیا میں اس راستہ کو پالیا اور اس پر ثابت قدم رہا وہ روز قیامت پل صراط سے صاف گذر جائیگا۔ کیونکہ اس صراط مستقیم پر چلنے کی وجہ سے اسکے اعمال میں کوئی کھوٹ نہ ہوگا۔

اس اخلاقی راستے کو دو لفظوں کے درمیان ایک وسطی

خط سمجھو۔ یہی وہ اکیلا خط ہے جو سب سے زیادہ چھوٹا بھی ہوتا ہے اور سب سے زیادہ سیدھا بھی۔ اسکے پہلوؤں میں جتنے خطوط نکالے جائینگے وہ سب ٹیڑھے بھی ہونگے اور زیادہ لمبے بھی۔ یہ سب خطوط فضائل میں شامل نہ ہونگے بلکہ رذائل کہلائینگے فضیلت صرف ایک اکیلا وسطی خط ہوگا۔

فضیلت رذایل فضیلت ۔ آس پاس کے خطوط میں جو خط وسطی سے زیادہ قریب ہونگے وہ فضیلت سے زیادہ قریب ہوں گے اور جو زیادہ دور ہوتے جائینگے ان میں رذیلت بڑھتی جائیگی۔ اخلاقی فضیلت صرف ایک ہوگی۔ اور رذایل بے شمار۔ اس وسطی خط پر قائم رہنے والا ایک بھی مشکل سے ملے گا۔

یہی وہ خط یا صراط مستقیم ہے جس پر ثابت قدم رہنے یا جسکی تلاش میں ارباب سلوک و رشاد شب و روز سرگرداں رہتے ہیں اور بڑی بڑی روح فرسا ریاضتیں کرتے ہیں اول تو اس کا پانا بہت مشکل۔ کیونکہ جب تک اخلاقی حدود کا صحیح علم نہ ہو یہ راستہ نہیں مل سکتا۔ پھر اگر مل بھی جائے تو اس پر قائم رہنا مشکل۔ ہے حد دشوار۔ ذرا سی غفلت میں جادہ مستقیم سے قدم ڈگمگا جاتے ہیں۔ اوروں کا کیا ذکر انبیاء علیہم السلام ترک اولیٰ کی منزل میں آجاتے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

اس صحیح راستہ کے پرکھنے کا معیار اخلاق انبیاء اور سب سے زیادہ خلق عظیم خواجۂ کائنات کے اخلاق ہیں۔

یہی وہ میزان عدل ہے جس میں اعمال بندگان الٰہی کو تولا جائیگا۔ خداوند عالم فرماتا ہے۔ لقد ارسلنا رسلنا بالبینات وانزلنا معھم الکتاب والمیزان الحکیم بین الناس فیما اختلفوا فیہ (اور ہم نے اپنے رسولؐ کو روشن معجزات کے ساتھ بھیجا اور انکے ساتھ کتاب و میزان بھی نازل کی تاکہ وہ لوگوں کے درمیان ان امور میں فیصلہ کر دیں جو باعث اختلاف ہوں) یہ تو ظاہر ہے کہ کوئی نبی نہ اپنے ساتھ کتاب لئے ہوئے پیدا ہوتا ہے نہ میزان پھر اس سے کیا مراد ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کتاب سے مراد نبی کی کتاب وجودی ہے۔ حضرت سر اللہ فی العالمین امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں۔

و انت الکتاب العظیم الذی

یعنی اے انسان تو اللہ کی وہ عظیم الشان کتاب ہے جس کے ہر ہر حرف سے اسرار قدرت ظاہر ہوتے ہیں۔ جب انسان کا وجود خدا کی عظیم الشان کتاب ہے تو انبیاء کے وجود کا ذکر ہی کیا۔ انکے ہر عضو اور قوت میں خدا کی قوت کا خاص کرشمہ پایا جاتا ہے۔ عام لوگوں کی قوت سامعہ، ناطقہ اور باصرہ سے انکی قوتیں بہت زیادہ تیز ہوتی ہیں۔ انکے اعضائے جسمانی اپنے

خصائص میں عام انسانوں سے ممتاز ہوتے ہیں۔ حضرت ابراہیم کی آواز جو اذان حج کیلئے بلند ہوئی تھی ان نطفوں تک نے سن لی جو صلب پدر یا رحم مادر میں تھے۔ انکی آنکھ نے ملکوت السموات والارض کو دیکھ لیا۔ جناب سلیمان نے چیونٹی کی بات چیت سن لی اسی طرح دیگر انبیاء کو ان تمام امور میں امتیاز خصوصی حاصل ہوتا ہے۔ پس انکی کتاب وجودی کی ہر آیت اپنے مقام پر لاجواب ہوتی ہے۔

اب رہا میزان کا نازل ہونا یہ انکے اخلاق کریمانہ ہیں۔ انہی کے مطابق تمام لوگوں کے اخلاق کو جانچا جائیگا۔ ہر شے کی میزان جداگانہ ہوتی ہے۔ مادی اشیاء کے تولنے کے موازن اور ہیں اور غیر محسوس چیزوں کی اور۔ اشعار کی میزان معمولی ترازو نہیں یا سونے چاندی تولنے کا کانٹا نہیں بلکہ انکے اوزان ہی کچھ اور ہیں بخار کے تولنے میں یہ اوزان بھی کام نہیں آتے بلکہ تھرمامیٹر سے کام لیا جاتا ہے۔ اخلاقیات میں یہ معیار بھی بیکار ہو جاتا ہے۔ وہاں ایک اور ہی میزان ہے۔ عرف عام میں کہا جاتا ہے۔ فلاں کی عادت فلاں سے مشابہ ہے۔ وہ اخلاق میں اپنے باپ سے ملتا جلتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اخلاق انبیاء وہ میزان ہیں جنکو سامنے رکھکر روز قیامت امتوں کے اخلاق کو جانچا جائیگا۔ اور انبیاء کے اخلاق کیلئے صاحب خلق عظیم کے اخلاق کو معیار قرار

Presented by www.ziaraat.com

دیا جائے گا۔ پس صراط مستقیم سے جو جتنا ہٹا ہوا ہوگا اسی قدر اسکے اعمال کا وزن کم سمجھا جائے گا۔

اور جو اس اعتدال حقیقی سے زیادہ قریب ہوگا اتنا ہی اجر میں زیادہ ہوگا۔ فرماتا ہے۔ ونضع الموازین بالقسط یعنی یہ جانچ پڑتال بڑے انصاف کیساتھ ہوگی۔ تاکہ کسی شکایت کا موقع نہ ملے۔ من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ یعنی ذرہ برابر بھی نیکی رائیگاں نہ ہوگی اور نہ ذرہ برابر بدی بے سزا دیئے چھوڑی جائیگی۔ یہ جانچ دراصل اس خط وسطی سے ہوگی جو جتنا قریب ہوگا اسکے عمل کا پلہ اتنا ہی بھاری ہوگا اور جو اس خط سے جتنا دور ہوتا گیا ہوگا اسی قدر اعمال میں ہلکاپن آجائیگا۔ اب غور کیجئے یہ راہ کتنی مشکل ہے۔

دگر آسانی سے یہ راستہ مل جانیوالا ہوتا تو اولیا خدا جنکو اہل باطن یا ارباب سلوک ارشاد کہا جاتا ہے سخت سے سخت ریاضتیں کرکے اپنے نفس کو تعب میں نہ ڈالتے اور اپنے راحت و آرام کو ترک نہیں کرتے جو صوفیائے کرام اور صاحب کشف صاحب کرامت سمجھے جاتے ہیں وہ بھی کسی نہ کسی منزل پر شکستہ پا نظر آتے ہیں۔ ہم کو بلا خوف تردید یہ کہنا ہے کہ سوائے محمد و آل محمد کے کسی نے ان منزلوں کو کسی نے کامیابی کے ساتھ طے کیا ہی نہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ارباب تصوف کے تمام سلسلوں کا

مرجع جناب امیر علیہ السلام قرار نہ پاتے۔ یہ منزلیں اتنی اونچی ہیں کہ مادیت کے طلسمات میں پھنسی ہوئی نگاہیں انکو دیکھ بھی نہیں سکتی۔ پہنچنے کا ذکر ہی کیا۔

فضائل چہارگانہ ہیں ہر فضیلت کی توضیح

ہم بیان کرچکے ہیں کہ تمام اخلاق فاضلہ کی جڑیں چار ہیں۔ اول حکمت دوسرے عفت تیسرے شجاعت چوتھے عدالت۔ باقی تمام اخلاق۔ صبر، شکر، قناعت، توکل جود سخاوت کسر نفس نجدت۔ رضا۔ ورع وغیرہ جو تقریباً ۴۸ ہیں۔ ان ہی کی انواع یا شاخیں کہلاتی ہیں۔ اب فضائل اربعہ ہیں سے ہر ایک کا مختصر بیان سنئے۔

(۱) حکمت۔ اسکی دو قسمیں ہیں۔ حکمت نظری اور حکمت عملی۔ نظری کا تعلق انسان کی غور و فکر سے ہے۔ جب یہ ملکہ اپنے صحیح راستے پر ہوتا ہے تو انسان خطائے فی الفکر سے نجات پا جاتا ہے اور مقدمات کو ترتیب دے کر صحیح نتیجہ اخذ کر لیتا ہے اسی لئے کہا گیا ہے۔ من یوتی الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا۔ جس کو حکمت مل گئی اسکو بہت بڑی نیکی مل گئی۔ اسی حکمت کے تحت میں تمام علوم دین ہیں۔ اسی حکمت کے تحت تمام فلسفۂ کائنات ہے۔ اسی حکمت کے تحت تمام الہیات ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

اسی سے ایمان و معرفت اور یقین و وجدانیت کا تعلق ہے۔ اسی کی مدد سے انسان اپنے کو گناہوں سے بچاتا ہے۔ اور غلط اور صحیح راستوں میں تمیز کرتا ہے۔ دوسری قسم اسس کی عملی ہے جو غور و فکر کے بعد اسس عمل کی طرف جاتی ہے جو صحیح راستہ کہلاتا ہے۔

اسس کے وسطی خط سے اگر بال برابر انسان کا قدم ہٹ جائے تو حکمت کی فضیلت جاتی رہتی ہے۔ اور اسکے مقابل کوئی رذیلت آجاتی ہے۔ اگر اوپر کی طرف پڑ گیا تو چالاکی عیاری اور علم سے لوگوں کو فریب دینا آجاتا ہے۔ اسی قدر اسس میں رذیلت زیادہ آجاتی ہے۔ اور حکمت کا اُس سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔ اسس طرح اگر اسس وسطی خط سے نیچے کو گیا تو جہالت ہوگی۔ اسکے بھی بے شمار خطوط ہیں۔

جہالت ایک قسم کی نہیں ہزار قسم کی ہوتی ہے اور اسکی وجہ سے عملی دائرہ میں انسان سے بے شمار غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ پس اخلاق میں حکیم وہ کہلائیگا جو درمیانی خط پر سیدھا چلا جائے۔ اور بال برابر کج نہ ہو۔ بہت سے لوگ آپ کو ایسے نظر آئیں گے کہ وہ بظاہر علم و حکمت سے آراستہ ہونگے لیکن انکے عملی قدم یا خط مستقیم سے اونچے نظر آئینگے یا نیچے۔ معاملات میں انکے نتائج غلط ہو [illegible] گے۔ انفصال قضایا میں وہ اسباب صحیح کی معلومات

سے قاصر ہوں گے۔ مشکلات کا حل وہ چالاکی سے کرینگے۔

(۲) عفت۔ یہ بھی وسطی خط ہے۔ اسس سے اوپر گئے تو حرص و ہوا اور ناروا خواہشوں کی پیداوار شروع ہو گئی۔ نیچے کو اتر آئے تو جائز خواہشوں کو بھی فنا کر بیٹھے۔ معاشرت و تمدن کی جڑیں کاٹ کر یک بینی و دو گوش غاروں میں جا گرے نفس کو اتنا دبایا کہ قبل از وقت زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ غرض یہ کہ افراطی اور تفریطی دونوں راستے خطرناک ہیں۔ دونوں کا رذائل بیں شمار۔ صاحب عفت وہی کہلائے گا جو حرص کا مارا نہ ہو۔ نہ جائز فطری مطالبات کا ذبح کرنے والا۔

(۳) شجاعت یہ بھی وسطی خط ہے جس کے اوپر کے حصے تہور یا اجڈپن کہلاتے ہیں اور نیچے کے حصے بزدلی۔

(۴) عدالت۔ اسکے بالائی حصے ظلم ہیں اور نیچے کے تحت تظلم

ان چاروں درمیانی خطوط کا معلوم کرنا اول تو معمولی لوگوں کے بوتے کا کام نہیں پھر ان پر بغیر کسی لغزش کے مدت العمر چلتے رہنا اور بھی مشکل ہے۔ ہمارے رسول سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جو صاحب خلق عظیم تھے ان کو بھی ان دشوار گزار منزل پر یہ کہنا پڑا۔ شیبتی سورۃ ھود (سورہ ہود نے مجھے بڈھا کر دیا۔ لوگوں نے پوچھا اسس سے حضور کا کیا مطلب ہے، فرمایا اسس میں حکم ہے۔ فاستقم لما امرت (جس طرح

Presented by www.ziaraat.com

تم کو حکم دیا گیا ہے اسی طرح سیدھے کھڑے رہو۔ یعنی اخلاق کے
راستے سے بال برابر نہ ہٹو۔ یہ طریقہ کار اتنا مشکل تھا کہ اس نے
آنحضرت جیسی ہستی کو بھی اپنی دشواریوں کی بناء پر قبل از وقت
بڈھا کر دیا۔ دوسروں کا تو ذکر ہی کیا۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ اصحاب رسولؐ میں سے کوئی بھی شخص اپنے
اس دعویٰ کو ثابت نہیں کر سکتا کہ وہ ان چاروں فضائل کا مع
انکی تمام انواع کے مالک ہے۔ ممکن ہے انکے معتقدین نے یہ طرۂ
امتیاز انکی دستار فضیلت میں لگا دیا ہو کیونکہ خوش اعتقادی مٹی
مٹی کو سونا بنا سکتی ہو مگر جب تک اس دعویٰ پر مہر تصدیق ثبت
نہ ہو قبولیت کی سند نہیں مل سکتی۔ یہ فضیلت صرف اہلبیت
رسالت ہی سے مخصوص رہی۔ سردار اہل بیت حضرت امیر المومنین
علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے سب سے پہلے ان فضائل چہار
گانہ کی سندیں خدا رسولؐ سے حاصل کیں۔

(۱) حکمت:۔ رسول نے فرمایا۔ انا دار الحکمۃ و علی
بابہا (میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اسکا دروازہ) اور خدا نے
فرمایا۔ وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم
اور فرمایا قل کفیٰ باللہ شہیداً بینی وبینکم ومن
عندہ علم الکتاب۔

(۲) شجاعت۔ خدا نے فرمایا۔ یجاھدون فی سبیل اللہ

ولا یخافون لومۃ لائم اور فرمایا یقاتلون فی
سبیلہ صفاً کانھم بنیان مرصوص۔ رسولؐ نے
فرمایا۔ ضربت علی یوم الخندق افضل من عبادۃ
الثقلین اور روز خیبر فرمایا۔ لاعطین الرایۃ غداً رجلا
کراراً غیر فرار یحب اللہ والرسول ویحبہ اللہ
والرسول۔ اور ہاتف غیبی نے علی کی غیر معمولی شجاعت
دیکھ فرمایا۔ لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار۔

(۳) عفت:۔ خدا فرماتا ہے انما یرید اللہ لیذھب
عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیراً۔ رسولؐ
نے فرمایا یا علی انت منی بمنزلہ ھارون من موسیٰ
تمہاری منزلت میرے نزدیک وہی ہے جو ہارون کی موسیٰ کے نزدیک
تھی۔ یعنی جس طرح وہ معصوم تھے تم بھی ہو اور جسطرح وہ موسیٰ
کے وصی تھے تم میرے ہو۔

عدالت:۔ سورۂ اعراف میں فرماتا ہے وممن خلقنا امۃ
یھدون بالحق وبہ یعدلون (ہم نے ایسی امت
بھی پیدا کی ہے جو حق کے ساتھ ہدایت کرتے ہیں اور حق کے ساتھ
ہی انصاف کرتے ہیں۔ اور رسولؐ نے فرمایا اقضاکم علی (علی
تم میں سب سے زیادہ انصاف کرنے والے ہیں۔

ان فضائل میں اہلبیت کے ساتھ دوسرے بھی شریک ہوسکتے

Presented by www.ziaraat.com

ہیں۔ مگر انکے اخلاق کا عروجی نقطہ کسی راہرو کے قدم کو مس نہیں کرتا۔ اسکے علاوہ مدت العمر صراط مستقیم پہ قائم رہنا سوائے اہلبیت اطہار کے کسی دوسرے پر ثابت نہیں۔

رسولؐ سے زیادہ اسکی جانچ کرنے والا اور کون ہو سکتا تھا کہ یہ فضائل چہارگانہ علیؑ میں ہیں یا نہیں اگر ذراسی کمی بھی ہوتی تو آپکی حق کی ترجمانی کرنیوالی زبان پہ انکی مدح ہرگز جاری نہ ہوتی۔ پس جب یہ فضائل چہارگانہ جو تمام محسن اخلاق کی جڑیں ہیں اہلبیت کیلئے ثابت ہو گئے تو انکے انواع میں انکا کمال خود بخود ثابت ہو گیا کیونکہ انہی کے مجموعہ کا نام فضائل چہار گانہ ہے۔

اب ہم مختصراً ان فضائل میں سے بقدر وسعت رسالہ چند چیزوں کو بیان کرتے ہیں۔ ان سب میں افضل و اعلیٰ علم ہے۔ کیونکہ بغیر علم کوئی فضیلت حاصل ہو ہی نہیں سکتی۔ لیکن علم کے تمہیداً ہمیں کچھ بیان کرنا ہے۔

علم اہلبیت

علم دو طرح کا ہوتا ہے ایک وہبی دوسرے کسبی۔ وہبی وہ علم ہے جو خدا اپنے برگزیدہ بندوں کو بذریعہ وحی و الہام عطا فرماتا ہے اس میں غلطی کا امکان نہیں ہوتا کیونکہ معلم کا علم عین ذات ہے۔ نقصان کو اس میں راہ نہیں متعلم معصوم ہے۔ سہو و نسیان سے مبرا

اور نہ ان کا علم ہی کامل ہوتا ہے۔ لہٰذا ایسی تعلیم قابل اعتماد نہیں ہوتی۔ انسانی نظریئے آئے دن بدلتے رہتے ہیں۔ نتائج جن قیاسات کی بناء پر برآمد کئے جاتے ہیں وہ قیاسات کے صحیح نہ ہونے کی بناء بے شمار غلطیوں کی آماجگاہ بنا ہوا ہے

ہمارے تمام ائمہ کا علم وہبی تھا انھوں نے دنیا کے کسی مدرسہ میں تعلیم نہیں پائی تھی کیونکہ انکی فطرت کاملہ تھی لہٰذا فیوض ربانی کی شعاعیں بطن مادر ہی سے ان پر پڑنے لگتی تھیں۔ وہ ایمان و معرفت کا نور اپنے قلوب میں خدا کے یہاں سے لیکر آتے تھے۔ اور یہاں جو کچھ لے کر آتے تھے وہ انہی سر چشمہ کمال سے جن کے پیکروں پر عصمت کا سایہ تھا اور جن کی زبان لسان صدق کہلاتی تھی۔ لہٰذا انکے علوم میں وساوس شیطانی کو راہ نہ تھی۔ نہ فلسفیانہ قیاسات کا وہاں گذر تھا۔ وہاں تو حقائق و معارف کا دریا سینوں میں موجزن تھا۔ بہت سے علوم الہیہ ایسے تھے جو سینوں سے سینوں تک پہنچتے تھے۔ قرآن کریم کی اصلی تفسیر انہی کے صدور منورہ میں تھی۔

اس سلسلے میں یہ بھی بیان کرنا ضروری ہے کہ اسلام میں سب سے مقدم جس علم کی تحصیل ہے وہ علم دین ہی ہے۔ یعنی جو جو احکام سرکار دو عالم بوحی الٰہی کتاب خدا یا احادیث کی صورت میں بیان کئے انکا علم

Presented by www.ziaraat.com

اسس میں اصول دین و فروع دین مسائل معاش و معاد سب داخل ہیں اسکے بعد بقدر ضرورت دیگر علوم کی تحصیل ہے۔ لیکن بحیثیت وجوب نہیں۔ بلکہ بحیثیت مباح جسکو ضرورت ہو سیکھے نہ ضرورت ہو نہ سیکھے۔ لیکن علوم دین کی تحصیل واجب ہے۔

علوم دین میں سب سے اعلیٰ علم الہیات وکائنات کے علم کے اسرار سے آگاہی ہے تاکہ معرفت تامہ حاصل ہو ورنہ بغیر معرفت تمام عبادات و اعمال بے کار۔ حضرت سراللہ فی العالمین خطیب منبر سلونی نے اسی لئے ارشاد فرمایا ہے۔ اول الدین معرفۃ (دین میں سب سے اول چیز معرفت ہے۔) یہی وجہ ہے کہ ہمارے ائمہ کرام نے سب سے زیادہ تعلیم ان ہی علوم کی دی جن کا تعلق دین سے تھا اگرچہ اور تمام علوم وہ بالہام ربانی تمام ابنائے روزگار سے بہتر جانتے تھے لیکن انکی تعلیم کو اپنے اوپر لازم قرار نہ دیا۔ البتہ علوم دین کی تعلیم کو ہر حالت میں اپنے لئے واجب سمجھا

سرکار دوعالم کی وفات کے بعد چونکہ مسلمان بری طرح مادیت کی دلدل پھنس گئے تھے اور علوم دین سے روز بروز نا آشنا ہوتے چلے جاتے تھے۔ اول تو یہ تعلیم انکے قلوب میں راسخ ہی نہ ہوئی تھی پھر فتوحات ملکی کے شوق نے رہی سہی توجہ بھی اسس طرف سے ہٹا دی لہٰذا وہ کورے کے کورے ہی رہ گئے نتیجہ یہ ہوا کہ دیگر اقوام کے عالموں نے اپنی فلسفیانہ تقریروں سے

انکے اسلامی عقائد میں زلزلہ ڈالنا شروع کر دیا۔ اسکی روک تھام بہت ضروری تھی۔ لہٰذا ہمارے ائمہ نے اپنا زیادہ وقت انہی بگڑے عقائد کو درست کرنے اور فلسفہ اسلام کو صحیح صورت میں پیش کرنے میں صرف کیا۔ ان کے خطبات انکی مناجاتیں انکے توقیعات اسی وجہ سے الہیات کے مسائل سے پر ہیں۔ تاکہ مسلمانوں کے عقائد میں جو غلط چیزیں شائل ہو گئی ہیں ان کا سدباب ہو جائے۔ افسوس ہے کہ زمانے کی کج رفتاری نے انکی تعلیم کو پس پشت ڈال دیا اور انکی بات پر کسی کو کان لگانے کا موقع نہ آنے دیا۔ سلطنتوں کی شدید مخالفت، حکام وقت کی انتہائی دشمنی۔ پبلک کا تعصب ان کی تعلیم کے نشر میں رکاوٹیں پیدا کرتا رہا۔ تاہم انھوں نے ہر زمانے میں اپنے ہر فرض کو پورا کیا جو وقت اور جہاں کہیں موقع ملا۔

اہلبیت صحیح معنوں میں صاحبان حکمت تھے

حقیقت یہ ہے کہ علم ہی کا دوسرا نام حکمت ہے اگر علم صحیح نہ ہو یا اپنے کمال تک نہ پہنچا ہو تو حکمت نظری اور عملی بے معنی الفاظ بنکر رہ جائیں۔ انسانی فکر رویت کو جو کچھ قوت پہنچتی ہے وہ علم سے اور عمل کے پیکر میں خون دوڑتا ہے تو علم سے بے علم حکیم نہیں ہو سکتا اور حکیم بے علم حکیم نہیں بن سکتا۔

Presented by www.ziaraat.com

اخلاق میں سب سے بڑا مرتبہ حکمت کا ہے۔ اسی لئے فضائل چہارگانہ میں اسکو پہلا نمبر دیا گیا۔ حضرت رسولؐ خدا علم کا شہر اور حکمت کا گھر تھے اور اس شہر اور گھر کا دروازہ آپ نے حضرت علیؑ کو قرار دیا تھا۔ جس طرح شاندار دروازے سے شہر اور گھر کا وقار قائم رہتا ہے اسی طرح علوم نبویہ کا وقار علیؑ کی وجہ سے دنیا میں باقی رہا۔ جس نے اس دروازے سے علم حاصل نہ کیا وہ دین کے صحیح علم سے بے بہرہ رہا۔ اور حقائق اسلام اسکی نگاہوں سے روپوش رہے۔ کیونکہ اخلاق کا پہلا رکن حکمت ہے۔ اس لئے غلط علوم کے اسلام میں رواج پانے ہی اخلاق کے ارکان میں زلزلہ آگیا اور صراط مستقیم یا سیدھا خط جس کا بیان پہلے کیا گیا ہے لوگوں کے قدم کے نیچے سے نکل گیا ہے اور افراط تفریط کے پر خار ریگستانوں میں دوڑ دھوپ کرنے لگے بہ نسبت افراط کے تفریط کی طرف زیادہ میلان ہوا اور اسی جہالت نے پھر وہ کرشمے دکھائے کہ اسلام کی صورت ہی مسخ ہو گئی۔ مسلمانوں کے اخلاق ہی کچھ سے کچھ ہو گئے حکماء بے شمار ہوئے مگر اسلامی حکیم ڈھونڈا نہ ملا۔ یہ پہلی مصیبت تھی جو مسلمانوں پر نازل ہوئی۔

امیر المومنینؑ کے فضائل علمیہ اور مدارج حکمت کا بیان

حضرت علی علیہ السلام فطرۃً بڑے ذکی الطبع تھے جس کی بناء پر خلاق عالم نے ان کو علمی استعداد و قابلیت اعلیٰ درجے کی عطا کی تھی۔ پھر سونے پر سہاگہ یہ کہ حضرت علیؑ کو روز ولادت سے سرور انبیاء کی تربیت کا شرف حاصل رہا اور آنحضرت نے انکی تربیت میں سعیٔ بلیغ فرمائی۔ حقیقت یہ ہو کہ جناب امیرؑ کو علم و فضل۔ اخلاق و خصائل میں آنحضرت کا ایک معجزہ خیال کرنا چاہیئے کہ جس علم کے متعلق دیکھا جائے علیؑ اس میں کامل نظر آتے ہیں۔ یہ مرتبہ صحابہ میں سے کسی کو نہ ملا۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ اول تو اکثر صحابہ آنحضرت کی صحبت بابرکت میں اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ گزار کر آئے تھے اور جناب امیرؑ بچپن ہی سے آپکی صحبت میں رہے۔ پھر دیگر صحابہ کو ہر وقت آپکی خدمت میں حاضر رہنے کا شرف حاصل نہ تھا۔ گاہ گاہ باریابی کا موقع ملتا تھا۔ برخلاف جناب امیرؑ کے کہ آپ خلوت و جلوت میں ہر وقت حضورؐ کے پاس رہتے تھے۔ اس لئے کہ آنحضرت فرمایا کرتے تھے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ اور یہ بھی فرمایا کہ جو شخص علم تک پہنچنا چاہتا ہو اسکو چاہیئے کہ اسی دروازے سے داخل ہو۔ جناب سلمان فارسی سے روایت ہو کہ آنحضرت نے فرمایا میری امت میں میرے بعد سب سے زیادہ علم والا علیؑ ابن ابی طالبؑ ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

کتاب استیعاب میں ابن عباس کا یہ قول منقول ہے کہ علیؑ کو علم کی دہائیاں دی گئیں ہیں اور باقی کو دسویں حصہ میں شریک کیا گیا ہے۔ ایک جگہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ علم کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے چار حصے علیؑ کو دیئے گئے ہیں اور ایک حصے میں سب کو شریک کیا گیا ہے اس میں بھی علیؑ ان کے شریک ہیں۔ اور ان کا ان میں بھی سب سے زیادہ حصہ ہے۔

ابن عباس کا یہ قول بھی مشہور ہے کہ میرا علم علیؑ کے علم سے ماخوذ ہے اور علیؑ کا علم نبیؐ کے علم سے ہے اور نبیؐ کا علم خدا کے علم سے ہے۔ اور میرا اور تمام اصحاب محمدؐ کا علم انکے علم کے مقابل ایسا ہے جیسے سات سمندروں کے مقابل ایک قطرہ۔

دیلمی نے فردوس الاخبار میں ابن مسعود سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا۔ حکمت دس حصوں میں تقسیم کی گئی ہے اس میں نو حصے علیؑ کو ملے ہیں اور ایک حصہ اور لوگوں کو۔

امام رازی نے اپنی کتاب اربعین میں لکھا ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ حضرت رسولؐ خدا نے مجھے ہزار باب علم کے تعلیم کیئے۔ اور ہر باب سے ہزار ہزار باب میرے اوپر اور کھل گئے۔

احمد حنبل نے سعید بن مسیب سے نقل کیا ہے کہ آنحضرتؐ کے صحابہ میں ایک صحابی بھی ایسا نہ تھا جو یہ کہہ سکتا ہو کہ جو چاہو مجھ سے پوچھ لو۔ علم قرآن حضرت علیؑ سے زیادہ کسی صحابی کو نہ تھا

طبرانی نے اوسط میں جناب ام سلمہ سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا کہ علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس آجائیں۔ احمد حنبل نے حضرت عمر سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ خدا حضرت سے فرماتے تھے کہ تم ان سب سے زیادہ خدا کی آیتوں کا علم رکھنے والے ہو۔

حضرت علیؑ توریت، انجیل اور زبور کے بہت بڑے عالم تھے۔ امام فخر الدین رازی نے آپ کا یہ قول اپنی کتاب اربعین میں نقل کیا ہے۔ اگر میرے لئے مسند حکومت بچھا دی جائے تو میں اہل توریت کیلئے انکی توریت سے اور اہل انجیل کیلئے ان کی انجیل سے اور اہل زبور کیلئے انکی زبور سے اور اہل قرآن کے لئے ان کے قرآن سے اس طرح فیصلہ کروں گا کہ ہر کتاب اپنے منہ سے بول اٹھے گی۔ کہ علیؑ نے میرے بارے میں وہی حکم کیا ہے جو خدا کا حکم ہے۔ علم تفسیر میں بھی کوئی علیؑ کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔

استیعاب میں علامہ ابن عبد البر نے عبداللہ بن عباس کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جب ہم کو حضرت علیؑ سے تفسیر قرآن کے متعلق کوئی بات ثابت ہو جاتی تھی تو پھر دوسرے سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہتی تھی۔ علم قرأت میں بھی آنحضرتؐ کا مرتبہ سب سے افضل ہے۔ تمام اہل سیر کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت علیؑ نے آنحضرت

Presented by www.ziaraat.com

کے عہد مبارک میں تمام قرآن آنحضرت کو حفظ کر کے سنا دیا تھا

علم حدیث میں بھی سب سے زیادہ علیؑ کو علم تھا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ سب سے زیادہ آپ کو آنحضرت کی خدمت میں رہنے کا موقع ملا تھا۔ چنانچہ صواعق محرقہ میں آپ کا یہ قول نقل ہو کہ جب لوگوں نے آپ سے یہ سوال کیا کہ آپ سب سے زیادہ احادیث رسول نقل کرتے ہیں اسکی کیا وجہ؟ فرمایا میرا حال یہ تھا کہ جب میں آنحضرت سے کوئی بات دریافت کرتا تھا تو آپ بیان فرماتے تھے اور جب چپ رہتا تھا تو آنحضرتؐ خود بیان کرنے لگتے تھے اسی طرح علم فقہ۔ علم الفرائض۔ علم الکلام۔ علم تصوف۔ علم نجوم علم فصاحت و بلاغت علم شعر، حاضر جوابی۔ علم الکتاب۔ علم تعبیر رویا علم جفر والجامعہ۔ علم الحساب۔ علم ہیئت وغیرہ میں آپ کا پایہ سب سے بلند تھا۔ کتاب ارجح المطالب میں ان سب کے متعلق احادیث و روایات درج ہیں۔

اب آپ غور کریں کہ جس شخص کو تمام علوم میں ید طولیٰ حاصل ہو اس سے بڑھ کر حکیم کون ہو سکتا ہے اور شخص کی فکر و نظر میں کیسے غلطی ہو سکتی ہے۔ غلطی اسی وقت ہوتی ہے جب انسان کو کسی امر کے متعلق صحیح علم نہیں ہوتا۔ دنیا میں بڑے بڑے فلاسفر اور حکماء کہلاتے ہیں انھوں نے جو نظریئے علوم و فنون کے متعلق پیش کئے ہیں ان پر دنیا والوں کو ہزار ہا اعتراض ہیں۔ کیا وجہ ہو کہ وہ آئے

دن بدلتے رہتے ہیں۔ اسکی خاص وجہ یہی ہے کہ ان کو حقائق کائنات کا صحیح علم نہیں ہوتا۔ قیاسات سے جوڑ توڑ لگا کر جو چاہتے ہیں خیالی ڈھونگ اٹھا کھڑا کرتے ہیں۔ برخلاف اسکے جسکو حقائق و معارف کا صحیح علم ہو جس نے خدا و رسولؐ سے تعلیم پائی ہو وہ نتائج نکالنے میں ہرگز غلطی نہیں کر سکتا۔ اور اسکی فکر و رویت اپنے صحیح مرکز سے ہٹ نہیں سکتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ دنیا نے اس سرچشمۂ فیض و ہدایت سے بہت کم فائدہ اٹھایا۔ آنحضرت کے بعد دنیائے اسلام میں مادیت پرستی کا ایسا زبردست سیلاب آیا کہ اس نے دینی تعلیم کی طرف سے بالکل پیٹھ پھیر لی۔ اور جہاں سے یہ سرمایہ ان کے ہاتھ آسکتا تھا ان سے اپنا تعلق ہی باقی نہ رکھا۔ ایسی صورت میں آنحضرت اپنے علوم کا نشر کیونکر کرتے۔ جبکہ ارباب حکومت کے سامنے اسلامی زندگی کا اہم مقصد ہی کچھ اور تھا۔

یہ اسی حکیم ربانی کا کام تھا کہ ایسے پرآشوب زمانے میں بھی جب موقع ملا لوگوں کو ہدایت کر دی۔ آپ کا عہد سلطنت ایسی حالت میں گزرا کہ دشمنوں نے ایک دن چین سے حکومت نہ کرنے دی۔ تاہم آپ نے اپنے اس اہم فریضہ کو ایسے سخت اوقات میں بھی بھلایا نہیں۔ ہر روز نماز ظہر کے بعد آپ جو خطبے ارشاد فرماتے تھے وہ علوم و فنون کا بے بہا خزانہ ہوتے تھے۔

Presented by www.ziaraat.com

آپ کو لوگوں کے عقائد درست کرنے اور احکام دین پر صحیح عمل کرانے کی ہر وقت فکر رہتی تھی۔ آپ سے پہلے حکمرانوں کے عہد میں مسلمانوں کی علمی اور عملی زندگی میں جو خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں آپ ان کو دور کرنا چاہتے تھے مگر افسوس کہ زمانہ علیؑ کے نقش قدم پر چلنے کو تیار نہ تھا۔

علیؑ کے حکیمانہ اقوال حکیمانہ نظریئے حکیمانہ مباحث آج بھی موجود ہیں۔ کسی حکیم کی مجال ہے کہ ان کو غلط ثابت کر دے۔ الہیات کے متعلق۔ اخلاق کے متعلق۔ فلسفہ کائنات کے متعلق دین و دنیا کے متعلق۔ قضا و قدر کے متعلق۔ اسرار فطرت کے متعلق سیاست و امارت کے متعلق جو بیانات علیؑ کے ہیں کسی حکیم کسی فلاسفر کسی ریفارمر کسی سیاست داں میں یہ طاقت ہے کہ انھیں غلط ثابت کر کے انکی جگہ اپنے نظریئے رکھدے۔

دنیا کے آئین حکومت آئے دن بدلتے رہتے ہیں۔ مگر علیؑ کا نظام حکومت ایسا ہے جس میں تغیر تبدل کو راہ ہی نہیں وہ بدلنے والی چیزیں ہی نہیں۔ جب دنیا ہوش میں آئیگی اور ان پر غور کریگی تو یقیناً ان کو اپنانے کی کوشش کریگی۔

بہر حال ان تمام بیان سے ہمارا مقصود یہ تھا کہ علیؑ حکیم اسلام ہیں اور اس حکمت کے مالک ہیں جنکو فضائل چہارگانہ میں پہلا نمبر دیا گیا ہے۔

اس میدان میں علیؑ کا قدم نہ جانب افراط پایا جاتا ہے نہ جانب تفریط۔ بلکہ اسی وسطی اور اعتدالی خط پر ہے جو صراطِ مستقیم ہے۔ اس خط سے اگر بال برابر ہٹ جاتے تو پھر علی علیؑ نہ رہتے۔ جب لوگوں نے معاویہ کی انتہائی چالاکیاں جو بظاہر دنیا والوں کی نظر میں اسکی دانائی پر مبنی تھیں جب حضرت کے سامنے بیان کیں تو آپنے فرمایا کہ معاویہ مجھ سے زیادہ چالاک نہیں مگر یہ چیز میرے لئے زیبا نہیں۔ چالاکی رذالت میں شامل ہے نہ کہ فضیلت میں۔

اس مختصر بیان کے بعد اب ہم اپنے دیگر ائمہ کی حکمت و علمی برتری کے متعلق اپنے ناظرین کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔

امام حسنؑ کے فضائل علمیہ

امام حسنؑ بھی اسی گلستان فضل و کمال ایک لہکتے مہکتے پھول تھے جسکو قدرت نے علم و حکمت کے پانی سے سینچا تھا۔ اور جو رحمت و برکت کی پر نور فضا میں لہلہایا تھا۔ عصمت جس پر پہرہ دار تھی اور نبوت جس کی نگہبان۔ اس شہزادہ کونین نے نبوت کی زبان چوسی تھی۔ اور امامت کی آغوش میں پلا تھا۔ اپنے پدر بزرگوار کی طرح امام حسنؑ کا سینہ بھی حکمت الہیہ کے انوار سے منور تھا۔ ان کا قدم بھی صراط مستقیم سے نہیں ہٹا۔ اور حکمت افراطی یا تفریطی کسی خط کی طرف انکی توجہ کبھی ہوتی ہی نہیں۔ حکومت الہیہ کی

Presented by www.ziaraat.com

مدت العمر تک تبلیغ کرتے رہے۔

ان کو مقدمات ترتیب دیکر صحیح نتیجہ نکالنے میں ایک خداداد ملکہ تھا۔ اسی وجہ سے وہ خطائے فی الفکر اور لغزش عمل سے زندگی کے ہر شعبہ میں محفوظ تھے۔ امیر المومنینؑ اکثر اوقات ان قضایا کا فیصلہ جو اسلامی حکومت حضرت علیؑ کے پاس بھیجدیا کرتی تھی حضرت امام حسنؑ کے حوالے کر دیا کرتے تھے۔ کبھی ایسا نہ ہوا کہ کسی غلط فیصلے پر آپ کو ٹوکا گیا ہو۔ اس سلسلے میں چند واقعات سنئے۔

(۱) امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت عمر کے سامنے ایک شخص لایا گیا جسکے ہاتھ میں خون آلود چھری تھی۔ اسکو گرفتار کرنے والوں نے بیان کیا کہ فلاں خرابے میں ایک شخص کا سر کٹا ہوا ہے۔ ہم نے اس قاتل کو اسکے پاس کھڑا دیکھا تھا۔ حضرت عمر نے اس سے پوچھا کہ کیا تو اس کا قاتل ہے۔ اس نے اقرار کر لیا۔ عمر نے اسکے قتل کا حکم دیدیا۔ تھوڑی دیر میں اک اور شخص آیا اور کہنے لگا اسے چھوڑ دیجئے اس مقتول کا قاتل میں ہوں۔ اسے چھوڑ دیجئے یہ سنکر حضرت عمر حیران ہو گئے جب کوئی بات سمجھ میں نہ آئی تو یہ قضیہ امیر المومنینؑ کے پاس بھیجا۔ آپنے پہلے شخص سے پوچھا کیا تو اس کا قاتل ہے اس نے کہا امیر المومنینؑ اصلی معاملہ یہ ہے کہ میں ایک قصاب ہوں ایک مقام پر بکری ذبح کر رہا تھا کہ مجھے پیشاب کی حاجت ہوئی خون بھری چھری لے کر اس خرابے

میں استنجا کرنے کیلئے چلا گیا وہاں ایک شخص کو مقتول پایا میں اسے دیکھ رہا تھا کہ کچھ لوگ پہنچے اور مجھے گرفتار کر لیا۔ جب میں خلیفہ کے سامنے پہنچا تو میں نے اسوجہ سے اقرار کر لیا کہ قتل کرنے کے تمام قرائن پائے جا رہے ہیں۔ ایسی صورت میں میرا انکار کون سنے گا لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں نے اسکو قتل نہیں کیا۔ اب آپ نے دوسرے شخص سے پوچھا۔ کیا تو اس کا قاتل ہو اس نے کہا ہاں۔ میں چاہتا تھا کہ ایسی جگہ بھاگ کہ کسی کو پتہ نہ چلے لیکن جب ایک بے گناہ کو اس جرم میں ماخوذ پایا تو میری حمیت نے گوارا نہ کیا کہ میں اصلی قاتل تو بچ جاؤں اور ناکردہ گناہ قتل کر دیا جائے اس بناء پر میں نے اقرار کر لیا۔ حضرت نے امام حسنؑ سے فرمایا بیٹا تم اس کا فیصلہ کرو۔ آپنے فوراً فرمایا کہ ان دونوں کو چھوڑ دیجئے اور اس مقتول کا خون بہا بیت المال سے دیا جائے۔ حضرت نے پوچھا کیوں؟ فرمایا ایک تو بے گناہ ہے دوسرا اصل جو قاتل ہے وہ اس لئے چھوڑ دینے کے قابل ہے کہ اس نے ایک بے گناہ کی جان بچائی اور خدا فرماتا ہے۔ من احیاھا فکانما احیا الناس جمیعاً (جس نے ایک نفس کو زندہ کیا اس نے گویا کل آدمیوں کو زندہ کیا۔

اس واقعہ سے آپ کو معلوم ہوگا کہ معاملات کا فیصلہ قیاسات پر نہیں ہوتا تھا بلکہ حقائق پر ہوتا تھا اور ہر اپنے فیصلے کے برحق ہونے کا ثبوت قرآن سے دیدیا جاتا تھا۔ اگر قرآن کریم ان حضرات کے

Presented by www.ziaraat.com

سینوں میں محفوظ نہ ہوتا تو جس طرح تک بے تک فیصلے د
والے کیا کرتے ہیں یہ بھی کرتے۔ دوسرے یہ امر بھی قابل غور
کہ ان حضرات کی وجہ سے کتنے بے گناہوں کی جانیں محفوظ ہو
اور کتنے ناکردہ کار سزا سے بچ گئے۔

اگر حکمت الہیہ کا تعلق صحیح میں دوسروں سے ہوتا تو وہ
علمی مسائل کے حل کرنے۔ مشکل قضایا کے فیصلہ کرنے میں عجز و
وقصور کا اقرار نہ کرتے کیونکہ یہ ارباب حکومت کیلئے شرمناک
ہے کہ وہ رعایا کے معاملات کو ٹھیک طور سے فیصل نہ کر سکیں۔
وجہ ہے کہ خلاق عالم نے اپنی حکومت کبھی جاہلوں کے سپرد کی ہی
طالوت کی بادشاہت پر جب بنی اسرائیل نے اس بنا پر اعتر
کیا کہ وہ کوئی مالدار آدمی نہیں تو ان کے نبی نے بتایا کہ خدا نے ا
انتخاب اس لئے کیا ہے کہ علم و قوت میں وہ تم سے زیادہ ہے
سے معلوم ہوا کہ حاکم وہی ہو سکتا ہے جو صاحب علم و فضل ہوتا
منشائے الہی کے مطابق اپنی رعایا پر حکومت کرے۔ چا
مکاری، فریب کا نام علم نہیں۔

(۲) ایک شامی نے جو معاویہ کا سکھایا پڑھایا تھا مسلما
کے بھرے مجمع میں امام حسنؑ سے پوچھا۔ ایمان و یقین کے در
کیا فرق ہے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ جب حضرت دونوں کی تع
کرینگے تو میں لایعنی بحثیں چھیڑ کر حضرت کی لاعلمی لوگوں پر ظا

کروں گا۔ اور اس طرح لوگوں کو آپ سے بدظن کر کے معاویہ کا پروپگنڈا کرنے کا موقع پالوں گا۔ حضرت نے سن کر فرمایا۔ ایمان ویقین کے درمیان چار انگل کا فرق ہے۔ اس نے کہا کیسے فرمایا کانوں سے جو سنا وہ ایمان ہے جو آنکھوں سے دیکھا وہ یقین ہے۔ اس نے پوچھا زمین و آسمان کے درمیان کتنا فرق ہے۔ فرمایا نگاہ کی لمبائی۔ اس نے پوچھا۔ مشرق و مغرب کے درمیان کتنا فاصلہ ہے فرمایا۔ سورج کے ایک دن کی رفتار۔

اب جوابات کی معنویت پر غور کیجئے۔ سائل ایک پکا دشمن اہلبیت ہے۔ اس کا مقصد امام سے فائدہ حاصل کرنا نہیں۔ بلکہ کج بحثی کرنا ہے۔ امامؑ کے جواب پر گہری نظر ڈالئے ایسا مسکت جواب ہر سوال کا ہے کہ اسے چوں چرا کا موقع ہی نہ ملا۔ ایک حکیم کا کلام ایسا ہی ہونا چاہئیے تھا۔ دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ ان سوالات کے جوابات امامؑ سے فی البدیہہ مانگے گئے۔ اگر کوئی دوسرا ہوتا تو گھبرا کے کچھ سے کچھ کہہ دیتا۔ لیکن جن کے سینوں میں علوم الہیہ موجزن ہوں اور جنھوں نے خطیب منبر سلونی کے آغوش میں پرورش پائی ہو انکے لئے مشکل سے مشکل سوال کا جواب بھی آسان ہے۔ آپ نے ایسی حالت میں جبکہ سوچنے کا موقع بھی نہ ہو وہ جواب دیئے کہ مخالف کو جائے دم زدن نہ تھی۔ یہ تھا علمی کمال اہلبیتؑ رسولؐ کا۔

(۳) ایک مرتبہ معاویہ مدینہ آیا اور امامؑ حسن سے ملاقات

Presented by www.ziaraat.com

کے وقت اس نے کہا اے بنی ہاشم کیا تمھارا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن میں ہر رطب و یابس ہے اور ان سب کا علم تم ہی کو ہے فرمایا بے شک۔ اس نے کہا اگر ایسا ہے تو بتاؤ میری اور تمھاری داڑھی کا ذکر قرآن میں کہاں ہے۔ حضرت امام حسنؑ کی داڑھی گھنی تھی اور معاویہ کی چھدری۔ آپ نے فرمایا کیوں نہیں۔ کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی۔ والبلد الطیب یخرج نباتہ باذن ربہ والذی خبث لا یخرج الا نکدا (پ الاعراف ع ۷) یعنی جو زرخیز اور اچھی زمینیں ہوتی ہیں وہ گھنی گھاس اگاتی ہیں اور جو خبیث اور شورہ زار ہوتی ہیں اس میں پیداوار بھی خراب ہی ہوتی ہے۔ اس میں لطیف اشارے ہیں ان کو ارباب ذوق ہی سمجھ سکتے ہیں۔ آپ اس واقعہ سے اندازہ کیجیے کہ امام علیہ السلام کو علم قرآن کس پایہ کا تھا

(۴) بادشاہ روم نے معاویہ سے دو باتیں دریافت کیں (۱) وہ کونسا مکان ہے جو وسط سما میں ہے (۲) وہ کونسی جگہ ہے جہاں ایک بار سورج چمکا ہے۔ معاویہ سے ان باتوں کا جواب کیا بن پڑتا۔ انھوں نے امام حسنؑ سے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا جو مکان وسط آسمان میں ہے وہ پشت کعبہ ہے اور وہ جگہ جہاں پر سورج ایک بار چمکا وہ دریائے نیل کا وہ مقام ہے جو حضرت موسیٰؑ کے عصا مارنے سے کھل گیا تھا۔

(۵) ایک اعرابی نے حضرت ابوبکر سے پوچھا کہ میں نے موسم حج

میں شتر مرغ کے انڈے بحالت احرام بھون کر کھائے۔ بتائیے مجھے کیا کفارہ دینا چاہیے۔ انھوں نے کہا اے عرب تو نے بڑا مشکل سوال کیا ہے۔ اچھا تو عمر کے پاس جا اور اس کا جواب ان سے لے وہ وہاں گیا۔ انہوں نے عبدالرحمٰن ابن عوف کے پاس جانے کی ہدایت کی۔ ان سے بھی جواب نہ بن پڑا تو حضرت امیرالمومنینؑ کے پاس بھیجا۔ آپ نے امام حسنؑ سے فرمایا تم اس کا جواب دو۔ آپ نے فرمایا اے اعرابی جتنے انڈے تو نے کھائے ہیں اتنی ہی اونٹنیاں گابھن کرا اور جو بچے ان سے پیدا ہوں وہ بیت اللہ کی نذر کر۔ حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا بیٹا اونٹنیوں کے حمل ساقط بھی تو ہو جاتے ہیں فرمایا بابا جان انڈے بھی تو گندے ہو جاتے ہیں۔

ایک روز معاویہ کی مجلس میں عمر عاص نے امتحاناً امام حسنؑ سے پوچھا کہ کرم و نجدہ و مروت میں کیا فرق ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کرم کی اصلی تعریف یہ ہے کہ سائل کو قبل از سوال دیا جائے۔ اور عوض کا خیال نہ ہو اور نجدہ کے معنی یہ ہیں کہ دشمنوں کو اپنے مکارم سے دفع کرتا رہے اور مقام مکروہات میں صبر کرتا رہے اور مروت سے یہ مراد ہے کہ آدمی اپنے دین پر نگاہ رکھے اور کثافت آلودگی سے اپنے نفس کی حفاظت کرے اور حقوق خدا اور خلق کو ادا کرے

ایک بار ایک شخص نے امام حسنؑ سے پوچھا کہ مخنث کی شناخت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا جس کے متعلق یہ معلوم نہ ہو کہ مرد ہے یا عورت

Presented by www.ziaraat.com

اور دونوں مقام اسکے ہوں پس تا بلوغ انتظار کریں۔ اگر اس کو احتلام ہو تو مرد ہے اور اگر حیض ہو اور پستان ابھر آئیں تو عورت ہے۔ اور اس سے ظاہر نہ ہو تو پیشاب کرتے وقت اسکی دھار سیدھی جاتی ہو تو مرد ہے اور اگر اونٹ کے پیشاب کی طرح گرے تو عورت ہے۔

اس نے کہا اچھا یہ بتائیے کہ وہ کونسی دس چیزیں ہیں۔ جو ایک دوسرے سے زیادہ سخت ہیں۔ آپ نے فرمایا پتھر کو خدا نے سخت بنایا ہے اور لوہے کو اس سے زیادہ سخت بنایا ہے۔ کیونکہ یہ پتھر کو توڑ دیتا ہے اور آگ لوہے سے زیادہ سخت ہے کہ اسے پگھلا دیتی ہے۔ اور پانی آگ سے زیادہ سخت ہے جو اسے بجھا دیتا ہے اور ابر پانی سے زیادہ سخت ہے کہ اس کا حکم پانی پر جاری ہے اور ہوا ابر سے زیادہ سخت ہے کہ اسکو حرکت دیتی ہے اور ہوا سے زیادہ سخت وہ فرشتہ ہے کہ جس کے ماتحت ہوا ہے اور اس فرشتہ سے زیادہ سخت ملک الموت ہے جو اسکی روح قبض کریگا اور ملک الموت سے زیادہ سخت موت ہے کہ خود ملک الموت بھی اس سے مرے گا۔ اور موت سے زیادہ سخت اللہ کا حکم ہے کہ اسی سے موت وارد ہوتی ہے اور دفع ہوتی ہے۔

ایک بار معاویہ نے آپکے جود وکرم کی شہرت ایک خط میں آپکو لکھا۔ لاخیر فی الاسراف (فضول خرچی میں نیکی نہیں) آپنے جواب

میں لکھا لا اسراف فی الخیر (نیکی میں فضول خرچی نہیں)

حضرت امام حسین علیہ السلام کے فضائل کا بیان

ایک بار معاویہ جبکہ وہ مدینہ آئے ہوئے تھے امام حسین علیہ السلام سے کہا کہ آپ آج منبر پر جاکر کچھ بیان کریں۔ اسکو خیال تھا کہ شاید آپ معاویہ کی تعریف میں کچھ بیان فرمائیں گے۔ پس آپ منبر پر تشریف لے گئے اور حمد نعت کے بعد فرمایا۔ لوگو آگاہ ہو کہ ہم وہ خدائی گروہ ہیں جو اہل ضلالت پر غالب آنے والے ہیں رسول کی عترت اور انکے قریبی رشتہ دار ہیں۔ ہم انکے طیب و طاہر اہلبیتؑ ہیں اور ثقلین میں سے ایک ہیں۔ ہم کو رسول اللہ نے ثانی کتاب اللہ قرار دیا ہے۔ وہ کتاب جس میں ہر شے کی تفصیل ہے۔ باطل نہ اسکے سامنے ہو نہ پیچھے۔ ہم اسکی تفسیر و تاویل جاننے والے ہیں۔ ہمارے سینوں میں اسکے حقائق پوشیدہ ہیں۔ ہماری اطاعت فرض ہے۔ ہماری اطاعت خدا کی اطاعت سے ملی ہوئی ہے قرآن کے متعلق جو پوچھنا ہے ہم سے پوچھو۔ ہم علوم کے بحر بیکراں ہیں۔

کتاب بہار الانوار میں اور نور الابصار۔ ارشاد القلوب وغیرہ میں جو خطبات الہیات وغیرہ کے متعلق ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ فصاحت بلاغت میں آپ کیا مرتبہ تھا اور الہیات کے مسائل کو آپ نے کس خوبی سے حل کیا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ امام حسینؑ قرآن و تفسیر و احادیث کے ایک بے پایاں عالم تھے۔ یزید کی بیعت کے سلسلے میں جب معاویہ مدینہ آیا تو بہت سے اصحابِ رسولؐ ان سے ملنے گئے۔ باتوں باتوں میں یہ ذکر چھیڑا کہ علم و فضل میں اسوقت یکتائے روزگار کون ہے۔ معاویہ چاہتے تھے کہ لوگ عبداللہ بن عمر کا نام لیں لیکن کسی نے اٹھ کر اس کا اظہار نہ کیا۔ بلکہ سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ امام حسین علیہ السّلام سے بہتر ہمیں کوئی نظر نہیں آتا اور کیونکر نہ ہو جبکہ انہوں نے زبان رسولؐ چوس کر پرورش پائی ہے۔ سینۂ رسولؐ سے ان کا سینہ ملا ہے۔ دوشِ رسولؐ پر وہ سوار ہوئے ہیں۔

امام زین العابدین علیہ السّلام کے فضائل علمیہ

حضرت کے علم و فضل کے سلسلے میں آپ کا کلام معجز نظام موجود ہے۔ معید، امام زہری، سعید بن مسیب، ابن حازم، سفیان بن عینہ اور ابوحمزہ ثمالی وغیرہ جو خیر التابعین کہلاتے ہیں اور اپنے زمانے کے علمائے کاملین میں سے تھے۔ امام زین العابدین کی شاگردی پر فخر کیا کرتے تھے۔ اور یہ کہا کرتے تھے کہ جب حضرت کی زبان سے علمی سرچشمے پھوٹتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ قلزم زخار کا ایک پر زور دھارا ہے۔

حضرت کے بیانات کو محفوظ کرنے میں ہماری دماغی قوتیں ناکارہ ثابت ہوئی تھیں۔ ان حضرات سے جو کچھ فائدہ مسلمانوں کو پہنچا وہ سب حضرت ہی کی تعلیم کا فیض تھا۔ امام زہری کہا کرتے تھے علی بن الحسینؑ سے بڑھ کر ہم نے کسی کو عالم و فقیہہ نہیں پایا۔ امام مالک کہا کرتے تھے۔ علی بن الحسینؑ ان صاحبانِ فضیلت میں سے تھے جن کی تعریف کرنا میری طاقت سے باہر ہے وہ بڑے ثقہ اور بڑے امین ہیں۔ بہت سی حدیثوں کے راوی ہیں۔ بڑے بلند مرتبہ، مقدس عابد اور خدا سے ڈرنے والے ہیں۔

ابن عباس آپکو دیکھ کر فرمایا کرتے تھے۔ مرحبا اے محبوب کے محبوب۔ سعید بن مسیب کا قول ہے۔ میں نے علی ابن الحسینؑ سے بڑھ کر کسی کو صاحب علم و زہد و تقویٰ نہیں پایا۔ حماد بن زید کہتے ہیں کہ میں نے تمام بنی ہاشم میں آپ سے زیادہ کسی کو صاحب علم و فضل نہیں پایا۔

صحیفہ کاملہ جس کو صحیفۂ سجادیہ بھی کہتے ہیں آپکے کمال علمی اور فضل باطنی کا کامل نمونہ ہے۔ اسکی عبارت، مضامین کی خوبی مناجات اور پر اثر فقرات کی خوبی پر غور کیا جائے

Presented by www.ziaraat.com

توامام زین العابدین کے علوم معرفت، ترک علائق، پاکیزگیٔ نفس، روشن دلی، زہد و پرہیزگاری وغیرہ کا پورا پتہ چلتا ہے۔ یہ وہ مقدس کتاب ہے جسکی عظمت و شان پر نظر رکھتے ہوئے علمائے فریقین نے اسکو زبور آل محمدؐ کا خطاب دیا ہے۔

حضرت محمد باقر علیہ السلام کے فضائل علمیہ

اسلام کے تمام مورخین و محدثین کا اتفاق ہے کہ جتنے علوم دین دنیا میں امام محمد باقر علیہ السلام سے ظاہر ہوئے وہ اولاد امام حسنؑ اور اولاد امام حسین علیہ السلام میں کسی اور سے نہیں ہوئے اسی وجہ سے حضرت کا لقب باقر ہے۔ جس کے معنی علم کے پھیلانے والے کے ہیں۔ علم تفسیر، علم کلام، احکام شرع اور علم فقہ وغیرہ نے آپ سے بہت رواج پایا۔

محمد بن مسلم کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں رہ کر تیس ہزار حدیثیں یاد کیں۔ جابر بن عبداللہ انصاری جو حضرت رسولؐ کے صحابہ میں ایک خاص مرتبہ رکھتے تھے۔ برابر حضرت کی خدمت آیا کرتے تھے اور مسائل دین پوچھا کرتے تھے۔ ذیل میں ہم واقعات حضرت کی تعلیم کے متعلق درج کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ عمر بن عبید نے جو فرقۂ معتزلہ کا امام مانا جاتا تھا امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا۔ اس آیت کا کیا مطلب ہے۔ اولم یرالذین کفروا ان السموات والارض کانتا رتقاً ففتقناھما (کیا کفر والے اس بات کو نہیں دیکھتے کہ آسمان اور زمین دونوں پہلے بستہ تھے ہم نے انکو شگافتہ کیا) آپ نے فرمایا آسمان بند تھا یعنی کوئی قطرہ آسمان سے زمین پر نہیں برستا تھا اور زمین بستہ تھی یعنی کسی قسم کی گھاس اس سے نہ اگتی تھی۔ جب اللہ نے حضرت آدم کی دعا قبول کی تو زمین شگافتہ ہوئی اور نہریں جاری ہوئیں درخت لہلہائے اور پھل پھول لائے۔ آسمان سے پانی برسا۔ پس رتق و فتق سے یہی مراد ہے۔

ایک بار طاؤس یمانی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا آدم کا ایک تہائی حصہ کب ہلاک ہوا۔ فرمایا ایسا تو کبھی نہیں ہوا بلکہ تم کو یہ پوچھنا چاہیئے کہ تمام انسانوں کا چوتھا حصہ کب ہلاک ہوا۔ ایسا اس روز ہوا جب ہابیل کو قابیل نے ہلاک کیا اس وقت چار آدمی تھے۔ آدم حوا ہابیل اور قابیل پس ہابیل کے قتل ہونے سے ایک چوتھائی کم ہوگیا۔

طاؤس یمانی نے پوچھا وہ کونسی چیز ہے جو تھوڑی تو حلال

Presented by www.ziaraat.com

تھی اور بہت حرام ۔ فرمایا وہ نہر طالوت تھی جس کا زیادہ پانی پینا
حرام تھا اور ایک چلو حلال ۔ اس نے پوچھا وہ کونسا روزہ تھا
جس میں کھانا پینا جائز تھا فرمایا وہ صوم صمت تھا جو حضرت مریم
نے رکھا تھا۔

یعنی انھوں نے اس روزہ میں کسی سے کلام نہ کیا تھا۔ طاؤس
نے پوچھا وہ کونسی چیز ہے جو کم ہوتی ہے زیادہ نہیں ہوتی۔ فرمایا وہ
عمر ہے۔ اس نے پوچھا وہ کونسی چیز ہے جو بڑھتی ہی گھٹتی نہیں۔
فرمایا وہ سمندر ہے۔ پھر پوچھا وہ کونسی چیز ہے جو ایک مرتبہ اڑی
تھی پھر نہ اڑی۔ فرمایا وہ کوہ طور ہے جو اٹھ کر بنی اسرائیل کے
سروں پر سایہ کی طرح آگیا تھا۔ اس نے پوچھا وہ کون
لوگ ہیں جنھوں نے سچی گواہی دی اور خدا نے اسکو جھوٹا سمجھا۔
فرمایا وہ منافقوں کی گواہی تھی جو انھوں نے حضرت رسولخدا کی
رسالت کے متعلق دی تھی مگر خدا نے اسکو جھوٹا قرار دیا۔ یعنی رسول
کی رسالت تو سچی تھی مگر منافقوں کا کہنا اس لئے جھوٹا تھا کہ وہ دل
سے نہیں مانتے تھے بلکہ صرف زبان سے کہتے تھے۔

ایک شخص نے مرتے وقت یہ وصیت کی کہ میرے مال سے
ایک ہزار درہم خانہ کعبہ کیلئے بھیجدینا۔ مرنیکے بعد اسکا وصی یہ رقم

لے کر مکہ آیا مگر حیران تھا کہ اسکو کیونکر صرف کرے۔ لوگ اسکو
ابن شیبہ کے پاس لے آئے اس نے کہا تم یہ روپیہ ہمکو دیدو تم
بری الذمہ ہو جاؤ گے وہ اس پر راضی نہ ہوا اور امام محمد باقرؑ
کی خدمت میں حاضر ہو کر مسئلہ دریافت کرنے لگا۔ فرمایا خانہ کعبہ
ان روپیوں کا محتاج نہیں بلکہ ایسے حاجی تلاش کرو جنکے پاس زاد
راہ یا سواری نہ ہو اور وہ اپنے گھر نہ پہنچ سکتے ہوں۔ پس یہ روپیہ
انکو دینا چاہیئے۔

ایک دن ابو خالد کابلی نے امام محمد باقرؑ سے پوچھا کہ اس
آیت میں فامنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا۔ نور
سے کیا مراد ہے فرمایا اس سے مراد ہم ائمہ خدا کی قسم ہم ہی نور خدا ہیں
جو اسکی طرف سے اترے ہیں اور ہم ہی زمین و آسمان میں نور خدا
ہیں جیسا کہ اس آیت میں ذکر ہے۔ اللہ نور السموات والارض
پھر فرمایا جب آیہ یوم ندعوا کل اناس بامامھم (اس روز
ہم آدمیوں کے تمام گروہوں کو انکے امام کے ساتھ بلائیں گے)
نازل ہوئی تو لوگوں نے حضرت رسولخدا سے پوچھا کیا آپ تمام
لوگوں کے امام نہیں ہیں۔ فرمایا میں لوگوں کیلئے تاقیامت رسول
ہوں۔ لیکن میری اولاد میں سے امام ہوں گے جو کہ میری طرح خدا

Presented by www.ziaraat.com

کی طرف سے معین ہوں گے۔ لیکن زمانے کے گمراہ لوگ ان کو جھوٹا سمجھیں گے۔ ان پر اور انکے تابعین پر ظلم کریں گے۔ بس وہی مجھ سے ہیں وہی میرے ساتھ روز قیامت بہشت میں ہونگے اور جن لوگوں نے ان پر اور انکے تابعین پر ظلم کیا ہوگا۔ وہ مجھ سے جدا رہیں گے۔

عبدالغفار نصرانی نے ایک بار امام محمد باقر علیہ السلام حسب ذیل سوالات کئے۔

سچا مسلمان کون ہے۔ فرمایا جس کی زبان سے مسلمان محفوظ رہیں۔ پوچھا کون سی عادت بہترین عادت ہے۔ فرمایا صبر۔ پوچھا کون مومن زیادہ کامل ہے۔ فرمایا جس کا خلق سب سے اچھا ہو پوچھا کون جہاد سب سے بہتر ہے۔ فرمایا جس میں مجاہد کے گھوڑے کے پاؤں کاٹ ڈالے گئے ہوں اور اس کا خون بہا دیا گیا ہو۔ پوچھا کونسی نماز سب سے بہتر ہے۔ فرمایا جس کا قنوت طولانی ہو۔ پوچھا کونسا صدقہ زیادہ بہتر ہے۔ فرمایا حرام چیزوں سے دور رہنا۔ پوچھا بادشاہوں کے پاس جانے کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا تمہارے لئے بہتر نہیں۔ پوچھا میں دمشق میں ابراہیم بن ولید بادشاہ شام کے پاس جانے کا قصد رکھتا ہوں۔ کوئی خ

خرابی تو نہیں۔ فرمایا بادشاہوں کے پاس جانا تین باتوں کیطرف مائل کرتا ہے۔ محبت دنیا، فراموشئ مرگ اور الٰہی تقدیر پر کم راضی ہونا۔ اس نے کہا چونکہ میں اہل وعیال رکھتا ہوں اس لئے کچھ نفع حاصل کرنے کیلئے وہاں جانا چاہتا ہوں۔ فرمایا ترک دنیا کیلئے نہیں کہتا بلکہ گناہوں کے ترک کرنے کا حکم دیتا ہوں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کے فضائل علمیہ

امام جعفر صادق علیہ السلام کا علم اس پایہ کا تھا کہ اسکی شہرت سن سن کر دور دور سے لوگ حضرت کی زیارت کو آیا کرتے تھے۔ کافروں، مشرکوں، ملحدوں اور زندیقوں سے آپنے بہت سے مباحثے اور مناظرے کئے۔ اگر ان سب کو لکھا جائے تو ایک ضخیم کتاب بن جائے۔ ان میں سے دو چار کا ذکر ہم بیان کرتے ہیں۔

ایک دہریہ سے مناظرہ۔ جعد ابن درہم نے اس زمانے میں جو فرقۂ دہریہ کا سردار تھا کچھ مٹی اور پانی ایک شیشہ میں رکھ چھوڑا تھا کچھ روز بعد اس میں کیڑے پیدا ہو گئے۔ اب اس نے کہنا شروع کیا کہ میں ان کا خالق ہوں۔ ایک دن وہ امام علیہ السلام کی خدمت آکر بھی یہی کہنے لگا۔ حضرت نے فرمایا اگر تو انکا خالق

Presented by www.ziaraat.com

ہے تو اتنا ہی بتا دے کہ ان میں نر کتنے ہیں اور مادہ کتنے اسنے کہا یہ تو میں نہیں جانتا۔ فرمایا اگر یہ نہیں جانتا تو اتنا کر کے دکھا دے کہ جو کیڑے ان میں سے ایک سمت کو جا رہے ہیں انھیں حکم دے کہ وہ پلٹ کر دوسری طرف کو چلے جائیں۔ اس نے کہا میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا۔ فرمایا اچھا یہ تو بتا دے کہ ان میں سے ہر ایک کا وزن کتنا ہے۔ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ فرمایا جب تجھے ان کے متعلق کوئی علم ہے نہ ان پر کوئی تصرف ہے تو پھر تو ان کا خالق کیسے ہو گیا۔

ابو شاکر دیصانی سے مناظرہ

ابو شاکر دیصانی جو وجود خدا کا منکر تھا ایک مرتبہ ہشام مصاحبِ امام سے کہنے لگا کہ قرآن مجید میں ایک آیت ایسی ہے جو ہمارے عقیدے کے مطابق ہے اور تمہارے عقیدے کے مخالف۔ انھوں نے کہا بھلا وہ کونسی آیت ہے۔ کہنے لگا۔ ھوالذی فی السماء الٰہ وفی الارض الٰہ یعنی وہ آسمان میں خدا ہے اور زمین میں خدا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دو خدا ہیں۔ زمین کا اور ہے آسمان کا اور ہے۔ ہشام نے چونکہ اس آیت پر غور نہیں کیا تھا اس لئے خاموش رہے۔ جب مدینہ آئے تو

امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس کا ذکر کیا۔ فرمایا اب جو وہ تم سے کہے تو کہنا تیرا نام کیا ہے وہ تبلائے گا پھر پوچھنا بصرہ میں تیرا نام کیا ہے وہ وہی نام تبلائے گا تم اسوقت کہنا کہ ایسا ہی ہمارا خدا بھی ہے کہ آسمان پر بھی خدا ہے اور زمین پر بھی خدا ہے اور خشکی وتری اور دشت وجبل میں بھی وہی خدا ہے۔ ہشام نے ایسا ہی کیا۔ اس نے کہا یہ جواب تمہارا نہیں یہ تو حجاز سے اونٹوں پر لد کر آیا ہے۔

ابو شاکر سے دوسرا مناظرہ

ایک روز ابو شاکر امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا۔ مجھے خدا کے وجود کا ثبوت دیجئے۔ حضرت نے فرمایا ذرا بیٹھ جا اتنے میں ایک لڑکا ایک مرغی کا انڈا ہاتھ میں لئے ہوئے ادھر سے گذرا۔ حضرت نے اسے بلایا اور انڈے کو اس سے لیکر اپنی ہتھیلی پر رکھا۔ پھر ابو شاکر سے فرمایا۔ دیکھو یہ ایسا مضبوط قلعہ ہے کہ جس میں کوئی دروازہ نہیں ہے اس کے اوپر بھی پتھر جیسی جلد ہے اور اسکے نیچے نرم وباریک جھلی ہے اور اسکے اندر سونے اور چاندی کے دو دریا بہہ رہے ہیں۔ لیکن نہ زردی سفیدی سے مل سکتی ہے نہ سفیدی زردی سے۔ نہ تو کوئی اصلاح کرنے والا اسکے اندر داخل ہوتا ہے اور نہ کوئی بگاڑنے والا اس سے باہر نکلتا ہے یہ بھی کسی

Presented by www.ziaraat.com

کو نہیں معلوم کہ اس سے پیدا ہونے والا بچہ نر ہوگا یا مادہ۔ پھر دیکھو یہ دفعتاً شق ہو جاتا ہے اور ایک خوشنما بچہ اس سے نمودار ہوتا ہے کیا تمہاری عقل اس بات کو مانتی ہے کہ یہ سب بغیر کسی مدبر یا صانع کے ہو رہا ہے۔ یہ سنکر ابو شاکر نے اپنا سر جھکا لیا اور کہنے لگا میں آج سے اپنے خیالات سے توبہ کرتا ہوں اور دین اسلام قبول کرتا ہوں۔

ایک مصری دہریہ سے مناظرہ

ایک بار مصر کا ایک دہریہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اس سے نام پوچھا اس نے کہا عبد الملک فرمایا کنیت کیا ہے اس نے کہا ابو عبد اللہ۔

امام:۔ یہ ملک جس کا تو بندہ ہے ملوک آسمان سے ہے یا زمین سے۔

دہریہ:۔ اس پر میں نے کبھی غور نہیں کیا۔

امام:۔ تو کبھی زمین کے نیچے گیا ہے۔

دہریہ:۔ نہیں۔

امام:۔ تو جانتا ہے اسکے نیچے کیا ہے۔

دہریہ:۔ مجھے اس کا علم نہیں۔

امام:۔ کبھی تو آسمان پر چڑھا ہے۔

دہریہ:۔ نہیں۔

امام:۔ تجھے معلوم ہے کہ وہاں کیا ہے۔

دہریہ:۔ نہیں۔

امام:۔ مشرق و مغرب کی بھی تو نے سیر کی ہے۔ اور انکے حدود کے آگے کا بھی حال تجھے معلوم ہے۔

دہریہ:۔ نہیں۔

امام:۔ تعجب کی بات ہے۔ جب تجھے نہ زمین و آسمان کا حال معلوم ہے نہ مشرق و مغرب کا۔ پھر خدا کے وجود سے انکار کیسے کر رہا ہے۔ ایک جاہل آدمی اتنا بڑا دعویٰ کیسے کر سکتا ہے ذرا غور تو کر یہ چاند اور سورج یہ رات اور دن جو ہمیشہ ایک طریقہ پر جاری ہیں کیا اپنی رفتار میں مجبور و مضطر نہیں ہیں۔ اگر وہ مجبور و مضطر نہ ہوتے تو ایک مرتبہ جا کر پھر واپس نہ آتے۔ اگر وہ مجبور نہیں تو کیوں دن کی جگہ رات اور رات کی جگہ دن نہیں ہو جاتا۔ تو کبھی آسمان و زمین کے متعلق یہ غور نہیں کرتا کہ کیوں آسمان زمین پر نہیں آ رہتا۔ کیوں زمین اسکے نیچے دب نہیں جاتی۔ کس نے انھیں تھام رکھا ہے۔ جس نے ایسا کیا وہی قادر مطلق ہمارا اور انکا خدا ہے یہ کلام سن کر وہ حیران ہو گیا اور اسی وقت کلمۂ شہادت

Presented by www.ziaraat.com

پڑھکر مسلمان ہوگیا۔

علمائے نصاریٰ سے مناظرہ ایک بار کچھ عیسائی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ اور حضرت محمدؐ مصطفےٰ رتبہ میں سب برابر ہیں. کیونکہ ان تینوں کو ایک ایک کتاب اور ایک ایک شریعت جداگانہ ملی ہے. حضرت نے فرمایا حضرت محمدؐ مصطفےٰ علم وفضیلت میں ان حضرات سے بڑھے ہوئے تھے کیونکہ خدا نے جو علم حضرت کو دیا ہے وہ کسی اور کو نہیں دیا۔ نصاریٰ نے نے کہا کسی قرآنی آیت سے اس کا ثبوت دیجئے۔ فرمایا سنو حضرت موسیٰ کیلئے فرمایا گیا (کتبت لہٗ فی الالواح من کل شئ) ہمنے تمام چیزوں میں سے اسکے لئے تھوڑا تھوڑا الواح میں لکھدیا ہے اور جناب عیسیٰ کے بارہ میں فرماتا ہے لابین لکم بعض الذی تختلفون فیہ (جن باتوں میں تم اختلاف کرتے ہو ان میں سے بعض کو میں بیان کرتا ہوں) اور حضرت رسولخدا کیلئے ارشاد ہوتا ہے۔ ونزلنا علیك الکتاب تبیاناً لکل شئ (میں نے تیرے لئے ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں ہر شے کی شرح اور بیان موجود ہے۔

ایک معتزلی کے سوالات اور حضرت کا جواب

عمر بن عبید معتزلی جو فرقۂ معتزلہ کا امام وقت تھا۔ ایک روز امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا۔ آپ گناہان کبیرہ کو آیات قرآنی سے بیان فرمائیے. فرمایا سن۔

(۱) سب سے بڑا گناہ شرک ہے۔ ومن یشرك باللہ فقد حرم علیہ الجنۃ (جس نے شرک کیا جنت اس پر حرام ہوگئی)

(۲) خدا کی سے مایوس ہونا۔ ولا یئیس من روح اللہ الا القوم الکافرون (خدا کی رحمت سے نہیں مایوس ہوتے مگر کافر)

(۳) عقوق والدین۔ وجباراً شقیا (نافرمان بیٹا جبار وشقی ہے)

(۴) خون ناحق۔ فجزاؤہ جہنم خالداً فیھا (ہمیشہ جہنم میں رہنا ناحق قتل کرنے والے کی سزا ہے)

(۵) شوہردار عورت کو زنا کی تہمت لگانا۔ لعنوا فی الدنیا والآخر ولھم عذاب الیم (ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے۔

(۶) مال یتیم کھانا۔ انما یاکلون فی بطونھم ناراً و

Presented by www.ziaraat.com

سیصلون سعیرا (وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں اور
عنقریب جہنم کی آگ میں جھونک دیئے جائیں گے)

(۷) معرکۂ جہاد سے بھاگنا ومن یولھم یومئذٍ دبرہٗ الا
متحرفا لقتال و متحیزا الی فئۃ باء بغضب من اللہ
وماواہ جھنم وبئس المصیر (جو انکی طرف سے منہ پھیرے
اس روز۔ سوائے اسکے کہ وہ لڑائی کے لئے پھرے یا کسی گروہ کے
درمیان جگہ لینے والا ہو پس اس پر خدا کا غضب ہے اور اسکی
جگہ جہنم ہے جو برا ٹھکانہ ہے)

(۸) سود کھانا الذین یاکلون الربوا یقومون کما
یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس (سود کھانے
والے ایسے لوگ ہیں جنھیں شیطان نے مس کرکے مخبوط الحواس
بنا رکھا ہو)

(۹) سحر کرنا۔ ولقد علموا لمن اشتراہ مالہٗ فی الاٰخرۃ
من خلاق (انھوں نے ایسا کام کیا کہ انکے لئے آخرت میں کوئی
حصہ نہیں)

(۱۰) زنا کرنا۔ ومن یفعل ذالک یلق اثاما ویخلد فیھا
مھانا (جو ایسا کرتے ہیں وہ سخت گناہ اور رسوائی سے دوچار ہوتے ہیں)

(۱۱) جھوٹی قسم کھانا یشترون بعھد اللہ و ایمانھم
ثمنا قلیلا اولئک لاخلاق لھم فی الاخرۃ (جو خدا کے
وعدے اور معاہدے کو اپنے تھوڑے داموں میں بیچ ڈالتے ہیں
ان کا کوئی حصہ اخلاق میں نہیں)

(۱۲) خرید و فروخت میں کمی بیشی کرنا ومن یغلل یات بما
غل بہ یوم القیامۃ (جتنی کوئی گھٹ بڑھ کرے گا قیامت
میں اسی کے مطابق گرفتار ہوگا۔

(۱۳) زکوٰۃ واجب کو نہ دینا فتکوی بھا جباھھم وجنوبھم
وظھورھم (گرم سونے اور چاندی سے انکی پیشانی پہلو اور پیٹھ کو
داغ دیا جائیگا۔

(۱۴) گواہی کو چھپانا ومن یکتمھا فانہ اٰثم قلبہ (جو اسے
چھپائے گا اس کا دل گنہگار ہے)

(۱۵) شراب پینا اور جوا کھیلنا انما الخمر والمیسر والانصاب
والازلام رجس من عمل الشیطان (شراب اور جوا وغیرہ
پلیدگی اور شیطانی کے کام ہیں)

(۱۶) نقض عہد اور قطع رحم لھم اللعنۃ ولھم سوء
الدار۔ (ان پر لعنت ہے اور انکے لئے برا گھر ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

(۱۷) عمداً نماز ترک کرنا۔

جب عمر بن عبید نے یہ باتیں سنیں تو بے اختیار ہو کر رونے لگا اور کہتا تھا بے شک جس نے اپنی رائے اور قیاس سے کام لیا اور آپ سے علم و فضل میں مقابلہ کیا وہ ہلاک ہوا۔

ابو العوجار سے مناظرہ

ابو العوجار ایک تو فطرۃً کج طبیعت واقع ہوا تھا۔ دوسرے حسن بصری کے ساتھ رہ کر اسکا عقیدہ اور خراب ہو گیا تھا تو ہمات اور قیاسات ہر وقت اسکے دماغ میں چکر لگایا کرتے تھے۔ یہ شخص دہریہ ہونے کے علاوہ منہ پھٹ اور بد زبان بھی پرلے سرے کا تھا۔ ایک بار امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ حاجی لوگ کب تک سرزمین مکہ کو اپنے پاؤں سے روندا کرینگے اور کہاں تک ان پتھروں اور ڈھیلوں کی پوجا پاٹ کئے جائینگے۔ کب تک بھاگے ہوئے اونٹوں کی طرح انکے چاروں طرف بھاگتے پھرینگے کیا یہ جاہل اور نادان لوگوں کے افعال نہیں۔ چونکہ آپ مسلمانوں کے امام اور بانیٔ اسلام کے فرزند ہیں لہذا آپ اسکے متعلق مجھے تسکین بخش جواب دیجئے۔

حضرت نے فرمایا اے شخص تو نے حقیقت امر پر غور نہیں کیا۔ حرم محترم خانہ کعبہ ہے جس کے ذریعے سے خدا اپنے بندوں کا امتحان لیتا ہے چونکہ یہ گھر اسکی طرف منسوب ہے۔ لہذا اسکی تعظیم بجا لانے اور زیارت کرنے کی تاکید ہے اور اسکو انبیاء کا مقام عبادت اور دینداروں کا قبلہ قرار دیا ہے۔ یہ گھر اسکی رحمت کا وسیلہ اور بخشش کا ذریعہ ہے۔ اس گھر کو اس نے خلقت دنیا سے دو ہزار برس پہلے پیدا کیا ہے۔ ہماری بندگی کی شان یہی ہے کہ ہم ہر حکم خدا کی پیروی کریں اور جس غرض سے اس نے خانہ کعبہ بنوایا ہے اس غرض کو پورا ہونے دیں۔

اس نے کہا مجھے نہایت افسوس ہو کہ آپ نے اس گھر کو ایسی ذات کی طرف نسبت دی ہے جس کے ماننے میں بھی مجھے تامل ہے۔ جو ذات غائب ہے اسکے وجود کا کیونکر یقین کر لیا جائے اور جب تک یقین نہ ہو اسکے احکام کی پابندی کیسی۔

حضرت نے فرمایا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔ وہ ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر ہے اور تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ وہ ہماری باتوں کو سنتا اور ہمارے وجودوں کو دیکھتا

Presented by www.ziaraat.com

اور ہمارے دل کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔

اس نے کہا اسکا ہر جگہ موجود ہونا ثابت تو کیجئے۔ اگر وہ زمین پر ہے تو آسمان پر کیسے گیا اور اگر آسمان پر ہے تو زمین پر کیسے آیا۔ حضرت نے فرمایا وہ ایک مکان میں محدود نہیں۔ کہ دوسری جگہ اس سے خالی ہو۔ یا کوئی جگہ اسکو گھیر سکے۔ اگر وہ کسی جگہ میں محدود ہو جائے تو پھر اس میں اور مخلوق میں فرق کیا رہے۔ اس نے پوچھا لیکن یہ کیسے ثابت ہو کہ وہ چیزوں کا خالق ہے۔ حضرت نے فرمایا ایسی بدیہی بات کیلئے بھی کچھ ثبوت کی ضرورت ہے بھلا میں تجھ ہی سے پوچھتا ہوں کہ تجھے کس نے بنایا اس نے کہا مجھے کسی نے نہیں بنایا۔ فرمایا کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی مصنوع بغیر کسی صانع کے وجود میں آسکے۔ یہ سن کر وہ گھبرایا اور بات کاٹ کر کہنے لگا خیر اسے تو جانے دیجئے کہ آپ جو حشر و نشر حساب و کتاب کے قائل ہیں اور بہشت و دوزخ کے قائل ہیں اس سے کیا فائدہ مرنے کے بعد آدمی خاک میں مل جاتا ہے یہ سب باتیں محض فرضی ہیں۔ حضرت نے فرمایا اگر بالفرض تیرا یہ کہنا صحیح ہے تو مرنے کے بعد ہمیں کوئی خوف نہیں اور اگر تیرا خیال غلط ہے تو پھر تیرے لئے نجات کی صورت نہیں ہم دونوں صورتوں میں بے خوف ہیں اب

تو ہی بتا اچھا کون رہا۔

یہ سن کر اس نے سر جھکا لیا اور کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولا میں نے آپ کا ارشاد مان لیا لیکن یہ بتایئے کہ قرآن میں ہے کہ اہل جہنم کی جب کھالیں جل جائینگی تو ہم ان کی کھال بدل دیں گے۔ بھلا یہ تو بتلایئے جن جلدوں نے گناہ کیا تھا جب وہ جل گئیں تو اب بھلا دوسری جلدوں کا کیا قصور۔ حضرت نے فرمایا۔ یہ پہلی ہی کھالیں ہونگی صرف انکی صورت الٹا پلٹی ہوگی۔ جس طرح کچی اینٹ کو توڑ کر اور پانی ملا کر پھر سانچے میں ایک نئی اینٹ بنالی جاتی ہے یہی حال اہل دوزخ کی کھالوں کا ہوگا اس نے کہا کہ اتنا اور بتا دیجئے کہ لوگوں کو مختلف امراض میں موت کیوں آتی ہے اگر سب ایک ہی بیماری میں مرا کرتے تو خرابی تھی۔ فرمایا اگر ایسا ہوتا تو لوگ اس مرض کے پیدا ہونے تک موت سے بےخوف ہو جاتے اور خدا کسی بندے کا موت سے بے خوف ہونا پسند نہیں کرتا۔

سفیان ثوری نے بہت کچھ تعلیم امام جعفر صادقؑ سے حاصل کی تھی لیکن پھر بھی انکے خلاف تھے اور اپنا رنگ الگ جمانا چاہتے تھے۔ ایک حضرت مسجد الحرام میں تشریف رکھتے تھے اور سفید

Presented by www.ziaraat.com

باریک لباس پہنے ہوئے تھے۔ سفیان نے اس لباس کو دیکھ کر اپنے ساتھیوں سے کہا میں جا کر رافضیوں کے اس امام کو شرمندہ کرتا ہوں یہ کہکر آپ کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے۔ کیا آپ کے جد امجد رسول خدا بھی ایسا ہی قیمتی لباس پہنا کرتے تھے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا اس قسم کے لباس میں کوئی ممانعت تو نہیں ہے۔ آنحضرت کے زمانے میں چونکہ بیشمار مسلمان انتہائی تنگدستی میں اپنی زندگی بسر کرتے تھے۔ لہٰذا اس اس خیال سے کہ انکی دل شکستگی نہ ہو آنحضرت بھی قیمتی لباس نہ پہنتے تھے لیکن اب چونکہ یہ بات نہ رہی لہٰذا ایسا لباس پہننے میں کوئی مضائقہ بھی نہیں۔ میں نے یہ لباس محض خدا کا شکر ادا کرنے لئے پہن لیا ہے ورنہ دیکھو اس کے نیچے کیسا موٹا کمبل پہنے ہوئے ہوں۔ اسکے بعد سفیان کا دامن جو موٹے کپڑے کا تھا ہٹا کر کہا دیکھو تم نے ریا کاری کیلئے اوپر تو موٹا بال دار کپڑا پہن رکھا ہے لیکن اس کے کیسا نرم اور قیمتی لباس پہن رکھا ہے جس سے تمھارے بدن کو راحت ملتی ہے۔ برخلاف اسکے میرے بدن میں یہ موٹے بال چبھتے ہیں اور بدن کو تکلیف ہوتی ہے۔ تم نے میرے ظاہر پر نظر کی لیکن اپنے باطن کو نہ دیکھا۔ سفیان شرمندہ ہو کر واپس

گئے۔ ان کے شاگردوں نے کہا اگر آپ کو انھوں نے شرمندہ کیا ہے تو ہم بھی بدلہ لئے بغیر نہ رہیں گے چنانچہ وہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے۔

شاگرد:۔ کیا زہد و ترک دنیا آپ کے نزدیک مذموم ہے۔

امام:۔ تمھارا مطلب اس کہنے سے کیا ہے۔

شاگرد:۔ مطلب یہ ہے کہ اگر آپ زہد کو اچھا سمجھتے تو ایسا عمدہ لباس نہ پہنتے۔

امام:۔ کیا اسکی ممانعت ہے۔

شاگرد:۔ ممانعت تو نہیں ہے۔ لیکن خداوند عالم نے حضرت رسول خدا کے ایسے اصحاب کی تعریف فرمائی ہے جو غیروں کو اپنے نفس پر ترجیح دیتے تھے۔ **یوثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصہ** (وہ اپنے نفس پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود تکلیف میں ہوں اور دوسری جگہ فرماتا ہے۔ **ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما واسیرا** (وہ خدا کی محبت میں مسکین و یتیم و اسیر کو کھانا دیتے ہیں)

امام:۔ یہ دونوں آیتیں تو ہم اہلبیت ہی کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ اور ہمارے حال کا بیان اس سے مقصود ہے۔ تم لوگ چونکہ

Presented by www.ziaraat.com

قرآن کی ناسخ و منسوخ آیتوں کو نہیں پہچانتے اسی لئے گمراہی
میں پڑے ہوئے ہو۔ یہ بات یاد رکھو۔ جن لوگوں کے حق میں یہ
آیات نازل ہوئی ہیں انکو ایسا کرنا حلال و مباح اور باعث اجر
و ثواب تھا لیکن پھر خدا نے مومنین کے حال پر رحم فرما کر یہ حکم
منسوخ کر دیا تاکہ انکے بال بچوں کو تکلیف نہ پہنچے۔ لوگ اسوقت
اگر ایک روٹی بھی ہوتی تھی تو اپنے کم سن بچوں اور بوڑھے ماں
باپ کا خیال نہ کر کے اسے راہ خدا میں دیدیتے تھے۔ چونکہ یہ امر
انکی ہلاکت کا باعث تھا اسی لئے اسکو منسوخ کر دیا گیا۔ اسی لئے
حضرت رسولخدا نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس کے پاس پانچ دانہ یا
پانچ درم یا پانچ روٹیاں ہوں اور وہ انھیں خرچ کرنا چاہے تو
اسے لازم ہے کہ ان میں سے ایک تو اپنے والدین کو دے دوسری
اپنے اہل و عیال کے خرچ میں لائے۔ تیسرے اپنے محتاج
رشتہ داروں کو دے چوتھی اپنے محتاج ہمسایوں کو بخشے پانچویں
کو راہ خدا میں خیرات دے یہ پانچواں مقام پہلے چاروں سے
پست رتبہ اور کم ثواب کا ہوگا۔

چنانچہ ایک مرد انصاری کے پاس چار پانچ لونڈیاں اور غلام
تھے ان کے سوا اور کوئی چیز اسکی ملکیت نہ تھی۔ اس نے مرتے

وقت ان سب کو آزاد کر دیا اور اپنے صغیر السن بچوں کے لئے
کچھ نہ چھوڑا۔ جب حضرت رسولخدا نے یہ حال سنا تو فرمایا کہ وہ اپنے
بچوں کو بھیک مانگنے کیلئے چھوڑ گیا اس نے بہت برا کیا اگر میں پہلے
سے یہ جانتا تو اسکو مسلمانوں کے قبرستان میں کبھی دفن ہونے نہ دیتا
خداوند عالم نے ایسے لوگوں کی [illegible]رمائی ہے جو فضول خرچی
نہیں کرتے اور کفایت شعاری اختیار کرتے ہیں۔ حضرت رسولخدا
نے فرمایا کہ میری امت میں چند ایسے لوگ ہیں جنکی دعائیں قبول
نہیں ہوتیں۔ اول وہ جو اپنے والدین کو نفرین کرے اور بد دعا
کرے۔ دوسرے جو اپنا مال دوسرے کو واپسی کی نیت سے قرض
دے اور اسکے متعلق نہ کوئی دستاویز لکھوائے اور نہ کوئی گواہ
بنائے اور جب لینے والا واپس نہ دے تو پھر اسکے لئے بد دعا
کرنے بیٹھ جائے۔ تیسرے جو اپنی عورت کو لعن اور نفرین کرتا
رہے۔ حالانکہ اسے خدا نے طلاق دینے کا پورا اختیار دیا ہے۔
چوتھے جو گھر میں بیٹھ رہے اور تلاش معاش نہ کرے اور خدا سے
سے حلال روزی طلب کرے خدا ایسے شخص سے فرماتا ہے کیا میں نے
تجھے کام کرنے کیلئے ہاتھ پاؤں نہیں دیئے اور روزی کمانے کی
راہیں نہیں کھول دیں۔ پانچویں جسکو خدا نے بہت سا مال عطا کیا ہو

Presented by www.ziaraat.com

اور وہ بے حساب لٹا کر مفلس بن جائے پھر خدا سے دعا کرے کہ مجھے روزی عطا فرما۔ خدا اسکے جواب میں فرماتا ہے کیا میں نے تجھے مال کثیر نہیں دیا تھا پھر تو نے اسراف کیوں کیا۔

ایک بار حضرت رسولخدا کے پاس کہیں سے سونا آیا آپ نے وہ سب صبح ہوتے ہی خیرات کر دیا۔ اسکے بعد ایک سائل آیا اور اس نے کچھ مانگا۔ آپکے ہاتھ میں کیا تھا جو دیتے۔ چونکہ حد درجہ نرم دل تھے اس لئے سائل کے ناکام جانے کا سخت ملال ہوا۔ خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔ **ولا تجعل یدک مغلولۃً الیٰ عنقک ولا تبسطھا کل البسط فتقعد ملوماً محسوراً**

(نہ تو تم اپنے ہاتھ کو گردن ہی میں باندھ لو یعنی کسی کو کوڑی نہ دو اور نہ اتنا کھول دو کہ ملول و غمگین بیٹھ رہو)

پس یہ تمام آیات اور احادیث ان افعال کی ناسخ ہیں۔ جنکو تم نے بیان کیا۔ اسکو بھی جانے دو حضرت ابوبکر جن کو تم صدیق کہتے ہو وہ بھی اپنے عمل سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ تمہارا خیال غلط ہے۔ باوجودیکہ خدا نے ثلث مال میں وصیت کرنے کا اختیار مرنے والے کو دیا ہے۔ مگر انہوں نے اپنے مال سے ایک چہارم کی وصیت کی۔ اگر وہ ثلث کو بہتر جانتے تو اسی کی وصیت کرتے۔ بلکہ اگر

سب مال کا خیرات کر دینا خدا کے نزدیک اچھا ہوتا تو وہ ثلث کی حد ہی نہ لگاتا اور ثلث سے زیادہ کے اختیار کو نہ روکا جاتا۔

حضرت سلمان فارسی کو جو حصہ مال غنیمت سے ملتا تھا باوجود فقر و قناعت کے اس میں سے اپنے سال بھر کا خرچ نکال لیتے تھے اور باقی راہ خدا میں دے دیتے تھے ایک بار کسی نے اعتراض کیا کہ آپ زاہد و متقی ہو کر ایسا کرتے ہیں کیا آپ کو اپنے سال بھر زندہ رہنے کا یقین ہے جو ایک سال کی خوراک مہیا کر رکھتے ہیں فرمایا تم میرے دوست ہو کر کیوں میری زندگی کی امید نہیں رکھتے اور میرے مرجانے کے خیال کو میرے جینے پر ترجیح دیتے ہو۔ کیا تم نہیں جانتے۔ کہ جب آدمی کے پاس سال بھر کا گزارہ موجود رہتا ہے تو وہ دنیا اور آخرت کے کام دل جمعی سے انجام دیتا ہے اور خالی ہاتھ آدمی ہمیشہ پریشان دل رہا کرتا ہے۔ کوئی دینی یا دنیوی کام اس سے اچھی طرح انجام نہیں پا سکتا۔

حضرت ابوذر غفاری کو دیکھو کہ باوجود فقر پسندی اور گوشہ نشینی کے تہیدست رہنا گوارہ نہ کرتے تھے چند اونٹ اور بکریاں پال رکھی تھیں جن سے اپنے اہل و عیال اور اپنے مہمانوں کا خرچ بہم پہنچاتے تھے۔ اپنے آس پاس کے لوگوں میں جنکو محتاج

Presented by www.ziaraat.com

پاتے تھے ان کی مدد کرتے تھے۔

دیکھو یہ وہ لوگ ہیں جنکے زہد و تقویٰ میں شک و شبہ نہیں لیکن یہ بھی اس طرح زندگی بسر نہ کرتے تھے کہ ان کے پاس کچھ نہ رہتا یا جو کچھ ہوتا وہ سب راہ خدا میں دے کر نادار ہو جاتے۔ جیسا کہ تم لوگ خیال کر رہے ہو۔ غالباً میرے اس بیان سے تم کو تسکین ہو گئی ہو گی اور اگر نہ ہوئی ہو تو میں اور بھی بیان کر سکتا ہوں۔

انہوں نے کہا اور بیان فرمائیے۔ حضرت نے فرمایا۔ خدا نے مومنوں پر فرض کیا تھا کہ اپنے سے دس گنا آدمیوں سے جہاد کریں پھر ان پر رحم فرمایا اور اس تعداد میں تخفیف کر دی یعنی دو گنے کے ساتھ جہاد کیا جائے۔ اس حکم نے پہلے حکم کو منسوخ کر دیا۔

دیکھو اگر کوئی عورت قاضی کے سامنے یہ استغاثہ کرے۔ کہ میرا شوہر مجھے نفقہ نہیں دیتا اور قاضی اسکو نفقہ دینے پر مجبور کرے۔ وہ کہے میں مرد زاہد ہوں اور کوئی شے مال دنیا سے میرے پاس نہیں کہاں سے ادا کروں۔ لیکن قاضی اسکا عذر نہ سنے تو بتاؤ تمہاری رائے میں یہ قاضی ظالم ہے یا عادل اگر کہو کہ ظالم ہے تو وہ قاضی بننے کے قابل نہیں اگر کہو عادل ہے تو یہ امر تمہاری رائے کے خلاف ہوگا۔

اگر تمہاری رائے کے مطابق تمام دنیا زاہد بن جائے اور کوئی کسی کے مال کی پرواہ نہ کرے تو بتاؤ یہ خیرات جس کا بے حد ثواب خدا نے مقرر کیا ہے پھر کون دے اور اہل دولت کہاں سے مستحق پیدا کریں۔ بات یہ ہے کہ تم نے کتاب خدا اور سنت رسولؐ کو سمجھا نہیں اور اسکی حقیقت تک نہیں پہنچے نہ اسکے ناسخ و منسوخ کو سمجھا نہ امر و نہی کو معلوم کیا تم اتنا بھی نہیں جانتے کہ حضرت سلیمان خدا کے پیغمبر تھے۔ انہوں نے خدا سے ایسی بادشاہت مانگی جو کسی کو نہ ملی ہو خدا نے انکی دعا قبول فرمائی اور ویسی ہی بادشاہت انکو عطا کی۔ کسی نے ان پر اعتراض نہ کیا۔ اسی طرح انکے پدر بزرگوار حضرت داؤد بادشاہ تھے۔ جناب یوسف عزیز مصر تھے۔ سکندر ذوالقرنین خدا کے پیارے بندے تھے انکو بھی خدا نے مشرق و مغرب کی سلطنت عطا فرمائی تھی۔ پس اے لوگوں خدا سے ڈرو اور اسکے اوامر و نواہی پر کاربند رہو۔ جس بات کو نہیں جانتے اسکے جاننے والوں سے پوچھو۔ جاہل اہل علم سے رتبہ میں ہمیشہ کم ہوتے ہیں۔

ایک دہریہ کے سوال کا جواب

ایک دہریہ نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر بہت سے

Presented by www.ziaraat.com

سوالات کیئے جن میں سے بعض کے جوابات ہم یہاں درج کرتے ہیں۔

دھریہ: یہ تو فرمائیے آپکے خدا نے اپنے دشمن شیطان کو اپنی مخلوق پر کیوں قابو دیا کہ وہ انہیں اطاعت کے راستے سے ہٹاتا اور وسوسوں میں ڈال کر خدا کا انکار کرا دیتا ہے۔

امام: یہ سچ ہے کہ شیطان خدا کا دشمن ہے لیکن اسکی دشمنی سے خدا کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا خوف و اندیشہ تو ایسے دشمن سے ہوتا ہے جس سے ضرر کا کوئی اندیشہ ہوتا ہے۔ خدا نے شیطان کو بھی دیگر مخلوق کی طرح عبادت کیلئے پیدا کیا تھا۔ چنانچہ وہ ملائکہ کے ساتھ عبادت میں مشغول رہا لیکن سجدۂ آدم کے وقت نفسانیت اس پر غالب آئی اور حکم خدا سے انکار کر بیٹھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ملائکہ کی جماعت سے نکال کر اسکو زمین پر پھینک دیا گیا۔ پس وہ اولاد آدم کا دشمن تو ہے مگر صرف اس قدر کہ دلوں میں وسوسہ پیدا کرے اور بہکائے اور اسکے سوا کسی طرح کا تسلط اسکو حاصل نہیں۔ رہا بہکانا اسکے رد کرنے کیلئے خدا نے عقل دی ہے جس سے انسان اس کا مقابلہ کر سکتا ہے۔

دھریہ: کیا خدا کے سوا کسی اور کو بھی سجدہ کرنا جائز ہے۔

امام: نہیں۔

دھریہ: پھر آدم کو سجدہ کرنا کیسا۔

امام: جو سجدہ خدا کے حکم سے ہو وہ خدا ہی کا سجدہ ہے۔

دھریہ: کیا خدا کی صنعت میں عیب نکالنا جائز ہے۔ کیا خدا نے جو چیزیں پیدا کی ہیں سب میں مصلحت و حکمت ہے۔

امام: خدا کی صنعت میں عیب نہیں۔ اس نے جو چیز پیدا کی ہے وہ حکمت اور مصلحت سے ہو۔

دھریہ: پھر مسلمان ختنہ کرا کے صنعت الٰہی کو بگاڑتے ہیں۔

امام: یہ تیری غلط فہمی ہے۔ ختنہ کرنے سے خدا کی صنعت یا اسکی خدائی میں کوئی عیب پیدا نہیں کیا جاتا۔ ختنہ کرنا خدا کی سنت ہے۔ جس طرح بچہ پیدا ہونے کے بعد اسکی ناف قطع کرنا اگر اسکو بحال خود باقی رہنے دیں تو موجب فساد ہے۔ اسی طرح ناخن اور بالوں کا کٹوانا بھی سنت خدا ہے۔ اگر ان چیزوں کو انکے حال پر چھوڑ دیا جائے تو مکروہ ہے۔ اگر وہ چاہتا تو ایسی صورت بھی پیدا کر سکتا تھا کہ کبھی قطع و برید کی ضرورت ہی نہ پڑتی اور وہ اپنی مقدار سے تجاوز ہی نہ کرتے۔

بعض حیوان ایسے ہیں کہ ان کا خصی کرنا ہی ضروری ہے

Presented by www.ziaraat.com

حالانکہ خدا نے ان کو اپنی حکمت عملی سے نر ہی پیدا کیا تھا۔ کیا وہ ان کو اپنی حکمت سے خصی پیدا نہیں کر سکتا تھا۔

دھریہ: اچھا یہ تو فرمایئے غسل جنابت کو کیوں فرض کیا گیا ہے۔ ایک عمل جائز اور حلال کے بعد جنابت کیسی۔

امام: جنابت کی ناپاکی بھی حیض جیسی ناپاکی ہے۔ جماع میں سخت حرکت ہوتی ہے جسکی وجہ سے جسم کے اندر سے ایک مادہ خارج ہوتا ہے جو تمام جسم کو بودار بنا دیتا ہے اسکو دور کرنے کیلئے غسل کی سخت ضرورت ہے۔

دھریہ: آپ کے نزدیک دین مجوسی (آتش پرست) اسلام سے ملتا جلتا ہے یا عرب کا قدیم مذہب۔

امام: عرب کا قدیم دین اسلام سے قریب تر ہے۔ مجوس تمام انبیاء کے منکر ہیں۔ انکے بادشاہ کیخسرو نے تین سو نبیوں کو قتل کیا اسکے علاوہ مجوس غسل جنابت نہیں کرتے تھے اور عرب کرتے تھے۔ غسل جنابت سنت انبیا ہے۔ مجوس ختنہ نہیں کرتے تھے، عرب کرتے تھے اور سب سے پہلے جس نے ختنہ کی سنت قائم کی وہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ تھے۔ مجوس اپنے مردوں کو غسل و کفن نہیں کرتے۔ عرب ایسا کرتے تھے۔

مجوس اپنے مردوں کو پہاڑوں اور جنگلوں میں پھینک دیتے تھے عرب انکو دفن کرتے تھے۔ مردوں کو دفن کرنا حضرت آدم کے وقت سے رائج ہے۔ مجوس اپنی ماں بہنوں اور بیٹیوں کو اپنی بی بی بنا لیتے تھے عرب اسکو قطعی حرام جانتے تھے مجوس منکر بیت اللہ تھے عرب اسکی تعظیم کرتے تھے اور خانۂ خدا کہتے تھے انجیل و توراۃ کے متعلق آسمانی کتاب ہونے کا اقرار کرتے تھے اور کبھی کبھی اہل کتاب سے کوئی مسئلہ بھی پوچھ لیا کرتے تھے۔

دھریہ: مجوس کہتے ہیں بہنوں سے نکاح کرنا آدم علیہ السلام کی سنت ہے کیونکہ وہ بھائی بہن کا عقد کر دیتے تھے۔

امام: وہ جھوٹے ہیں ایسا کبھی نہیں ہوا۔ اچھا بہنوں کے متعلق تو یہ کہتے ہیں لیکن ماؤں اور بیٹیوں سے شادی کرنے پر وہ کیا حجت قائم کرتے ہیں۔

دھریہ: شراب تو بڑی پر لطف شے ہے شرع نے اسکو کیوں حرام کیا ہے۔

امام: شراب تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ شراب خوار کی عقل بالکل زائل ہو جاتی ہے وہ خدا کو نہیں پہچانتا۔ ہر قسم کے برے کام کرنے لگتا ہے اسکی بس شیطان کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

وہ جدھر چاہتا ہے اسے پھیر دیتا ہے۔ یہانتک کہ بتوں کو اس سے سجدہ کرادیتا ہے۔

دھریہ: ذبیحہ کا خون کیوں حرام ہوا۔

امام: خون کھانا سنگدلی اور شقاوت قلبی کا باعث ہے دل سے رحم کو دور کرتا ہے بدن کو گندہ اور بدبودار بناتا ہے۔ اور رنگ کو بگاڑ دیتا ہے۔ جذام کی بیماری پیدا کرتا ہے۔

دھریہ: اسکی کیا وجہ کہ ذبیحہ کو حلال قرار دیا گیا ہے اور میتہ کو حرام۔

امام: دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ ذبیحہ خدا کا نام لے کر حلال کیا جاتا ہے۔ جو تمام ادیان میں پسندیدہ ہے۔ اور میتہ کا خون چونکہ نکلتا نہیں اور اسی میں موجود رہتا ہے لہٰذا اس کا گوشت ثقیل اور ناپسندیدہ ہوتا ہے۔

دھریہ: مچھلی تو ذبح نہیں کرتے وہ بھی تو میتہ ہے۔

امام: اس میں خون بہت ہی کم ہوتا ہے۔ اس کا ذبح کرنا یہی ہے کہ اسے پانی سے نکالیں اور رہنے دیں تا اینکہ وہ خود مرجائے اسی طرح ٹڈی میں بھی اتنا خون نہیں ہوتا کہ اسے ذبح کرنے کی ضرورت ہو۔

دھریہ: کیا روز قیامت میزان میں تولے جائیں گے۔

امام: عمل کوئی مجسم چیز نہیں کہ اسے وزن کیا جائے اور وزن کی ضرورت تو وہاں ہوتی ہے جہاں مقدار کا علم نہ ہو۔ خدا ہر شے کے وزن اور مقدار سے آگاہ ہے۔ اسے تولنے یا وزن کرنے کی ضرورت نہیں۔

دھریہ: پھر میزان کیا چیز ہے۔

امام: خدا کی عدالت۔

دھریہ: پھر قرآن میں ثقلت موازینہ سے کیا مراد ہے۔

امام: اعمال کا راجح ہونا۔

دھریہ: کہا جاتا ہے بہشت کے لوگ غذا کھائیں گے۔ اور فضلہ ان سے جدا نہ ہوگا۔ کیا یہ ممکن ہے۔

امام: انکی غذا ایسی ہی لطیف و رقیق ہوگی جس میں فضلہ کا نام نہ ہوگا۔ ہلکا سا پسینہ آکر شکم خالی ہو جائینگے۔ اور بھوک معلوم ہونے لگے گی۔

دھریہ: کہا جاتا ہے کہ حوریں ستر ستر حُلّے پہنے ہونگی۔ پھر بھی انکی بدن کی جلد بلکہ ہڈی کا مغز تک دکھائی دے گا یہ کیسے ممکن ہ

امام: یہ لباس اور بدن کی نفاست کیوجہ سے ہوگا جیسا کہ

Presented by www.ziaraat.com

صاف اور شفاف پانی میں کوئی شے گرادی جائے تو وہ تہہ کے نیچے نظر آتی ہے۔

دھریہ: اہل بہشت کو عیش و عشرت میں کیا مزہ آئیگا۔ جبکہ انکے عزیز و اقارب اور احباب وہاں نہ ہونگے انکی یاد انکے عیش کو تلخ بنا دیگی۔

امام: خدا انکی یاد دلوں سے محو کر دیگا۔

ایک طبیب سے مکالمہ

ایک روز حضرتؑ منصور خلیفہ عباسی کے پاس تشریف رکھتے تھے۔ اسوقت ایک طبیب کسی طبی کتاب کے بعض مضامین سنا رہا تھا۔ جب فارغ ہوا تو حضرت سے کہنے لگا اس علم کی تو آپکو بھی ضرورت ہے فرمایا ہمکو ضرورت نہیں جو کچھ تو جانتا ہے اس سے بہتر ہم جانتے ہیں۔ اس نے کہا کیسے فرمایا سردی کیوجہ سے جو بیماریاں پیدا ہوتی ہیں ہم ان کا گرم دواؤں سے علاج کرتے ہیں۔ اور گرم بیماریوں کا سرد سے اسی طرح خشکی سے پیدا ہونے والے امراض کا علاج تر دواؤں سے کرتے ہیں اور تر کا خشک سے اور پھر ان تمام امور میں ہمارا کامل اعتقاد خدا پر رہتا ہے۔

اسکے علاوہ ہم اپنے جد کے اس قول پر عمل کرتے ہیں کہ مضر شے سے پرہیز کرنا اصلی دوا ہے۔ ہر شخص کو چاہیئے کہ اپنے لئے وہی غذا اختیار کرے جسکی اسے عادت پڑی ہو یہ سن کر اس طبیب نے کہا آپ صحیح فرماتے ہیں اصلی طب یہی ہے۔ اس نے کہا چھینک کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ فرمایا وہ بظاہر ناک سے نکلتی ہے لیکن وہ تمام بدن سے نکلتی ہے کیا تم نے خیال نہیں کیا کہ چھینکنے میں تمام بدن کو حرکت ہوتی ہے۔ یاد رکھو چھینکنے والا سات روز تک امان میں رہتا ہے۔ اس نے کہا چاولوں کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں فرمایا یہ آنتوں میں کشادگی پیدا کرتا ہے بواسیر کیلئے نافع ہے۔ اس نے پوچھا انگور اور مویز کے متعلق کیا خیال ہے فرمایا اس سے بدن کے پٹھے مضبوط ہوتے ہیں۔ آنکھوں میں طاقت رہتی ہے اور دل خوش رہتا ہے۔ اس نے پوچھا بدن کو خراب کرنیوالی کیا چیزیں ہیں۔ فرمایا اول خشک اور بدبودار گوشت کھانا۔ دوسرے بھرے پیٹ کی حالت میں نہانا۔ تیسرے بوڑھی عورت سے ہم بستری کرنا۔ بسا اوقات یہ چیزیں آدمی کی ہلاکت کا باعث ہوجاتی ہیں۔ اس نے کہا کوئی دوا ایسی بتائیے۔ فرمایا کھانا کھاکر خوب ہاتھ دھو اور

Presented by www.ziaraat.com

اور یہی ہاتھ آنکھوں پر پھیر لیا کرو۔

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے فضائل علمیہ

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا علم و فضل میں وہ مرتبہ تھا کہ آپ کے زمانے کا کوئی بڑے سے بڑا عالم بھی آپ سے مقابلہ کی تاب نہ لا سکتا تھا۔ اکثر علماء سے آپ کے مناظرے اور مباحثے ہوئے اور نتیجہ میں انکو نیچا دیکھنا پڑا

ایک بار ہارون رشید حج کرنے کیلئے مکہ آیا۔ طواف کے وقت اس نے حکم دیا کہ میرے ساتھ کوئی طواف نہ کرے مگر جوں ہی اس نے طواف شروع کیا ایک جوان آکر طواف کرنے لگا سپاہی نے کہا خلیفہ کے پاس سے ہٹ جاؤ۔ جوان نے کہا کیوں ہٹوں یہ خدا کا گھر ہے۔ یہاں شہری اور دیہاتی سب برابر ہیں یہ سن کر ہارون نے سپاہی کو منع کیا اور اپنے طواف میں مشغول ہو گیا وہ جوان اسکے آگے آگے تھا جب ہارون نے حجر اسود کا بوسہ لینے کا ارادہ کیا تو وہ نوجوان آگے بڑھ گیا اور ہارون سے پہلے حجر اسود کا بوسہ لے لیا۔ اسی طرح جب مقام ابراہیم پہ نماز پڑھنی چاہی تو وہ نوجوان آگے بڑھ گیا اور ہارون

سے پہلے نماز ادا کرنے لگا۔

ہارون نے نماز سے فارغ ہو کر اس جوان کو بلانے کیلئے اپنا سپاہی بھیجا اس نے کہا مجھے کیا غرض کہ اسکے پاس جاؤں۔ اگر اسکی ضرورت ہے تو میرے پاس چلا آئے۔ بادشاہی ملازم نے جا کر یہ جواب سنایا۔ ہارون خود آیا اور کہنے لگا۔

ہارون۔ میں تم سے چند سوال کرتا ہوں اگر معقول جواب نہ دیئے تو سخت سزا دوں گا۔

جوان:۔ امتحاناً پوچھتے ہے یا استفادۃً۔

ہارون:۔ استفادۃً

جوان:۔ تو ایسے بیٹھو جیسے شاگرد استاد کے سامنے بیٹھتا ہے

ہارون:۔ بتاؤ واجب شرعی کتنی چیزیں ہیں۔

جوان:۔ ایک، پانچ، سترہ، چونتیس، چورانوے، ایک سو ترپن پھر بارہ میں ایک، چالیس میں ایک، دو سو میں پانچ، تمام عمر میں ایک، اور ایک کے عوض ایک

ہارون:۔ (ہنس کر) سبحن اللہ میں واجبات شرعی دریافت کرتا ہوں اور آپ مجھے حساب گناتے ہیں۔

جوان:۔ دین و دنیا کا دارومدار ہی حساب پر ہے اگر ایسا

Presented by www.ziaraat.com

نہ ہوتا تو خدا قیامت میں اپنے بندوں کا حساب کیوں لیتا۔

ھارون :۔ اچھا جو کچھ کہا ہے۔ اسکی توضیح کر دو۔ ورنہ میں تمکو صفا و مروہ کے درمیان قتل کر ڈالوں گا اسکے ایک امیر نے کہا اے امیر یہ حرم خدا ہے یہاں اس جوان کے قتل کا قصد نہ فرمائیے یہ سنکر جوان بے ساختہ ہنسا۔

ھارون :۔ تمہاری ہنسی کا کیا سبب ہے۔

جوان :۔ مجھے نہیں معلوم تم دونوں میں کون زیادہ بیوقوف ہے۔ آیا وہ جو کسی کی آئی موت کو ٹالنا چاہتا ہے یا وہ جو کسی نہ آنیوالی موت کو بلانا چاہتا ہے۔

ھارون۔ خیر ان باتوں سے کیا حاصل اب اپنے بیان کی تفصیل کرو

جوان :۔ میں نے جو کہا واجب ایک ہے وہ دین اسلام ہے کیونکہ اسکے سوا کوئی دین خدا کے نزدیک مقبول نہیں۔ میں نے کہا پانچ واجب ہیں وہ پانچ نمازیں ہیں اور سترہ سے انکی سترہ رکعتیں مراد ہیں اور چونتیس واجبات سے ہر رکعت میں دو دو سجدے مراد ہیں اور چورانوے واجبات سے چورانوے تکبیریں مراد ہیں جو ہر رکعت میں رکوع و سجود کے ساتھ ادا کی جاتی ہیں۔ اور

چالیس میں ایک سے مراد زکوٰۃ ہے کہ چالیس میں ایک دینار دیا جاتا ہے اور بارہ میں ایک سے مراد بارہ مہینے ہیں ایک ماہ کے روزے اور دو سو میں سے پانچ جو کہے گئے تو مراد خمس ہے کہ انسان کے پاس مصارف سالانہ کے ... دو سو درہم بچ رہیں تو اس میں سے پانچ درہم دینے واجب ہو جاتے ہیں۔ اور سوائے پیغمبر کے دوسرا کوئی ان کا مستحق نہیں ہوتا اور عمر بھر میں ایک سے مراد حج ہے جو تمام عمر میں ایک بار فرض کیا گیا ہے اور ایک کے عوض ایک سے مراد خون ناحق کا بدلہ ہے۔ یعنی قاتل مقتول کے عوض واجب القتل ہو جاتا ہے۔

یہ جواب سن کر ہارون حیران ہو گیا اور ایک تھیلی اشرفیوں کی بڑھا کر کہا یہ اس جواب کا صلہ ہے۔

جوان :۔ مسئلہ بتانے کے عوض یا فائدہ حاصل کرنے کیوجہ سے

ھارون :۔ فائدہ حاصل کیوجہ سے۔

جوان :۔ اچھا میں تم سے ایک مسئلہ دریافت کرتا ہوں اگر تم نے اس کا جواب دیدیا تب تو یہ اشرفیاں اسی مقام پر تقسیم کر دینا ورنہ ایک تھیلی اور دینا جو میں اپنی قوم و قبیلہ کے ان لوگو میں تقسیم کروں جو تنگدستی سے پریشان ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

ھارون: بہت اچھا۔

جوان: بتاؤ جب خشائے مشکل کے بچہ پیدا ہوتا ہے تو اسے دانہ بھراتا ہے یا اسے دودھ پلاتا ہے۔

ھارون: تعجب ہے کہ مجھ سے ایسا سوال کیوں کیا گیا۔

جوان: حضرت رسولخدا نے فرمایا ہے جو شخص کسی قوم کا امیر ہوتا ہے اسکو انہی کی سی عقل دی جاتی ہے تم اسوقت امت مرحومہ کے امیر ہو لہذا انکی نسبت تم کو زیادہ عالم اور واقف کار ہونا چاہیے۔

ھارون: مجھے اس کا جواب بتائیے میں اس کا جواب نہیں جانتا اور یہ تشفی بھی کیجئے۔

جوان: خداوند عالم نے جب زمین کو پیدا کیا تو اس میں بہت سے حشرات الارض پیدا کئے جن کی خلقت صرف مٹی سے ہوتی ہے۔ جب انکے بچہ ہوتا ہے تو اس بچہ کی ماں نہ دودھ پلاتی ہے اور نہ دانہ بھراتی ہے بلکہ اسکی زندگی مٹی سے ہوتی ہے یہی حال خشائے مشکل کا ہے۔

اس کے بعد جوان نے دونوں تھیلیاں اٹھالیں۔ اور کھڑے کھڑے مستحقین کو تقسیم کر دیں۔ ہارون نے بعض

لوگوں سے اس جوان کا نام پوچھا۔ کسی نے کہا یہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ہیں۔ ہارون نے کہا کیوں نہ ہو ایسے عظیم الشان درخت کے گل ایسے ہی ہوتے ہیں۔

ایک راہب کا مسلمان ہونا

ایک نصرانی راہب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت حاضر ہوا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ توریت و انجیل کا بہت بڑا عالم ہے۔ حضرت نے اس سے دریافت فرمایا حضرت مریم کی والدہ کا کیا نام ہے اور حضرت عیسیٰ کس روز کسوقت اور کہاں پیدا ہوئے تھے۔ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ آپ نے فرمایا ہم بتائے دیتے ہیں۔ مریم کی والدہ کا نام یونانی زبان میں مرتا ہے جو عربی زبان کے وہبہ کے ہم معنی ہے۔ حضرت عیسیٰ کا حمل جمعہ کے دن ظہر کے وقت قائم ہوا تھا اسی دن اور اسی وقت جبرئیل حضرت مریم پر نازل ہوئے تھے۔ حضرت رسولخدا نے وہ دن عید کا قرار دیا ہے۔ اور مسلمانوں کو حکم ہے کہ اس روز ایک مقام پر جمع ہو کر عبادت کیا کریں اور جس روز حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے وہ سہ شنبہ تھا۔ ساڑھے چار گھنٹے دن چڑھا تھا۔ دریائے فرات کے کنارے

Presented by www.ziaraat.com

انکی ولادت واقع ہوئی تھی۔

خدا نے آپکی برکت سے ایسی تاثیر عطا فرمائی ہے کہ زراعت پیشہ لوگ اسے خرمے اور انگور کی زراعت کیلئے خاص مفید بتاتے ہیں۔ اس روز حضرت مریم نے کسی سے بات نہیں کی تھی۔

جب قیدوس بادشاہ کو یہ حال معلوم ہوا تو اس نے حضرت مریم کے قبیلہ کے لوگوں کو بلاکر حکم دیا کہ تم سب جاکر مریم سے اس ولادت کا حال پوچھو۔

وہ لوگ مریم کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ اے مریم یہ تم نے عجیب کام کیا ہے۔ اے اخت ہارون نہ تمہارا باپ بدکار تھا نہ تمہاری ماں اے راہب بتا یہ کون دن تھا اس نے کہا۔ ہماری انجیل میں تو روز تازہ لکھا ہوا ہے۔ حضرت نے فرمایا روز تازہ تو کوئی دن نہیں۔ اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں نے کتاب خدا میں تحریف کی ہے اس نے کہا میں آپ کا علم غیب جاننے کیلئے یہ دریافت کرتا ہوں کہ میری ماں کا کیا نام ہے۔ فرمایا سریانی میں عنقالیہ عربی میں ملیہ ہے۔ تیرے دادا کا نام عنفورا اور باپ کا نام عبدالمسیح تھا یہ نام غلط ہے اس کا نام عبداللہ ہوتا کیونکہ مسیح کا کوئی بندہ نہیں ہوسکتا نیز

نانا کا نام جبرئیل تھا وہ بھی غلط۔ عبدالرحمن ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ ملائکہ کے ساتھ نام میں مشارکت جائز نہیں۔ اب تو اپنے دادا کے مارے جانے کا حال بھی سن لے۔ شام والوں نے اسکے گھر کا محاصرہ کرکے مار ڈالا تھا۔ اس نے کہا میرا نام بھی بتادیجئے فرمایا تیرا نام عبدالصلیب ہے لیکن عبداللہ ہونا چاہیئے تھا۔ جب راہب نے یہ تمام باتیں تو بتوفیق الٰہی مشرف بہ اسلام ہوگیا۔

ابوحنیفہ کا اعتراض

اہل سنت کے ایک امام ابوحنیفہ نے امام جعفر صادق سے کہا کہ آپکے فرزند موسیٰ بن جعفر اس طرح نماز پڑھ رہے تھے کہ لوگ انکے سامنے سے گذر رہے تھے۔ کیا یہ بات خضوع و خشوع میں فرق پیدا کرنے والی نہ تھی۔ فرمایا میں انکو بلاتا ہوں تم خود اسکے متعلق پوچھ لو۔ جب آپ سے یہ اعتراض بیان کیا گیا تو فرمایا جس کی نماز میں پڑھ رہا تھا وہ بہ نسبت ان لوگوں کے مجھ سے زیادہ قریب تھا وہ خود فرماتا ہے۔ نحن اقرب من حبل الورید (ہم رگ گردن سے زیادہ قریب ہیں) یہ سنتے ہی ابوحنیفہ کے چہرے کا رنگ فق ہوگیا اور کوئی تردید بن نہ پڑی۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے فرزند کو گلے سے لگا لیا اور فرمایا شاباش اے محافظ اسرار الٰہی

Presented by www.ziaraat.com

ہشام کا سوال

ایک روز ہشام بن الحکم نے امام موسی کاظم علیہ السلام سے پوچھا نماز کے شروع میں سات تکبیریں کیوں رکھی گئی ہیں اور رکوع میں سبحان ربی العظیم وبحمدہ اور سجدہ میں سبحٰن ربی الاعلیٰ وبحمدہ کیوں کہا جاتا ہے۔ فرمایا جب حضرت رسولخدا شب معراج آسمان پر تشریف لے گئے تو حضرت کی آنکھوں کے سامنے سے پردے ہٹنے شروع ہو گئے۔ جب پہلا پردہ ہٹا تو آپنے تکبیر کہی جب دوسرا ہٹا تو دوسری تکبیر کہی اسی طرح سات پردے ہٹنے پر سات تکبیریں پڑھیں اسکے بعد جب عظمت الٰہی کو دیکھا تو آپ کانپنے لگے اور رکوع میں جاکر سبحٰن رب الاعلیٰ وبحمدہ فرمانے لگے جب رکوع سے کھڑے ہوئے اور عظمت کو پہلے سے بھی بلند مقام پر ملاحظہ فرمایا تو فوراً سجدے میں گرے اور سبحٰن رب الاعلیٰ وبحمدہ کو سات مرتبہ سجدے میں کہا تب آپ کا قلب تھرتھرانے سے رکا۔

امام رضا علیہ السّلام کے فضائل علمیہ

امام رضا علیہ السلام کے سرچشمہ علم و فضل سے بھی ہمیشہ لوگ فیضیاب ہوتے رہتے تھے۔ حضرت کو بہ نسبت اور ائمہ کے اپنے علوم کی ترویج کے زیادہ مواقع ملے۔ جب تک دارالحکومت مرد میں مامون کے پاس رہے بڑے بڑے علماء و فضلاء سے آپکی علمی استعداد کی جانچ کرائی گئی۔ مگر ان تمام مناظروں میں آپ ہی کو غلبہ حاصل رہا۔ مامون بہت بڑا عالم خود بھی تھا۔ لیکن آپ کے علم و فضل کا لوہا مانے ہوئے تھا اور لوگوں کے سامنے اقرار کرتا تھا کہ حضرت کے مقابلہ میں ہمارا علم کچھ بھی نہیں۔ آپ تو علم کے ناپیدا کنار دریا ہیں۔

جب تک حضرت مدینہ میں رہے وہاں کے تمام علماء جب کسی مسئلہ میں عاجز آتے تھے تو حضرت ہی کی طرف رجوع کرتے تھے اور آپ اپنے مدلل جوابوں سے انکی تسلی کر دیتے تھے۔

ابو صلت عبدالسلام بن صالح الہروی کہا کرتے تھے کہ امام رضا علیہ السلام سے زیادہ کوئی شخص میری نظر سے عالم نہیں گزرا۔ اور مجھ پر موقوف نہیں اور جو کوئی آپ سے ملاقات کو آتا تھا آپ کی اعلمیت کا اقرار کئے بغیر نہ رہتا تھا۔

شواہد النبوۃ میں ہے کہ جناب امام موسیٰ کاظم نے فرمایا کہ رسولخدا کو اور علی مرتضیٰ کو میں نے خواب میں دیکھا حضرت رسول

Presented by www.ziaraat.com

نے فرمایا۔ تمہارا فرزند علی رضا نورِ خدا سے دیکھتا اور حکمت خدا
سے بولتا ہے۔ اسکے اقوال و افعال سب درست ہیں خطا
و نسیان میں دخل نہیں وہ از سرتاپا علم و حکمت سے معمور ہے۔

محاضرات امام راغب اصفہانی میں ہے کہ روئے زمین
پر کبھی ایسے سات شخص متواتر نہیں گذرے جن کے اقوال خاص
و عام کے نزدیک ایسے معتبر اور مقبول ہوئے ہیں جیسے امام رضا
اور ان سے پہلے انکے آبا و اجداد۔

محمد عیسیٰ الیقطینی ناقل ہیں کہ جب لوگوں نے امام رضا
علیہ السّلام کے بارے میں اختلاف کیا تو میں نے وہ مسائل جنکے
جوابات آپ کی خدمت سے حاصل کئے تھے جمع کرنا شروع کئے
ان کا شمار کیا گیا تو مجموعی تعداد اٹھارہ ہزار تھی۔

ایک زندیق سے مناظرہ

ایک روز ایک منکر خدا امام رضا علیہ السّلام کی خدمت
میں آکر کہنے لگا مجھے بتایئے آپ کا خدا کیسا ہے اور کہاں
ہے آپ نے فرمایا یہ کیا لغو سوال ہے۔ کہاں اور کیسا تو مخلوق
کی صفت ہے نہ کہ خالق کی۔ وہ جگہ اور کیفیت کا بنانے والا
اور پیدا کرنے والا ہے۔ پھر وہ ان چیزوں سے کیا تعلق وہ ایسی

ذات نہیں کہ کوئی شخص حواس خمسہ سے اس کا ادراک کر سکے
کسی شئے پر اس کا قیاس بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس نے کہا پھر
یوں کہیئے کہ خدا کوئی چیز ہی نہیں کیونکہ وہ حواس خمسہ سے محسوس
ہی نہیں ہوتا اور کسی چیز پر اس کا قیاس بھی نہیں کیا جا سکتا۔
تو پھر آپ ہی بتایئے کہ وہ ہوا کیا۔ فرمایا تم حواس سے محسوس نہ ہونے
کی بناء پر انکار کرتے ہو۔ اور ہم اسی وجہ سے اسکو خدا مانتے ہیں
اگر وہ محسوس ہوتا تو پھر ہم ہی جیسا وہ بھی مخلوق ہو جاتا۔ اس کا
محسوس نہ ہونا ہمارے عجز و قصور اور اسکے کمال کی دلیل ہے۔
اس نے کہا پھر یہی بتایئے کہ وہ کب سے ہے۔ فرمایا تم یہ بتاؤ
کہ وہ کب نہ تھا۔ اس نے کہا میں آپ سے پوچھتا ہوں آپ مجھے
سوال کرتے ہیں۔ فرمایا جب تمہیں اسکے کبھی نہ ہونے کا علم نہیں
تو یہ سوال ہی غلط ہے کہ وہ کب سے ہو۔ اس نے کہا آخر
اسکے وجود پر کیا دلیل ہے۔ فرمایا ایک کیا ہزار دلیلیں ہیں۔
اپنے جسم پر ہی غور کر لو۔ جب اسکے طول و عرض میں کمی یا زیادتی
کسی چیز پر ہمارا قابو نہیں۔ اس نفع و ضرر پر کلی اختیار نہیں۔
تو یہ بات سمجھ میں آئی کہ اس کا بنانے کوئی اور ہے۔ علاوہ
برایں آسمانوں کی گردش بادلوں کی ساخت۔ ہواؤں کی رفتار

Presented by www.ziaraat.com

چاند سورج اور ستاروں کی باقاعدہ حرکت وغیرہ وغیرہ، کیا یہ سب چیزیں کسی صانع حکیم کے وجود کی دلیل نہیں۔

اس نے کہا اگر وہ ہوتا تو وہ ضرور دکھائی دیتا جیسے عالم کی اور تمام چیزیں دکھائی دیتی ہیں۔

حضرت نے فرمایا۔ آنکھ سے تو وہ چیزیں دکھائی دیتی ہیں جو اسکی مخلوق ہیں اگر وہ بھی آنکھ سے دکھائی دینے لگے تو پھر اس میں اور مخلوق میں فرق ہی کیا ہے۔ وہ ایسی ذات ہے کہ نہ آنکھ اسکو دیکھ سکتی ہے نہ عقل اس کا ادراک کر سکتی ہے۔

اس نے کہا۔ پھر وہ کہیں ہونا تو چاہیئے۔ فرمایا وہ کہیں محدود نہیں۔ محدود ہونا مخلوق کی شان ہے نہ کہ خالق کی وہ مکان و مکانیات کا خالق ہے نہ کہ خود کسی مکان میں محدود ہونے والا نہیں۔ محدود چیزیں کمی بیشی ہوتی ہے اور اسکی ذات زیادتی اور نقصان سے بری ہے۔ وہ کسی چیز سے مل کر نہیں بنا وہ سنتا ہے بغیر کان کے۔ دیکھتا ہے بغیر آنکھ کے۔

اس نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ سنے اور کان نہ ہوں دیکھے اور آنکھ نہ ہو۔ اگر اس نے رنگ برنگ کی چیزیں بنائی

ہیں تو اسکے ہاتھ بھی ضرور ہونا چاہیئے۔ فرمایا کیا تم مخلوق کا خیال خالق پر کرتے ہو۔ مخلوق کے اوصاف خالق میں تلاش کرتے ہو۔ اگر ہماری طرح بغیر جوارح کے وہ بھی معلوم نہ کر سکے تو ہم میں اور اس میں فرق کیا ہو گا کیا تمہاری عقل میں یہ بات آتی ہے کہ ہمارا خالق ہمارا جیسا ہونا چاہیے۔

ایک نصرانی عالم سے مناظرہ

جاثلیق عیسائیوں کا بہت بڑا عالم تھا۔ اور علمائے اسلام سے مباحثے کیا کرتا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ ہم اور مسلمان دونوں حضرت عیسیٰ کی نبوت اور انکی کتاب کے آسمانی ہونے پر متفق ہیں۔ نیز اس پر بھی کہ وہ آسمان پر زندہ ہیں۔ اختلاف ہے تو اس بات پر کہ وہ حضرت محمد مصطفٰے کی نبوت کو مانتے ہیں اور ہم نہیں مانتے۔ لیکن اس پر اتفاق ہے کہ انکی موت واقع ہو چکی ہے پس جب وہ زندہ ہی نہیں تو اب انکی نبوت کیسی۔ برخلاف اسکے حضرت عیسیٰ چونکہ زندہ ہیں لہذا انکی نبوت ماننا چاہیئے۔ اس کا یہ کلام سن کر اکثر اہل علم خاموش ہو جاتے۔

ایک مرتبہ مامون کے اشارے سے یہ شخص امام علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا اور اس طرح سے تقریر کا آغاز کیا۔

جاثلیق: پہلے آپ مجھے یہ بتائیں کہ حضرت عیسیٰ اور ان کی کتاب پر آپ کا ایمان ہے یا نہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

امام: میں اس عیسیٰ کی نبوت پر ایمان رکھتا ہوں جس نے حضرت محمد مصطفیٰ کی نبوت کی اپنے حواریوں کو بشارت دی تھی اور اس کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوں جس میں یہ بشارت درج ہے۔ لیکن جو عیسیٰ نبوت ختم الانبیا کا معترف نہیں اور جو کتاب اسکو بیان نہیں کرتی اس پر میرا ایمان و اعتقاد نہیں۔

یہ سنتے ہی جاثلیق ٹھنڈا پڑ گیا اور کوئی بن نہ پڑا۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا۔ ہم تو اس عیسیٰ کو جس نے حضرت محمد مصطفیٰ کی نبوت کی بشارت دی نبی برحق جانتے ہیں۔ مگر تم اسکی تنقیص کرتے ہو کہ انہیں نماز روزہ کا محتاج بناتے ہو۔ اس نے کہا کیا مطلب۔ فرمایا جب وہ تمہارے اعتقاد میں خود معاذ اللہ خدا ہیں تو یہ نماز روزہ کس لئے کرتے تھے۔ یہ سنکر وہ خاموش ہو گیا۔ کچھ دیر بعد کہنے لگا اگر وہ خدا نہ تھے تو مردوں کو زندہ، جذامی کو تندرست اور نابینا کو آنکھ والا کیسے بنا دیتے تھے۔ یہ کام خدا کے سوا کون کر سکتا ہے۔

حضرت نے فرمایا یہ بات کچھ حضرت عیسیٰ سے ہی مخصوص نہ تھی۔ بلکہ اور پیغمبروں میں بھی پائی جاتی تھی۔ الیسع علیہ السلام پانی پر چلتے تھے اور اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا دیتے تھے۔ حزقیل نبی نے ۳۵ ہزار آدمیوں کو ساٹھ برس بعد زندہ کیا تھا۔ حضرت ابراہیم نے پرندوں کو زندہ کیا تھا۔ حضرت موسیٰ

کی دعا سے ستر آدمی کوہ طور پر زندہ ہو گئے تھے۔ اسی طرح حضرت محمد مصطفیٰ کی دعاؤں سے بہت سے لوگ زندہ ہوئے تو کیا یہ سب تمہارے خیال میں انبیاء خدا ہونے کے مستحق تھے یہ سنکر جاثلیق خاموش ہو گیا اور آخر اس نے اسلام قبول کر لیا

راس الجالوت سے مناظرہ

ایک یہودی عالم کو اپنے علم پر بڑا غرہ تھا۔ ایک روز امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور بہت سے سوالات کئے۔ مناظرہ بہت طولانی ہے۔ ہم چند سوالات اور ان کے جوابات درج کرتے ہیں۔

امام: تمہارے پاس حضرت موسیٰ کے نبی ہونے کا کیا ثبوت ہے۔

راس: ان سے وہ امور ظاہر ہوئے جو انبیائے سابقین سے نہ ہوئے تھے۔ مثلاً دریائے نیل کے پانی کا شگافتہ ہو جانا عصا کا سانپ بن جانا پتھر سے بارہ چشموں کا پھوٹ نکلنا اور ید بیضہ وغیرہ۔

امام: تو سچ کہتا ہے تیرے قول سے یہ معلوم ہوا کہ نبی کو ایسے امور کا اظہار ضروری ہے جن کا اظہار دوسروں سے ممکن نہ ہو۔

راس: بے شک۔

Presented by www.ziaraat.com

امام :۔ تو پھر یہ بات ضروری ہوئی کہ جو کوئی بھی ایسے امور کا اظہار کرے اس کی نبوت کی تصدیق کیجائے۔

راس :۔ نہیں۔

امام :۔ کیوں۔

راس :۔ ان معجزات کے علاوہ موسیٰ علیہ السلام کو خدا سے وہ قربت بھی تھی جو کسی اور کو نہ تھی۔ پس جب تک کوئی شخص بعینہ وہی معجزات و کرامات ہم کو نہ دکھائے ہم اسکی نبوت کا اقرار نہیں کر سکتے۔

امام :۔ اچھا یہ بتاؤ کہ تم موسیٰ علیہ السلام سے پہلے بھی کسی نبی کو مانتے ہو۔

راس :۔ مانتے ہیں۔

امام :۔ لیکن یہ کیونکر صحیح ہے ان سے پہلے نہ تو کسی نبی نے دریا کو شگافتہ کیا نہ کسی پتھر سے چشمہ نکالا نہ ان کا ہاتھ روشن بنا نہ عصا سانپ بن کر چلا۔

راس :۔ نہیں میرا مطلب یہ ہے کہ جب کسی سے ایسے امور ظاہر ہوں جنکو بجا لانے سے عام لوگ قاصر ہوں خواہ بعینہ ایسے نہ ہوں تو ہم پر نبوت کی تصدیق واجب ہو جائے گی۔

امام :۔ اگر یہ بات ہے تو تم حضرت عیسیٰ کو نبی کیوں نہیں مانتے وہ بھی مردوں کو زندہ کرتے، اندھوں، مبروصوں اور جذامیوں

کو شفا بخشتے اور مٹی کی چڑیا میں پھونک مار کر پرندہ بنا دیتے

راس :۔ ہم نے ایسا کرتے انھیں نہیں دیکھا لوگ کہتے ہیں۔

امام :۔ تو کیا حضرت موسیٰ کے معجزات تم نے بچشم خود دیکھے تھے آخر وہ بھی تو اور ہی لوگوں سے سنے ہیں۔

راس الجالوت یہ سنکر خاموش ہو گیا۔ ۔۔۔ کوئی جواب اس سے بن نہ پڑا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا اسی طرح تم کو حضرت محمد مصطفیٰ کی نبوت کا بھی اقرار کرنا چاہیئے کیونکہ آپ سے بھی بے شمار معجزات ظہور میں آئے باوجودیکہ آپ ایک یتیم نادار بکریوں کو چرانے والے اجرت پر اوروں کا کام کرنے والے تھے اور پھر کسی سے آپ نے ایک حرف پڑھا لکھا بھی نہ تھا لیکن پھر بھی قرآن مجید جیسی مکمل کتاب لائے جس میں انبیائے سابقین کے تمام قصے موجود ہیں۔ اسکے سوا حضرت لوگوں کے دل کا حال بتا دیتے تھے انکے گھروں میں چھپی ہوئی چیزوں سے آگاہ کر دیتے تھے۔

یہ سن کر راس الجالوت نے بے حیائی سے جواب دیا یہ سب کچھ سہی لیکن چونکہ ہمارے نزدیک عیسیٰ اور محمدؐ کی نبوت ثابت نہیں لہذا ہم ان کو نبی نہیں مان سکتے۔ امامؑ نے فرمایا یہ تو کھلی جہالت ہے اسکا علاج کسی کے پاس نہیں

Presented by www.ziaraat.com

ایک مجوسی سے مناظرہ

ہربذ اکبر مجوسیوں کا بہت بڑا عالم تھا۔ ایک روز امام علیہ السلام سے کہنے لگا کہ میں آپ سے زردشت کی نبوت تسلیم کرانے آیا ہوں۔

امام: تمہارے پاس زردشت کی نبوت پر کیا دلیل ہے۔

ھربذ: انہوں نے ہم کو ایسی عمدہ باتیں بتائیں جو ان سے پہلے کسی نے نہ بتائی تھیں انھوں نے ہمارے لئے وہ امور مباح کئے جو پہلے کسی نے نہ کئے تھے۔

امام: تم نے زردشت سے یہ تعلیم خود حاصل کی تھی۔

ھربذ: نہیں۔ اپنے بزرگوں سے سنا ہے۔

امام: پھر تم نے کیونکر یقین کر لیا کہ زردشت کے سوا کسی نے اچھی باتیں بیان ہی نہیں کیں۔

ھابذ: ایسا ہی سنتے چلے آئے ہیں۔

امام: یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کیا انبیائے سابقین کے متعلق تم نے آجتک کوئی ذکر سنا ہی نہیں۔

ھابذ: سنا کیوں نہیں۔

امام: پھر تم ان کے فضائل کمالات کی تصدیق کیوں نہیں کرتے ممکن ہے انکے کمالات زردشت سے زیادہ ہوں یہ سن کر وہ ایسا سٹ پٹایا کہ حضرت کیسامنے سے اٹھکر چلا گیا۔

ایک سنی عالم سے مناظرہ

تاریخ طبری میں ہے کہ ایک بار کچھ لوگ مامون کی مجلس خاص میں اس غرض سے جمع ہوئے کہ امام رضا علیہ السلام سے امامت کے بارہ میں مناظرہ کریں۔ انھوں نے یحییٰ بن ضحاک کو جو اس زمانے میں اہلسنت کا بہت بڑا عالم تھا حضرت سے مناظرہ کیلئے منتخب کیا۔ حضرت نے یحییٰ سے فرمایا جو کچھ تمہیں پوچھنا ہو پوچھو۔

یحییٰ: میں چاہتا ہوں کہ آپ ہی مجھ سے سوال کریں۔

امام: اچھا میں ہی پوچھتا ہوں۔ بتاؤ تم ایسے شخص کیلئے کیا کہتے ہو جو اپنے لئے توراستی کا دعویٰ کرے اور سچوں کے مقابل جھوٹ بولے۔ کیا ایسا شخص سچا ہے۔ بتاؤ بلحاظ دین یہ حق پر ہے یا باطل پر۔

یحییٰ یہ سن کر خاموش ہوگیا۔ تھوڑی دیر بعد مامون نے جواب کا تقاضہ کیا اس نے کہا اے امیر میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔ مامون نے امام علیہ السلام سے کہا مجھے سمجھائیے کہ آپنے یہ کیا بات پوچھی کہ یحییٰ جیسا ہمہ داں عالم خاموش ہوگیا فرمایا یحییٰ بے چارہ اس کا کیا جواب دے سکتا ہے اگر وہ کہے کہ صادقوں نے جھوٹ نہیں بولا تو اس کا یہ کہنا غلط ہے حضرت ابوبکر نے جب منبر رسول پر بیٹھ کر اپنے عجز کا اقرار کر لیا اور یہ کہہ دیا کہ میں تم پر حاکم تو ہوں مگر تم سے بہتر نہیں تو اس کے بعد ان کا

Presented by www.ziaraat.com

اپنے کو خلیفۂ رسول کہنا جھوٹ ہوا یا نہیں۔ درصورت امت سے بہتر نہ ہونے کے وہ حاکم ہو گئے کیسے؟ امیر کو رعایا سے افضل ہونا لازم ہے۔ اسکے علاوہ انہوں نے منبر پہ بیٹھ کر یہ کہا ایک شیطان ہے جو مجھ پر غالب آتا ہے۔ پھر وہ امام کیسے ہو سکتے ہیں امام وہ ہے جو شیطان سے محفوظ ہو۔ تیسرے ایسا شخص کیونکر امیر و خلیفہ ہو سکتا ہے جس کے ماننے والے خود یہ کہتے ہوں کہ ابو بکر کی بیعت ایک جلدی کی بات تھی خدا نے امت کو اس کے شر سے بچالیا جو کوئی پھر ایسا کام کرے اسے قتل کر دو۔

مامون نے یہ سن کر حاضرین سے کہا۔ جتنے لوگ یہاں ہیں واپس جائیں ہیں نہ کہتا تھا کہ ان سے مباحثہ نہ کرو یہ علم رسول کے ورثہ دار ہیں۔

عصمت انبیا کے متعلق مامون کے سوالات

ایک روز مامون بادشاہ عباسی نے امام رضا علیہ السلام سے پوچھا۔

مامون:۔ کیا آپ انبیا کے معصوم ہونے کے قائل ہیں۔

امام:۔ بے شک۔

مامون:۔ لیکن قرآن میں تو خدا آدم علیہ السلام کے متعلق یہ فرماتا ہے فعصیٰ آدم ربہ فغویٰ (آدم نے اپنے رب کی

نافرمانی کی پس وہ گمراہ ہو گئے) اس سے صاف ظاہر ہے کہ آدم گنہگار تھے۔

امام:۔ خدا کا یہ حکم تھا کہ اے آدم تم اور تمہاری بی بی دونوں بہشت میں رہو اور بے تکلف جو چاہو سو کھاؤ۔ لیکن اس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ تم ظالم ہو جاؤ گے۔ یہ تو نہیں فرمایا تھا کہ اس درخت سے یا اس کی جنس کے دوسرے درخت سے بھی نہ کھانا۔ انہوں نے اس درخت سے کچھ نہ کھایا تھا بلکہ یہ شیطانی وسوسہ کی بنا پر اسی جیسے دوسرے درخت سے کھالیا تھا۔

شیطان نے ان سے یہی کہا تھا کہ خدا نے تم کو اس خاص درخت سے منع فرمایا ہے اس قسم کے اور درختوں سے منع نہیں کیا۔ پھر شیطان نے قسم بھی کھائی۔ چونکہ آدم نے اور حوا نے اس سے پہلے جھوٹی قسم کھاتے نہیں دیکھا تھا لہٰذا ان کو دھوکہ ہو گیا۔ اور اس کی قسم پر اعتبار کر کے مرتکب ہو گئے۔ اور یہ اضطراری عمل بھی حضرت آدمؑ سے قبل نبوت ہوا تھا۔ یہ کوئی گناہ کبیرہ نہ تھا جس سے مستحق جہنم ہو جاتے صرف صغائر سے ہو یہ ترک اولیٰ یا فعل مکروہ میں سے تھا۔ جو انبیاء علیہ السلام قبل نزول وحی جائز ہے۔

جب خدا نے انکو نبی بنایا تو وہ معصوم تھے۔ گناہ کبیرہ

Presented by www.ziaraat.com

یا صغیرہ کوئی بھی ان سے سرزد نہ ہوتا تھا۔

مامون: اچھا حضرت ابراہیم کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں۔ قرآن میں صاف لفظوں یہ ذکر ہے۔ فلما جن علیہ الیل رأی کوکبا قال ھذا ربی (جب تاریکی شب چھا گئی تو انہوں نے ستارہ کو دیکھ کر کہا کیا یہ میرا پروردگار ہے) کیا یہ کھلا ہوا شرک نہیں ہے کہ ایک ستارہ کو اپنا خدا کہدیا۔

امام: جملہ ھذا ربی؟ بطور استفہام ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ کیا یہ میرا رب ہے۔

چونکہ اس زمانہ کے لوگ ستارہ پرست تھے اور حضرت ابراہیم کے کانوں میں انکا یہ عقیدہ پڑ چکا تھا لہٰذا جب غار سے نکل کر ستارہ کو دیکھا تو بطور سوال یہ ارشاد فرمایا کیا یہ میرا رب ہے؟ چنانچہ جب وہ چھپ گیا تو آپنے فرمایا میں چھپنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ یعنی یہ صفت میرے خدا کی نہیں ہو سکتی۔ یہ تو ممکن کی صفات سے ہے۔

جب ماہتاب نکلا تو آپنے پھر بطور استفہام انکاری یہی کہا ھذا ربی؟ اسی طرح سورج کے متعلق فرمایا۔

پس یہ جو کچھ فرمایا ستارہ پرستوں کے ابطال کے متعلق تھا نہ کہ اپنے عقیدہ کے متعلق۔

مامون: یا بن رسول اللہ خدا آپ کو جزائے خیر دے آپ نے بہت اچھا جواب دیا۔ لیکن ابھی ایک کھٹک دل میں اور رہ گئی ہے خدا قرآن میں فرماتا ہے۔ قال ابراھیم رب ارنی کیف تحیی الموتی قال اولم تومن قال بلی و لکن لیطمئن قلبی (ابراہیم نے کہا اے پروردگار مجھے دکھا دے تو کس طرح مردوں کو زندہ کرتا ہے فرمایا کیا تم کو اس کا اعتقاد نہیں عرض کی اعتقاد تو ضرور ہے لیکن میں صرف اپنا اطمینانِ قلب چاہتا ہوں) پس یہ فرمایئے کہ حضرت خلیل کو کیا خدا کی قدرت پر پہلے سے یقین نہ تھا۔

امام: خداوند عالم نے حضرت ابراہیم پر وحی نازل کی تھی کہ میں اپنے ایک بندہ کو خلیل بناؤں گا۔ اور اگر وہ مجھ سے یہ کہیگا کہ تو میرے لئے مُردے کو زندہ کر دے تو میں اس کی یہ خواہش پوری کر دوں گا۔ پس حضرت ابراہیم کو یہ تردد تھا کہ وہ خلیل میں ہوں یا کوئی اور اسی لئے انھوں نے ایسا کہا تھا یعنی اطمینان قلب اس بارے میں چاہتے تھے کہ میں اس کا خلیل بنایا جاؤنگا یا نہیں۔

مامون: جزاک اللہ آپ نے بڑی خوبی سے اس اعتراض کو دفع کر دیا۔ اچھا اب ایک اعتراض حضرت موسیٰؑ کے متعلق ہے وہ یہ کہ حضرت موسیٰ نے کہا رب ارنی انظر الیک (خداوندا تو مجھے دکھا تاکہ میں تیری طرف دیکھوں) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ یہ بات بھی نہ جانتے تھے کہ خدا قابلِ رویت نہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

امام: اس آیت سے آنحضرت کا گناہ مقصود نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اے رسول ﷺ تم جو مشرکین کے بتوں کی مذمت اور خدا کی وحدانیت کی دعوت دیا کرتے تھے تو ان لوگوں کی نظر میں تمہارا یہ فعل گناہ تھا پس اب جبکہ مکہ فتح ہو گیا اور لوگ خوشی یا ناخوشی مسلمان ہو گئے۔ لہٰذا مشرکین کے عقیدہ کے بموجب تمہارے سب گناہ معاف ہو گئے یعنی اب تم ان کے نزدیک گنہگار نہیں رہے۔

مامون: فرزند رسول ؐ میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے میرے تمام خدشے مٹا دئے۔

مختلف لوگوں کے سوالات کے جوابات

ذیل میں وہ جوابات درج کئے جاتے ہیں جو آپ نے مختلف سائلوں کو دئے تھے۔

سوال: کیا انسان اپنے افعال میں مجبور ہے کہ خدا جو چاہتا ہے اس سے کرا چھوڑتا ہے۔

امام: خدا عادل ہے کیوں کر ممکن ہے کہ کوئی کام خود ہی تو جبراً کرائے اور خود ہی سزا دینے لگے۔

سوال: کیا بندہ اپنے معاملات بالکل مطلق العنان ہے۔

امام: ایسا کیوں کر ہو سکتا ہے کہ خدا بندوں کو پیدا کر کے اپنا قابو ان پر سے بالکل ہٹا لے اور اس کے معاملات کو بالکل اس پر چھوڑ دے۔ خدا نے اپنے بندوں کو نہ بالکل مجبور کیا ہے نہ بالکل

Presented by www.ziaraat.com

امام: یہ بات نہیں۔ حضرت موسیٰ خوب جانتے تھے کہ وہ قابل رویت نہیں لیکن ان کی قوم کا یہ اصرار تھا کہ آپ خدا سے یہ دعا کریں کہ آپ کو اپنا دیدار کرائے ہم بغیر آنکھ سے دیکھے اس پر ایمان نہیں لائیں گے۔ پس حضرت موسیٰ نے قوم سے مجبور ہو کر انہی الفاظ میں سوال کیا جن پر ان کی قوم کا اصرار تھا گویا حضرت موسیٰ کی یہ درخواست قوم کی طرف سے تھی۔

مامون: حضرت یوسفؑ کے بارے میں ہے همت به وهم بها (زلیخا نے بدکاری کا ارادہ یوسفؑ کے ساتھ کیا اور یوسفؑ نے اس کے ساتھ) اگر حضرت یوسفؑ نبی تھے تو یہ ارادہ کیسا۔

امام: آپ نے پوری آیت نہیں پڑھی جو یہ ہے همت به وهم بها لولا ان رای برهان ربه یعنی یوسفؑ بھی ارادہ کر بیٹھے اگر اپنے رب کی برہان نہ دیکھ چکے ہوتے۔ چونکہ وہ نبی معصوم تھے اس لئے انھوں نے ایسا ارادہ نہیں کیا۔ دوسرے معنی اس کے یہ ہیں کہ زلیخا نے ارادہ برے کام کا کیا اور یوسف علیہ السلام نے نہ کرنے کا ارادہ کیا۔

مامون: اچھا یہ فرمایئے کہ حضرت رسول خدا کے متعلق قرآن میں ہے انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر (ہم نے تم کو کھلم کھلا فتح دی تاکہ اللہ تمہارے اگلے پچھلے گناہوں کو بخش دے) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت گنہگار تھے۔

مطلق العنان بنایا ہے بلکہ ان دونوں کے بیچ میں ایک امر ہے۔

سوال:- ایک حدیث ہے ان اللہ خلق آدم علی صورتہ (خدا نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا) کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خدا صاحب صورت ہے۔

امام:- لوگوں نے اس حدیث کی شان بیان پر غور نہیں کیا بات یہ تھی کہ ایک بار حضرت رسول خدا ایسے دو شخصوں کی طرف سے گزرے جو آپس میں گالی گلوچ کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا خدا تیری صورت کو بھونڈا کرے اور اس کی صورت کو بھی جو تجھ سے مشابہ ہو۔ حضرت نے فرمایا اے شخص ایسا نہ کہو اسی کی صورت پر تو خدا نے آدم کو بھی پیدا کیا تھا۔

سوال:- اس حدیث کا کیا مطلب ہے کہ مومنین جنت کے مکانوں میں بیٹھے اپنے خدا کی زیارت کریں گے۔

امام:- خدا نے حضرت محمد مصطفےٰ کو تمام رسولوں پر فضیلت بخشی ہے اور ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور ان کی بیعت کو اپنی بیعت اور ان کی زیارت کو اپنی زیارت قرار دیا ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا ہے کہ جس نے میری زیارت کی زندگی میں یا مرنے کے بعد اس نے گویا خدا کی زیارت کی پس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مومنین جنت میں حضرت رسول خدا کی زیارت کریں گے۔

سوال:- کیا مطلب ہے اس حدیث کا ان ثواب لا الہ الا اللہ

النظر الی وجہ اللہ (لا الہ الا اللہ کہنے کا ثواب یہ ہے کہ خدا کے چہرہ کو دیکھ لیا) کیا خدا کی کوئی شکل وصورت ہے؟

امام:- خدا کے متعلق شکل وصورت قرار دینا کفر ہے۔ وجہ اللہ درحقیقت انبیاء اور ان کے اولیاء ہوتے ہیں جن کے ذریعہ سے خدا کی طرف توجہ ہوتی ہے اسی لئے وہ وجہ اللہ ہیں۔ ان کی طرف نظر کرنا اجر عظیم کا باعث ہے اور ان کی زیارت سے محروم رہنا خسارہ کا باعث۔

سوال:- کیا جنت و دوزخ دونوں خلق ہو چکے ہیں۔

امام:- بے شک پیدا ہو چکے ہیں جو لوگ کہتے ہیں کہ ابھی پیدا نہیں ہوئے بلکہ محض ارادہ الٰہی میں ہیں وہ ہم سے نہیں بلکہ ہماری تکذیب کرنے والے اور ہماری ولایت کے منکر ہیں۔ قیامت کے دن وہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں ڈال دئے جائیں گے۔ کیونکہ وہ ایسی چیزوں کا انکار کرتے ہیں جن کا اقرار ضروریات دین سے ہے۔ خدا فرماتا ہے ھذہ جھنم التی یکذب بھا المجرمون یطوفون بینھا وبین حمیم ان (یہ وہی دوزخ ہے جسے لوگ جھٹلایا کرتے تھے دوزخی لوگ اس کے اندر اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان پھریں گے)

سوال:- اس کی کیا وجہ ہے کہ مرد کو چار عورتیں کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور عورت کو ایک سے زیادہ شوہر کرنے کو منع کیا گیا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

امام:- اگر عورت ایک سے زیادہ شوہر کرے تو یہ معلوم نہ ہو کہ یہ نطفہ کس کا ہے اور ایسی صورت میں یہ ثابت کرنا دشوار ہوگا کہ مولود کا باپ کون ہے۔ لیکن زیادہ عورتیں کرنے میں یہ خرابی لازم نہیں آتی۔ اس کے علاوہ مرد کے لئے چار عورتیں اس لئے جائز ہیں کہ عورتوں کی پیداوار بہ نسبت مردوں کے زیادہ ہوتی ہے۔

سوال:- لڑکے اور لڑکی کی پیدائش کے متعلق فرمایئے۔

امام:- رحم مادر میں لڑکے کے لئے داہنی طرف جگہ ہوتی ہے اور لڑکی کے لئے بائیں طرف اگر نطفہ داہنی طرف جاتا ہے تو لڑکا ہوتا ہے اور اگر بائیں طرف جاتا ہے تو لڑکی ہوتی ہے اکثر عورت دو بچوں سے حاملہ ہوتی ہے پس اگر اس کی دونوں چھاتیاں یکساں بھاری ہوں تو سمجھنا چاہیے اس کے شکم میں دو بچے ہیں اور اگر ایک بھاری ہو تو ایک بچہ ہے اگر داہنی چھاتی بھاری ہو تو لڑکی ہوگی۔ اگر دو بچوں والی حاملہ کی داہنی چھاتی زیادہ ہلکی پڑ جائے تو لڑکے کا حمل ساقط ہوگا اور اگر بائیں طرف کی پڑ جائے تو لڑکی کا اور اگر دونوں ہلکی پڑ جائیں تو دونوں بچے ساقط ہو جائیں گے۔

سوال:- زنا کیوں حرام کیا گیا ہے۔

امام:- اس لئے کہ سلسلۂ نسب منقطع ہو جاتا ہے

میراث جاتی رہتی ہے عورت کو پتہ نہیں چلتا کہ وہ کس مرد سے حاملہ ہے اور نہ مولود بچہ کو جانتا ہے کہ وہ کس کا بچہ ہے۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے فضائل علمیہ

ایک دن امام محمد تقی علیہ السلام جن کا سن اس وقت نو برس کا تھا بغداد کے ایک کوچہ میں چند لڑکوں کے پاس کھڑے تھے مامون کی سواری آتے دیکھ کر اور سب تو بھاگ گئے مگر امام علیہ السلام بدستور اپنی جگہ پر کھڑے رہے مامون آگے بڑھ کر آپ سے پوچھنے لگا اے لڑکے تم کیوں نہ بھاگے فرمایا اے امیر راستہ تنگ نہ تھا۔ آپ سے کسی بے قصور کو سزا دینے کا گمان نہ تھا پھر کیوں بھاگتا۔ مامون کو یہ بات پسند آئی دریافت کیا تمہارا اور تمہارے باپ کا کیا نام ہے فرمایا میں محمدؑ ہوں اور امام رضا علیہ السلام میرے پدر بزرگوار تھے۔ مامون کو آپ کے حال پر رحم آیا اور وہاں سے اپنا گھوڑا آگے بڑھا دیا وہ اس وقت شکار کھیلنے جا رہا تھا اور چند باز (شکاری پرندے) اس کے ساتھ تھے۔ جب آبادی سے دور نکل گیا تو باز کو ایک تیتر پر چھوڑا وہ غائب ہو گیا کچھ دیر بعد لوٹا تو اس کی چونچ میں ایک چھوٹی سی مچھلی تھی۔ مامون کو اس پر سخت تعجب ہوا وہاں سے واپسی پر پھر لڑکے کھیلتے ہوئے ملے اور سب تو بھاگ

Presented by www.ziaraat.com

گئے مگر امام محمد تقی علیہ السلام بدستور کھڑے رہے مامون نے قریب جاکر پوچھا بتلایئے میرے ہاتھ میں کیا ہے آپ نے فرمایا خدا نے اپنے دریائے قدرت میں ننھی ننھی مچھلیاں پیدا کی ہیں جن کو بادشاہوں کے باز شکار کرتے ہیں اور اہلبیتِ رسول کے فرزندان کو خبر دیا کرتے ہیں۔ (صواعق محرقہ)

امام علیہ السلام کا یحییٰ بن اکثم سے مناظرہ

تمام اسلامی تاریخوں میں اس مناظرہ کی کیفیت تفصیل کے ساتھ درج ہے۔ یہ مجلس اتنے بڑے پیمانہ پر قرار دی گئی تھی کہ معززینِ سلطنت کے علاوہ نو سو کرسیاں علما و فضلا سے بھری ہوئی تھیں جن پر ایسے بڑے بڑے علما و فضلا بیٹھے ہوئے تھے جن کی استعداد علمی پر تمام عرب کو ناز تھا۔ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو جو خدائی مدرسہ کے تعلیم یافتہ تھے ایسے لوگوں سے کیا خوف ہو سکتا تھا۔

جب لوگوں سے دربار بھر گیا تو مامون نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو بلا کر اپنی برابر مسندِ شاہی پر بٹھایا اور آپ کے پہلو میں دونوں طرف تکیے رکھوا دئے۔ قاضی یحییٰ بن اکثم بھی اپنے مقام پر موجود تھے۔ مامون سے کہنے لگے اگر آپ کی اجازت ہو تو ان صاحبزادے سے چند مسائل دریافت کروں۔ مامون نے کہا آپ کی تہذیب کا اقتضا تو یہی ہے کہ آپ اس

بارے میں انہی سے اجازت لیجئے۔ یحییٰ نے اجازت طلب کی حضرت نے فوراً اجازت دے دی۔

یحییٰ:- اگر کسی شخص نے حالتِ احرام میں شکار کیا ہو تو اس کا کفارہ شرع میں کیا ہے۔

امام:- (مسکرا کر) یہ سوال تو بالکل مہمل ہے۔ پہلے یہ بتاؤ کہ اس محرم (احرام باندھنے والا) نے کہاں شکار کیا۔ حل میں یا حرم میں، وہ محرم عالم مسئلہ تھا یا جاہل مسئلہ۔ عمداً شکار کیا تھا یا سہواً۔ آزاد تھا یا غلام۔ بالغ تھا یا نابالغ۔ اس نے پہلی بار شکار کیا تھا یا اس سے قبل بھی کئی بار شکار کر چکا تھا وہ شکار پرندے کا تھا یا چوپایہ کا۔ چھوٹا تھا یا بڑا۔ وہ شکاری اپنے فعل پر مُصر تھا یا نادم، شکار رات کو کیا تھا یا دن میں وہ عمرہ کا احرام باندھے تھا یا حج کا۔

یہ سُننا تھا کہ قاضی صاحب سناٹے میں آ گئے۔ چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا۔ آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا۔ سکتہ کے عالم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جب زیادہ سکوت رہا تو مامون سے نہ رہا گیا اس نے امام علیہ السلام سے کہا یہ تو بتا چکے اب آپ اس مسئلہ پر روشنی ڈالئے۔

امام:- اگر کوئی محرم مقامِ حل میں شکار کرے اور وہ شکار پرندہ ہو اور بڑا بھی ہو تو اس کا کفارہ ایک بکری ہے اور اگر اسی قسم کا شکار حرم میں کیا ہو تو اس کا کفارہ دو بکری کا ہے

Presented by www.ziaraat.com

راگر وحشی چوپاؤں میں کسی بچہ کو حالت حل میں شکار کیا ہے تو
س کے عوض ایک دنبہ کا بچہ جو اپنی ماں کا دودھ چھوڑ چکا ہو کفارہ
ں دینا ہوگا۔ اگر وہ شکار ہرن ہے تو ایک بکری اس کے
عاوضہ میں دینا ہوگی اور یہ تمام کفارے وحشی جانوروں کے
علق اس وقت دینے ہوں گے جب ان کا شکار حل میں کیا ہو۔
یکن اگر حرم میں کیا ہوگا تو یہ کفارے دوچند ہو جائیں گے۔
ر جو جانور کفارہ میں دے گا بجنس خود خانۂ کعبہ تک پہونچانا
گا اور اگر اس شخص نے احرام حج باندھا ہے تو ان جانوروں
و منیٰ میں اور اگر عمرہ کا احرام باندھا ہے تو مکہ میں قربانی کرنا
گی اور ان کفاروں میں عالم و جاہل سب برابر ہیں عمداً شکار
رنے والا گنہگار ہے۔ البتہ حالتِ سہو میں کوئی گناہ نہیں۔ مرد
راد کے لئے کفارہ خود اس کی ذات پر ہے اور غلام کا کفارہ
س کے مالک پر واجب ہے۔ طفل صغیر پر کوئی کفارہ
ہیں۔ بالغ پر کفارہ واجب ہے اور جو کوئی اپنے شکار کرنے
ر نادم ہو اس سے عذابِ آخرت دور رہے گا۔ اور اگر اپنے فعل
مصر ہے تو عذابِ آخرت بھی ہوگا۔

یہ جواب سن کر ساری مجلس حیران ہوگئی اور ہر طرف سے
یین و آفرین کی صدائیں بلند ہوئیں۔ مامون کا خوشی سے عجب
ل تھا بار بار حضرت کا ہاتھ پکڑ کر کہتا تھا واللہ یعلم حیث

یجعل رسالتہ (اللہ بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو
کہاں قرار دے)

اس کے بعد امام علیہ السلام نے قاضی یحییٰ سے فرمایا اب میں
بھی تم سے ایک سوال کرلوں۔ مامون نے کہا ضرور کیجئے
فرمایا۔ بتاؤ اس مسئلہ میں کیا کہتے ہو۔ ایک مرد نے ایک
عورت کی طرف دیکھا تو وہ اس پر حرام تھی طلوع آفتاب کے
وقت حلال ہو گئی۔ ظہر کے وقت پھر حرام ہوگئی۔ عصر کے وقت پھر
حلال ہوگئی۔ مغرب کے وقت پھر حرام ہوگئی۔ عشاء کے وقت اس
کا کفارہ دے دیا حلال ہوگئی۔ پھر آدھی رات کو طلاق رجعی دیدی
حرام ہوگئی۔ صبح کو پھر رجوع کرلیا حلال ہوگئی۔

یہ سن کر مامون نے لوگوں سے کہا دیکھا تم نے آپ کا علم کس پایہ کا ہے۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے فضائل علمیہ کا بیان

اور ائمہ کی طرح امام علی نقی علیہ السلام کا علم بھی وہبی تھا اور
اور کسی کی طاقت نہ تھی کہ علم وفضل میں آپ کے مقابل ہو سکتا۔
ایک بار متوکل کو زہر دیا گیا۔ اس نے نذر کی تھی اگر میں اچھا ہو جاؤں
تو راہِ خدا میں مالِ کثیر تصدق کروں گا۔ جب وہ اچھا ہو گیا تو
علماء نے مالِ کثیر کے متعلق اختلاف کیا۔ آخر متوکل نے اپنے غلام کو
امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے فرمایا اتنی درہم

Presented by www.ziaraat.com

صدقہ دینے چاہیئں۔ متوکل نے پوچھا کیوں فرمایا خدا اپنے نبی
سے فرماتا ہے لقد نصرکم اللّٰہ فی مواطن کثیرۃ (اللہ نے
تمہاری مدد کی کثیر مقامات پر) چونکہ حضرت رسولخدا کے غزوات
اسّی تھے لہٰذا معلوم ہوا کہ کثیرہ کا لفظ اسّی پر بولا جاتا ہے۔ یہ جواب
سن کر متوکل پھڑک گیا۔

متوکل نے ایک بار ابن سکیت سے کہا کہ امام علی نقی علیہ السلام
سے میرے سامنے ایسا مشکل سوال کر کہ وہ جواب نہ دے سکیں۔
چنانچہ اس نے حسب ذیل سوالات کئے۔

ابن سکیت:۔ خدا نے حضرت موسیٰؑ کو عصا کا معجزہ دیا اور
حضرت عیسیٰؑ کو کوڑھی اور مبروص کے اچھا کرنے اور مُردوں کو جلانے
کا۔ اور حضرت محمد مصطفےٰؐ کو قرآن اور سیف کا۔ یہ معجزات جدا جدا
کیوں دیئے گئے، ایک ہی قسم کے کیوں نہ دیئے۔

امام:۔ جس زمانہ میں جیسی ضرورت تھی ویسا معجزہ دیا گیا۔
ہر زمانہ میں ایک ہی معجزہ کیوں کر کارآمد ہو سکتا تھا۔ حضرت موسیٰ
کے زمانہ میں جادوگروں کا زور تھا لہٰذا ان کو عصا اور ید بیضا
دیا گیا۔ حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں طب کا۔ لہٰذا ان کو شفا بخشی اور
مُردہ جلانے کا معجزہ دیا گیا۔ حضرت رسولخداؐ کے زمانہ میں فصاحت
بلاغت و شجاعت کا بڑا زور تھا۔ لہٰذا اس کو توڑنے کے لئے قرآن
اور تلوار دو چیزیں دی گئیں۔

ابن سکیت:۔ اس زمانہ میں جبکہ کوئی معجزہ نما نہیں کیا چیز لوگوں
پر حجت ہے۔

امام:۔ عقل

ابن سکیت:۔ عقل تو پہلے بھی تھی۔

امام:۔ لیکن اس پر تمیز کی راہیں تو کھلی ہوئی نہ تھیں
ان راہوں کو انبیاء نے کھولا ہے۔

ابن سکیت:۔ قرآن میں من عندہ علم من الکتاب سے کون مراد ہے۔

امام:۔ آصف برخیا۔

ابن سکیت: جب حضرت سلیمان نے اپنے درباریوں سے یہ
سوال کیا کہ تم میں سے کون ایسا ہے جو بلقیس کو مع تخت اُٹھا لائے
تو کیا ان کو معلوم نہ تھا کہ آصف برخیا ایسا کر سکتے ہیں۔ اگر معلوم
تھا تو پھر یہ سوال کیوں کیا۔

امام:۔ معلوم تھا لیکن وہ اپنی امت کے جن و انس پر ان کی
فضیلت ثابت کر کے یہ بتانا چاہتے تھے کہ ان کے بعد وہی ان کے
جانشین ہوں گے۔

ابن سکیت:۔ یعقوب نے اپنے بیٹے یوسف کو سجدہ کیوں کیا
کیا باپ کے لئے بیٹے کو سجدہ کرنا جائز تھا۔

امام:۔ وہ سجدہ محض طاعت خدا اور تحیہ یوسف کی غرض
سے تھا۔ یہ سجدہ ویسا ہی تھا جیسا کہ ملائکہ نے آدم کو کیا تھا۔

Presented by www.ziaraat.com

حضرت یعقوب اور ان کے بیٹوں کا سجدہ درحقیقت سجدۂ شکر تھا۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے جدائی کے بعد سب کو ایک جگہ جمع کر دیا تھا۔

ابن سکیت:- خدا فرماتا ہے۔ فان کنت فی شک مما انزلنا الیک فاسئل الذین یقرءون الکتاب۔ اس آیت میں شک کی نسبت آنحضرت کی طرف دی گئی ہے کیا حضرت کو شک تھا۔

امام:- ہرگز نہیں لیکن جاہل کہتے تھے کہ خدا نے ملائکہ میں سے کسی نبی کو کیوں نہیں بھیجا تاکہ نہ اسے کھانے کی ضرورت ہوتی نہ پینے کی نہ بازار میں چلنے کی۔ اس استغنا کا اثر لوگوں پر زیادہ پڑتا۔ پس خدا نے اپنے نبی کی طرف یہ وحی کی کہ اگر کتاب پڑھنے والے جہالت کی وجہ سے شک میں پڑے ہوتے ہیں تو کیا ان کو یہ معلوم نہیں کہ تم سے پہلے جو نبی تھے وہ بھی کھاتے پیتے تھے پس اگر ایسا تھا تو پھر تمہارے متعلق شک کرنے کا کیا موقع ہے۔ اسی آیت میں شک کی نسبت آنحضرت کی طرف محض اس لئے دی گئی ہے کہ ان لوگوں کو برا نہ معلوم ہو کیا آیۂ مباہلہ میں تم نے نہیں پڑھا فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ خدا جانتا تھا کہ اس کا رسولؐ سچا ہے اور دوسرے جھوٹے لیکن اخلاقاً یہ اچھا نہ سمجھا گیا کہ ان کو جھوٹا کہا جائے لہذا نبی کو بھی شامل کر لیا۔

متوکل کے سامنے ایک مرد نصرانی کو لائے جس نے ایک مسلمان عورت سے زنا کیا تھا جب متوکل نے اس پر حد جاری کرنے کا ارادہ

کیا تو وہ مسلمان ہو گیا۔ قاضی یحییٰ بن اکثم نے کہا اب اس پر حد جاری نہیں ہو سکتی کیوں کہ اسلام نے اس کا گناہ دھو دیا۔ کسی نے کہا اے امیر المومنین امام علی نقی علیہ السلام سے بھی اس بارے میں معلوم کر لیجیے۔ چنانچہ متوکل نے آپ کے پاس کسی کو بھیج کر یہ مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا اسے یہاں تک مار دی جائے کہ وہ مر جائے۔ درباری فقہا نے اس جواب کو قبول کرنے سے انکار کیا اور دلیل مانگنے لگے۔ پھر حضرت سے پوچھا آپ نے فرمایا اس کے متعلق صاف آیت موجود ہے۔ فلما رأوا باسنا قالوا اٰمنا باللہ وحدہٗ و کفرنا بما کنا بہ مشرکین (جب انھوں نے ہماری سزا کو دیکھا تو کہنے لگے ہم ایک خدا پر ایمان لے آئے اور پہلے شرک سے ہم نے بیزاری اختیار کی)

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے فضائل علمیہ کا بیان

جس زمانہ میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام قید تھے بغداد میں تین سال سے سخت قحط پڑ رہا تھا۔ ایک نصرانی عالم وہاں پہنچا اور اس نے پانی برسانے کا معجزہ دکھا کر مسلمانوں کے عقائد میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا ہر شخص اس کی روحانی کرامت اور دین عیسوی کی صداقت کا دم بھرنے لگا۔ یہ خبر معتمد تک پہونچی اس نے اس کو بلایا اور پانی برسانے کی درخواست کی۔ اس نے

Presented by www.ziaraat.com

فوراً اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے چند فقرات زبان پر جاری کیے۔ فوراً سیاہ بادل آسمان پر چھا گیا اور بارش ہونے لگی۔ معتمد اس کی کرامت کا معتقد ہونے لگا۔ اور اس کے تمام درباریوں کے ایمان میں لغزش پیدا ہو گئی۔ قریب تھا سب دین مسیحی اختیار کر لیں۔ غرضکہ معتمد نے یہی مصلحت سمجھی کہ جوں توں کر کے اس نصرانی عالم کو اپنے دربار سے رخصت کر دے جب وہ چلا گیا تو اس مسئلہ پر گفتگو شروع ہوئی۔ آخر کسی کی سمجھ میں اس کا حل نہ آیا۔ ایک درباری نے کہا سوائے امام حسن عسکری علیہ السلام کے اس عقدہ کو کوئی حل نہیں کر سکتا حکم ہوا ان کو فوراً دربار میں لاؤ۔ صواعق محرقہ میں ہے جب حضرت تشریف لائے تو معتمد نے سارا واقعہ بیان کیا۔ فرمایا یہ کون بڑی بات ہے۔ لوگوں کو چاہیے کل میرے ساتھ شہر سے باہر چلیں۔ میں انشاء اللہ اس شک کو دور کر دوں گا۔ مگر شرط یہ ہے کہ تمام قیدیوں کو رہا کر دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا وہ نصرانی راہب بھی بلایا گیا حضرت نے فرمایا اب تم دعا کرو اور اپنی کرامت دکھاؤ۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر منہ ہی منہ میں کچھ پڑھنا شروع کیا فوراً بادل آ گیا۔ آپ نے اپنے پاس والے ایک شخص سے کہا راہب کے دونوں ہاتھ پکڑ لے اور جو چیز اس کے ہاتھ میں ہو چھین لا۔ اس نے ایسا ہی کیا اور ایک ہڈی لے کر آپ کے پاس

آیا۔ حضرت نے اس ہڈی کو مٹھی میں داب لیا اور اس سے فرمایا ہاں اب مینہ برسے تو جانوں۔ اس نے پھر ہاتھ اٹھائے مینہ برسنا تو درکنار جو بادل پہلے آیا تھا وہ بھی کھل گیا۔

آپ نے معتمد سے فرمایا یہ کرامت اس شخص کی نہ تھی بلکہ اس ہڈی کی تھی جو اس کے ہاتھ میں تھی یہ کسی نبی کے بدن کی ہڈی ہے جو کسی قبر سے اس کے ہاتھ لگ گئی ہے اس ہڈی کی یہ خاصیت ہے جب کھلی ہوئی آسمان کو دکھائی جائے گی فوراً ابر آ کر مینہ برسنے لگے گا۔ یہ سن کر لوگوں کے شکوک دور ہوئے اور ہٹے ہوئے ایمان ٹھکانے پر آئے۔

امام حسن عسکری علیہ السلام کے علم و فضل کی شہرت تمام ممالک اسلامی میں پہونچ چکی تھی۔ دور دور سے لوگ مسائل دریافت کرنے کے لئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

ابو ہاشم جعفری کا بیان ہے کہ ایک بار میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص جس کے علم و فضل کی بڑی شہرت تھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا۔ عورتیں خلقۃً مردوں سے کمزور ہوتی ہیں۔ پھر کیا وجہ کہ ان کو میراث میں اکہرا حصہ ملتا ہے اور مرد کو باوجود قوی ہونے کے دونا۔ انصاف چاہتا ہے کہ اس کے خلاف ہو۔

حضرت نے فرمایا تم نے عورتوں کی ظاہری کمزوری کو دیکھا۔ لیکن

Presented by www.ziaraat.com

مرد و عورت کے فرائض پر نظر نہ ڈالی۔ مردوں کی مشکلات عورتوں سے بہت زیادہ ہیں مردوں پر جہاد واجب ہے عورتوں پر نہیں۔ مردوں پر روزی کمانے کا بار ہے عورتوں پر نہیں، عورتوں کا نان نفقہ مردوں سے متعلق ہے پس ایسی صورت میں اگر مرد کا حصہ دونا کر دیا تو کیا خلاف عدل و انصاف ہوا۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے علم و فضل کا اندازہ اس تفسیر سے ہو سکتا ہے جو تفسیر امام حسن عسکری کے نام سے مشہور ہے اس تفسیر کی تالیف و ترتیب کسی خاص اہتمام سے نہیں فرمائی ہے بلکہ آیاتِ قرآنی کے متعلق آپ کے وہ ارشادات ہیں جو آپ نے اپنے دو شاگردوں کو تعلیم قرآن دیتے وقت بیان فرمائے تھے۔ یہ دونوں شہر قم سے تحصیل علم کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت کے ارشادات انہی دو سعادت مندوں نے تفسیر کی صورت میں جمع کئے ہیں۔ بلحاظ نکاتِ تفسیر، ندرتِ مضامین اور سلاستِ زبان و بیان وہ ایسی تفسیر ہے کہ بڑی ضخیم کتابیں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ اس کا ترجمہ اردو میں بھی شائع ہو گیا ہے۔

ایک بار کسی نے پوچھا آیۂ بل ھو آیات بینات فی صدور الذین اوتوا العلم سے کون لوگ مراد ہیں فرمایا ہم اہلبیت اسی طرح ایک بار کسی نے پوچھا من جاء الحسنۃ فلہ خیر منہا میں حسنہ سے اور من جاء السیئۃ فکبت وجوھھم میں

سیئہ سے کیا مراد ہے فرمایا حسنہ سے مراد ہے معرفتِ امام اور اس کی اطاعت اور سیئہ سے مراد ہے انکارِ امامت۔

اسحاق کندی عراق کا ایک بہت بڑا فلسفی تھا اس نے ایسی آیات جمع کیں جن کا مفہوم ایک دوسرے کے خلاف تھا اور ان سے ثابت کرنا چاہتا تھا کہ یہ کلام خدا نہیں۔ ایک بار اس کے شاگرد امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں آئے آپ نے فرمایا اپنے استاد کو اس کام سے روکو، انھوں نے کہا ہم تو شاگرد ہیں ہماری کیا مجال کہ روک سکیں۔ فرمایا اچھا جو بات میں تمھیں بتاؤں وہ اس سے دریافت کر لو۔ انھوں نے کہا ہاں یہ ہو سکتا ہے۔ فرمایا جب وہ تمھیں ایسی آیات سنائے جن کا معمول بظاہر متضاد ہو تو اس سے کہنا اگر اس کلام کا قائل (خدا) تمہارے پاس آ کر کہے کہ جو تم نے سمجھا ہے وہ میری مراد نہیں۔ کلام میرا اور معنی بتاؤ تم یہ کونسی عقلمندی ہے۔ کبھی تم نے مجھ سے پوچھا ہے کہ میں نے ان الفاظ کے ذریعہ سے کس مفہوم کو ادا کیا ہے اگر تم کو ایسا موقع نہیں ملا تو پھر خواہ مخواہ اپنی طرف سے معنی کیوں لگاتے ہو۔ تم کو اپنے کلام کے معنی پیدا کرنے کا حق ہے نہ کہ میرے کلام کے۔ میرے کلام کے معنی تو وہی بتا سکتا ہے جس کو میں نے بتایا ہے حضرت سے یہ سن کر وہ لوگ اسحاق کندی کے پاس گئے۔ اور یہی بیان کیا وہ کلام سن کر مبہوت ہو گیا اس نے کہا یہ بات

Presented by www.ziaraat.com

سوائے اہلبیتؑ کے دوسرے کے ذہن میں نہیں آسکتی ضرور تم کو امام حسن عسکری علیہ السلام نے بتائی ہے۔ اس کے بعد اس نے اپنے تمام کاغذات جلا ڈالے۔

حضرت امام مہدیؑ آخر الزماں کے فضائل علمیہ

بچپن ہی میں غیبت صغریٰ واقع ہو جانے کی بنا پر آپ کو اپنے علمی کمالات نمایاں کرنے کا موقع نہ ملا۔ تاہم جو توقیعات ناحیہ مقدسہ سے صادر ہوئیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے علم کا سرچشمہ بھی وہی تھا جو دیگر ائمہ کا تھا، آپ کے وہبی علم کا ایک بڑا ثبوت یہ ہے کہ چاروں وکلائے ناحیہ مقدسہ اپنے زمانہ کے بہترین عالم تھے۔ جب ان کو علمی مسائل میں کوئی دشواری پیش آتی تھی تو اس کا حل امام زمانہ ہی سے چاہتے تھے اور تسکین حاصل کرتے تھے۔

ائمہ اہلبیت علیہم السلام کے فضائل علمیہ کے متعلق جو کچھ ہم نے بالاختصار لکھا ہے یہ مشتے نمونہ از خروارے اور قطرہ از بحرے ہے۔ اگر تفصیل سے موضوع پر لکھا جائے تو کئی ضخیم جلدیں تیار ہو جائیں بلکہ میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ ان حضرات کے فضائل علمیہ کا احصاہی ناممکن ہے۔

اس زمانہ کے روشن خیال لوگ جن کے دماغوں میں فلسفہ

اور سائنس کے دقیق مباحث طوفان اٹھا رہے ہیں ممکن ہے ان علمی کمالات پر ناک بھوں چڑھائیں اور زیادہ وقعت کی نظر سے نہ دیکھیں اور سطحی باتیں کہہ کر ان کے وزن کو ہلکا بنانے کی کوشش کریں۔ لیکن جو لوگ وقت کے اقتضاد اور اسلام کی ابتدائی حالت پر گہری نظر رکھتے ہیں وہ اس کی تصدیق کریں گے کہ اس فسانہ میں انہی حقائق کی نقاب کشائی ضروری تھی۔

ہمارے ائمہ کی یہ تعلیم اس زمانہ سے متعلق ہے جو اب سے بارہ تیرہ صدی قبل تھا۔ اٹھارویں صدی عیسوی سے فلسفہ اور سائنس نے جو غیر معمولی ترقی دکھائی ہے وہ بہت بعد کی پیداوار ہے۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ جتنے علوم و فنون آج دنیا میں پائے جا رہے ہیں اور جن کا انکشاف قیامت تک ہوتا رہے گا۔ ہمارے ائمہ کرام ان سب سے واقف تھے مگر اہل زمانہ میں اتنی اہلیت نہ تھی کہ ان حکایت کا تحمل کر سکتے تاہم بہت سے امور کو اجمالاً بیان کر دیا ہم اس کو چند مثالوں سے سمجھانا چاہتے ہیں۔

(۱) علم ہیئت کے ماہرین نے اپنی تحقیق کو اس حد تک پہونچایا ہے کہ ستاروں کی شعاعیں اپنے مختلف اثرات رکھتی ہیں۔ کسی کی تاثیر یہ ہے کہ قلب انسانی کے سیلس میں کشادگی پیدا کرتی ہیں اور کسی کی شعاعیں انقباض کا باعث ہوتی ہیں۔ کسی سے رگوں میں سستی پیدا ہوتی ہے۔ کسی سے خون میں روانی بڑھتی ہے

Presented by www.ziaraat.com

کسی کی شعاعوں میں امراض کے جراثیم مارنے کی قوت ہے۔ کسی
میں پیدا کرنے کی۔ یہ شعاعیں مختلف چیزوں کو اپنا میڈیم بناتی
ہیں۔ ہم صرف اپنا مقصد واضح کرنے کے لئے ایک میڈیم کا ذکر
کرتے ہیں۔ جرمنی کا مشہور ڈاکٹر اسمتھ جو انیسویں صدی کا بہترین
جیولوجسٹ یعنی طبقات الارض کا ماہر تھا اپنی قابل قدر کتاب
"دی پرشیئس اسٹون" میں لکھتا ہے کہ جواہرات سینڈ اسٹون
کے اندر بنتے ہیں کیوں کہ اس پتھر میں مسامات ہوتے ہیں جن کے ذریعہ
سے اجرام سماوی کو اپنی قوتیں داخل کرنے کا موقع ملتا ہے۔ ستارے
ہزارہا سال جب اپنی شعاعیں ان چٹانوں کے اندر داخل کرتے رہتے
ہیں تو مختلف قسم کے جواہرات پیدا ہوتے ہیں جو ان کے میڈیم کہلاتے
ہیں مثلاً جوپیٹر (مشتری ستارہ) یاقوت کو بناتا ہے یہ یاقوت اس کا
میڈیم ہے یعنی جہاں کہیں یاقوت پایا جائے گا۔ مشتری کی شعاعیں
اس سے متعلق ہو جائیں گی اور جس جسم سے یاقوت متصل ہوگا یہ
شعاعیں اپنے میڈیم کے ذریعہ اس میں داخل ہو جائیں گی اور
مشتری کی شعاعوں کی خاصیت یہ ہے کہ وہ قلب انسانی کے سیلس
کو کھولتی ہیں اور سیلس کے کھلنے سے ان میں آکسیجن زیادہ بھرتی
ہے اور فرحت و قوت کا باعث ہوتی ہے اور دل کی یہ خوشی
اور طاقت انسان سے زیادہ کام بھی کراتی ہے اور خوش اسلوبی
سے بھی کراتی ہے اور یہ دونوں باتیں مل کر اس کے لئے

ترقی رزق کا باعث ہوتی ہیں۔

چونکہ ہمارے ائمہ کے زمانے میں علم ہیئت اور علم طبقات الارض
کو ایسی ترقی حاصل نہ تھی لہذا عوام الناس کے سامنے اگر اس
حقیقت کو بیان کیا جاتا تو ان کی سمجھ میں کچھ نہ آتا اور وہ تکذیب کرنے
پر آمادہ ہو جاتے لہذا حقائق کو پس پردہ رکھ کر صرف اتنا کہہ دیا گیا
کہ یاقوت کا انگشتری میں پہننا ترقی رزق کا باعث ہے اور اس
کے ساتھ ہی انگشتری کے پہننے کی تاکید بھی فرمادی۔ حدیث میں مومن
کی جو علامات بیان کی گئی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے التختم
بالیمین (داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننا) اب مذکورہ بالا تحقیق
کو ائمہ کے اس حکم سے اور تاثیر سے ملا کر دیکھو اور بتاؤ کہ وہ
ان علوم میں کامل تھے یا نہیں۔

(۲) علم تشریح ابدان کے ماہرین کا بیان ہے کہ ہاتھ کی انگلیوں
میں سب سے زیادہ طاقت انگشت خنصر یعنی چھوٹی انگلی میں ہے
جب کوئی سخت جھٹکا لگتا ہے تو زیادہ دیر تک یہی جھنجھلاتی رہتی ہے
اب دیکھو اس کا انکشاف ہمارے ائمہ نے کس طرح کیا ہے حکم ہے
کہ انگوٹھی داہنے ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں پہنو۔ اور جو نگ اس میں
جڑا جائے اس کے نیچے کا حصہ خالی ہو تاکہ پتھر کا اتصال بدن سے
ہو جائے یعنی جس ستارہ کا وہ میڈیم ہے اس کی شعاعیں براہ
راست اپنے میڈیم سے گزر کر بدن کے اندر داخل ہونے لگیں تاکہ جو

Presented by www.ziaraat.com

ثرات اس کے ہوں وہ انسان پر ظاہر ہوں۔

(۳) سائنسدانوں نے اب سیاروں بالخصوص آفتاب کی شعاعوں
رنگ بلبوں میں بھر لئے ہیں اور برقی قوت کے ذریعہ سے ان
ؤں کا استعمال جسمِ انسانی پر کرکے مختلف امراض کے علاج کئے
تے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شعاعیں اپنے میڈیم کے ذریعہ سے
کیا کرتی ہیں۔ ہمارے ائمہ نے یہ سمجھتے ہوئے جواہرات کی تاثیرات کو
ن فرمایا ہے مثلاً" اختلاج کا علاج سنگ یشب کا قلب انسانی سے
مال بیان فرمایا ہے یعنی وہ میڈیم ہے اس ستارہ کی شعاعوں کا
سے اختلاج کا علاج ہوتا ہے۔

(۴) ایک حدیث میں ہے ایاک ومن المجذ وم کفرارک من
سد (مجذوم سے اس طرح بھاگو جیسے شیر کے سامنے سے بھاگتے
) ماہرینِ امراض کا بیان ہے کہ جذام کے کیڑوں کی صورت شیر کی سی
ں ہے۔ اس زمانہ میں چونکہ نہ ایسے آلات وادوات تھے نہ
افات میں یہ ترقی تھی لہذا حقائق کی پردہ پوشی کرکے صرف
لاً ایسی چیزوں کو بیان کر دیا گیا۔

(۵) بحار الانوار کتاب السماء والعالم میں ایسی احادیث ملتی ہیں
سے پتہ چلتا ہے کہ فضائے عالم میں ایسے تجسمات ہیں جو گردش
رتے ہیں اور یہ ٹکرا کر روشنی دیتے ہیں جو شہاب ثاقب کہا جاتا
لم ہیئت کا بیان ہے کہ فضا میں چھوٹے بڑے قد کے بے شمار

میٹیور گردش کرتے ہیں جو صورت میں گول اور پتھر کی طرح سخت
ہوتے ہیں جو ارضی مادے اڑ کر اوپر جاتے ہیں یہ یکجا ہو کر ہوا
کی گردش سے گول ہو جاتے ہیں۔ جب یہ آپس میں ٹکراتے ہیں
تو رات کے وقت ان کی روشنی نظر آتی ہے۔ دن میں سورج
کی وجہ سے نظر نہیں پڑتی۔ یہ ٹوٹے ہوئے میٹیور جو زمین پر
آگرتے ہیں دنیا کے عجائب خانوں میں موجود ہیں۔ کلکتہ کے میوزم
میں بھی اس کے ٹکڑے رکھے ہوتے ہیں۔

اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ہم اس قسم کی سیکڑوں چیزیں پیش
کرکے یہ ثابت کر دیتے کہ ہمارے ائمہ کے سینوں میں علم ما کان ما یکون
سب کچھ تھا مگر وہ زمانہ جو علمی تحقیقات کا نہ تھا اور عوام الناس کے
اذہان حقائق علمیہ کی روشنی سے خالی تھے لہذا ان کی توضیحات کا
کوئی محل نہ تھا اور صرف ان کا اجمالاً اظہار بصورتِ حکم کافی تھا۔
اور مقصود اس سے یہ تھا کہ جب کوئی زمانہ علمی تحقیقات کا آئے گا
تو لوگوں کو ہمارے ان بیانات کی قدر ہوگی اور پسِ پردہ اسرار ظاہر
ہو جائیں گے۔

ہمارے ائمہ کے زمانہ میں یونانیوں، رومیوں، مصریوں،
بابلیوں اور ایرانیوں کے فلسفہ کا زور تھا اور ان ہی کے نظریات
اور معتقدات کا بادل تمام عرب پر چھایا ہوا تھا۔ ان لوگوں نے
توہمات اور قیاسات کا ایک ایسا جال پھیلا رکھا تھا جس میں

Presented by www.ziaraat.com

عقل انسانی پھنس کر رہ جاتی ہے۔ ان کے نظریات اس قدر مختلف تھے کہ عقل انسانی کے لئے یہ فیصلہ کرنا دشوار تھا کہ کون صحیح ہے اور کون غلط۔ ان تمام فلاسفروں نے الٰہیات، روحانیات، وجدانیات، فلکیات وعنصریات کے متعلق جو نظریات آپ نے پیش کئے تھے وہ اسلام کی تعلیم کے بالکل خلاف تھے۔ چوں کہ ان کی قدامت کا وزن مسلمانوں کے دل و دماغ پر بہت زیادہ دباؤ ڈالے ہوئے تھا اور وہ ان کو وحی والہام سے زیادہ وقعت دے رہے تھے اس لئے ہمارے ائمہ کو ان تخیلات فاسدہ اور عقائد فاسدہ کے دفعیہ کی بہت زیادہ ضرورت پیش آئی تاکہ مسلمان گمراہی سے محفوظ ہو جائیں اور اسلام کے صحیح عقائد ان کے دماغوں میں جاگزیں ہو جائیں۔ علمائے یہود و نصاریٰ نے حالات انبیاء علیہم السلام میں بہت کچھ تصرفات کر لئے ہیں اور اسلامی عقائد کو ادل بدل کر کچھ سے کچھ کر دیا تھا۔ اسی لئے شدید ضرورت تھی کہ ان کی اصلاح کی طرف توجہ کی جائے۔ لہٰذا علمائے یہود و نصاریٰ اور مجوس سے ہمارے ائمہ نے ایسے ہی عقائد میں مناظرے کئے اور مسلمانوں کو ان عقائد فاسدہ سے بچا لیا۔

شریعت محمدیہ کو رواج پائے ہوئے تھوڑا ہی زمانہ ہوا تھا اور بہت سے مسلمان احکام شرعی سے قطعاً ناواقف تھے یا انھوں نے احکام کو غلط سمجھا تھا۔ لہٰذا ہمارے ائمہ کو آیات کی صحیح تفسیر

اور تاویل بیان کرنے کی ضرورتیں پیش آئیں۔ وحدانیت، عدل، رسالت، امامت اور قیامت کے متعلق بھی مسلمان اسلام کی صحیح تعلیم سے بہت دور جا پڑے تھے اور ایسے عقائد پیدا کر لئے تھے جن کو کوئی دور کا تعلق بھی اسلام سے نہ تھا۔ نتیجہ میں اسلام کی صورت مسخ ہو رہی تھی۔ پس ضرورت تھی کہ ہمارے ائمہ انہی چیزوں کے متعلق اپنی علمی قوت صرف کریں۔

عقائد کی درستی ہی اسلام کی زندگی اور ایمان کی بقا کی ذمہ دار تھی۔ اگر یہ نہ تھا تو کچھ بھی نہ تھا دنیا کی تمام تحقیقات، سائنس و فلسفہ کے تمام انکشافات لغو اور عبث تھے کیوں کہ اسلام نے دین کو دنیا سے مقدم رکھا تھا۔ ہمارے ائمہ نے اس ضرورت کو اچھی طرح سمجھا اور اسی مرض کے علاج کی طرف متوجہ ہوئے جو انسانیت اور خدا پرستی کی موت تھا۔

غالباً اب یہ بات سمجھ میں آگئی ہوگی کہ ہمارے ائمہ نے استحکام مذہب کے دلائل پیش کرنے پر زیادہ زور کیوں دیا۔ اور اپنی ہدایت و تبلیغ کو اسی دائرہ میں کیوں محدود رکھا۔

اس سلسلہ میں مختلف لوگوں کے سوالات کے جو جوابات ہم ائمہ کرام کی طرف سے پیش کر چکے ہیں وہ اپنے مقام پر اتنے مسکت ہیں کہ کسی کو لب کشائی کا موقع نہیں۔ چونکہ ہم برابر علماء سے ایسے جوابات سنتے رہتے ہیں اس لئے ممکن ہے ان کی اہمیت ہماری نظر

Presented by www.ziaraat.com

میں کم ہو جائے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان سے بہتر جواب کوئی دے نہیں سکتا تھا۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ ایسے معقول اور پر زور دلائل ہمارے ائمہ سے پہلے کسی دوسرے نے پیش نہیں کئے۔ آج شاید وہ اس لئے آسان معلوم ہوں کہ ائمہ کرام کی تعلیم کی بدولت علمائے کرام کے ذریعہ سے وہ جوابات کسی نہ کسی صورت میں ہم تک پہنچ چکے ہیں۔

طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ہم اس کے متعلق بہت کچھ لکھتے۔ اسی پر اکتفا کر کے اب ہم اس بات کو بند کرتے ہیں۔

باب دوم

ائمہ کرام کے عملی فضائل

علم و عمل اسلام کے دو بازو ہیں۔ جس طرح کوئی پرندہ بغیر دو بازوؤں کے پرواز نہیں کر سکتا ہمارے رسول کا ارشاد ہے۔ العلم بدون العمل وبال والعمل بدون العلم ضلال (علم بدونِ عمل وبال ہے اور عمل بدون علم ضلالت و گمراہی) جس طرح علم کے لئے حقائقِ اشیاء سے اور موجودات کے اسباب و علل سے پوری واقفیت کی ضرورت ہے اسی طرح عمل نیک کے ساتھ خلوص اور صدق نیت کی ضرورت ہے کتنا ہی سخت سے سخت عملِ نیک کیا جائے لیکن اگر خلوص نہیں تو ایسے اعمال کا پیشِ خدا کوئی

جو نہیں عاملۃ ناصبۃ تصلیٰ نارا حامیۃ (سخت سے سخت عمل کرنے والے جہنم کی آگ تاپیں گے) ہمارے ائمہ کا کوئی عمل ایسا نہ تھا جس میں خلوص نہ ہو۔ وہ اعمالِ خیر ہمیشہ لوجہ اللہ کرتے رہے کسی بھی غرض کو درمیان آنے ہی نہ دیا۔ امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں الٰہی میں جو تیری عبادت کرتا ہوں نہ جنت کی طمع میں نہ دوزخ کا خوف بلکہ میں تجھ کو مستحق عبادت سمجھتا ہوں، اس لئے تیری عبادت کرتا ہوں۔ سب سے بڑا ثبوت۔ اس بات کا کہ ان حضرات کے عمل میں خلوص تھا یہ ہے کہ ان کا ہر عمل بارگاہِ الٰہی میں مقبول تھا اور اس کی مقبولیت کی سند قرآن مجید میں موجود ہے۔ احادیثِ رسول ان کے اعمال کی صداقت کی گواہی دیتی ہیں۔ اب ہم ائمہ کے عملی فضائل کو تفصیلاً بیان کرتے ہیں۔

(۱) عبادت

بظاہر عبادت کا تعلق اخلاق سے نظر نہیں آتا لیکن حقیقت یہ ہے کہ عبادت کو اخلاق سے بہت بڑا تعلق ہے۔ اخلاق کی درستی کی جڑ ہی عبادت ہے۔ جو شخص احکامِ الٰہی کو بجا نہیں لاتا وہ اپنے فضائل اخلاق کو کیا خاک کمال کے درجہ تک پہونچا سکتا ہے۔ ان ایک نماز ہی کا تعلق اخلاق سے دیکھ لیجئے۔ خداوند عالم فرماتا ہے ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر (نماز فحشا اور منکر سے روکتی ہے)

Presented by www.ziaraat.com

فحشا و منکر ہی تمام بدکاریوں کی جڑ ہیں۔ جب نماز نے ان خرابیوں سے بچا لیا تو لامحالہ فضائل اخلاق کا نشو و نما ہوگا۔ اسی پر اور عبادات کا قیاس کر لیجیے۔ عبادت سے رجوع الی اللہ ہوتی ہے۔ اور رجوع کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ توفیقاتِ الٰہیہ کا عابد سے تعلق ہو جاتا ہے اور جس پر فیضانِ الٰہی ہونے لگے اس کے اخلاقی فضائل کا کیا ٹھکانہ ۔۔ تارک عبادات ہرگز ہرگز اپنے اخلاق کے اچھے نمونے پیش نہیں کر سکتا۔ لہذا ضروری ہوا کہ ہم اپنے ائمہ کی عبادت کا ذکر سب سے پہلے کریں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ جیسی پر خلوص عبادت وہ دنیا میں کر گئے کسی دوسرے سے ممکن نہ ہوئی۔ عبادت ادا کرنے کی چند صورتیں عبادت گزاروں میں پائی جاتی ہیں (۱) رسماً ادا کرنا اس کا کوئی اجر نہیں (۲) ریا سے عبادت کرنا اس کا ثواب تو درکنار الٹا عذاب عائد ہوتا ہے (۳) خلوص سے کرنا باعثِ اجر ہے (۴) وجدان سے کرنا یعنی عبادت میں وجد آنا۔ روحانی کیفیت پیدا ہونا۔ ایسی لذت حاصل ہونا جو دنیا کے کسی کام میں نہ ہو یہ باعث تقرب ہے ہمارے ائمہ کی عبادت اسی شان کی تھی۔

حضرت علی علیہ السلام کی عبادت

جب نماز کا وقت آتا تھا آپ کا رنگ زرد پڑ جاتا تھا۔ ایک مرتبہ ۔۔ اس کے متعلق دریافت کیا فرمایا اس عبادت کے ادا کرنے

کا وقت آ پہونچا ہے جس کو خدا نے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا اور انھوں نے اس بار کو اٹھانے سے انکار کر دیا۔ میں نے اپنی ناتوانی کے باوجود اس کو اٹھا لیا۔ حضرت فرمایا کرتے تھے میں اپنے سوا اس امت میں کسی آدمی کو نہیں جانتا جس نے مجھ سے پہلے آنحضرت کے بعد نماز پڑھی ہو میں نے دوسروں کے عبادت کرنے سے نو برس قبل عبادت کی ہے (ارجح المطالب)

شرح نہج البلاغہ میں ہے کہ جنگ صفین میں دونوں صفوں کے درمیان امیر المومنین کا مصلے بچھا تھا اور آپ نے ایسی حالت میں نماز ادا کی جب دشمن کے تیر آ رہے تھے اور آپ کی داہنی بائیں طرف سے نکل جاتے تھے۔ حضرت کے دل میں ان تیروں کا ذرا بھی خوف نہ تھا۔ نماز کے بعد جب تک اوراد و وظائف سے فارغ نہ ہوئے اپنی جگہ سے نہ اٹھے۔ علامہ ابنِ ابی الحدید لکھتے ہیں کہ کثرتِ نوافل کا یہ حال تھا کہ طولانی سجدوں سے پیشانی مبارک پر ایسا گھٹہ پڑ گیا جیسے اونٹ کے گھٹنے پر ہوتا ہے۔ آپ نماز کے وقت ایسے مستغرق ہو جاتے تھے کہ ماسوا کا ہوش نہ رہتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ کو اپنے جسم تک کی خبر نہ رہتی تھی۔ مولانا جامی نے تحفۃ الاحرار میں نماز کے وقت آپ کی محویت کا حال یوں لکھا ہے

شیر خدا شاہ ولایت علیؑ — صیقل شرک خفی و جلی
روز احد چوں صفِ ہیجا گرفت — تیر مخالف بہ تنش جا گرفت

Presented by www.ziaraat.com

غنچہ پیکاں بگل او نہفت — صد گل محنت ز گل او شگفت

خنجر الماس چوں بیتاب گرد — پشت بدر و سر اصحاب گرد

غرقہ بخوں غنچہ افگار گوں — آمد ازاں گلبن احسان بروں

گلگل خونش بمصلا چکید — گفت چو فارغ زنماز آں پدید

کایں ہمہ گل چیست تہ پائے من — ساختہ گلزار مصلائے من

صورت حالش چوں نمودند باز — گفت کہ سوگند بدانائے راز

کز الم تیغ ندارم خبر

گرچہ ز من نیست خبردار تر

روزہ کا یہ حال تھا کہ حسنینؑ کی بیماری میں تین روزے نذر کئے اور جب وفا کا وقت آیا تو تین روزے رکھے۔ ہر روز افطار کے وقت سائل دروازہ پر آیا اور سب گھر والوں نے اپنا اپنا گردہ نان اس کو دے دیا اور پانی سے افطار کر کے پھر روزہ رکھ لیا۔ یہ تین روزے بارگاہِ ایزدی میں مقبول ہوئے اور سورہٗ دہر ان کی تعریف میں نازل ہوا۔

حضرت علی علیہ السلام عموماً دن کو روزہ رکھتے اور رات کو عبادت میں بسر کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ہمسائے کے لوگ ایک ہزار تکبیرۃ الاحرام کی آواز سن لیتے تھے۔

اکثر اوقات بحالت نماز وہ محویت طاری ہوتی تھی کہ لوگوں کو یہ گمان ہوتا تھا کہ آپ کی روح پرواز کر گئی۔

حضرت امام حسن علیہ السلام کی عبادت

حضرت امام حسن علیہ السلام بہت زیادہ عبادت کرتے تھے رات کا بیشتر حصہ عبادتِ الٰہی میں گزرتا تھا اور ایسے الحاح و زاری سے نماز پڑھتے اور مناجات کرتے تھے کہ سننے والوں کو یہ خیال ہوتا تھا کہ آپ کسی عزیز کے درد مفارقت میں رو رہے ہیں۔

حضرت علیؑ کی طرح آپ بھی بہت زیادہ روزے رکھتے تھے آپ نے پچیس حج پاپیادہ کیے آپ فرمایا کرتے تھے مجھے حیا آتی ہے کہ اپنے معبود سے ایسی حالت میں ملوں کہ اس کے گھر تک پاپیادہ نہ جا سکا ہوں۔ ایک بار آپ پاپیادہ حج کو تشریف لیے جاتے تھے اور سواری آپ کے ساتھ ساتھ تھی جب چلتے چلتے پیروں پر ورم آگیا تو کسی نے کہا فرزندِ رسول جب سواری ساتھ ہے تو آپ سوار ہو کر کیوں نہیں جاتے فرمایا سواری میں نے اپنے لیے ساتھ نہیں رکھی بلکہ اس لیے کہ اگر کوئی راہگیر راستہ میں تھک جائے تو اس کو سوار کر لوں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی عبادت

جس مقدس ذات نے حضرت رسولِ خداؐ اور حضرت علی مرتضیٰؑ جیسے عبادت گزاروں کی آغوش میں پرورش پائی ہو ان کی صحبت سے فیض حاصل کیا ہو اس کی عبادت کا کہنا۔ حضرتؑ کو بچپن ہی سے

Presented by www.ziaraat.com

عبادت کا بہت زیادہ شوق تھا آپ اکثر حضرت رسولِ خداؐ کے ساتھ نماز میں شریک ہوتے تھے۔ حفص بن غیاث کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت رسولِ خداؐ نماز کو کھڑے ہوئے تو ان کے پہلو میں حضرت امام حسین علیہ السلام بھی آ کھڑے ہوئے جب آنحضرتؐ نے تکبیر کہی تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے بھی جن کا سن پانچ چھ سال کا تھا تکبیر کہنا چاہی مگر اچھی طرح ادا نہ کر سکے آنحضرتؐ نے دوبارہ تکبیر کہی، امام علیہ السلام نے بھی پھر تکبیر کہی اب بھی اچھی طرح ادا نہ ہوئی۔ غرض کہ اسی طرح آنحضرت کو سات بار تکبیر کہنی پڑی اسی وقت سے تکبیرۃ الاحرام سے قبل سات تکبیریں کہنا سنت ہے۔

کسی نے امام زین العابدین علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ کے پدر بزرگوار کی اولاد اسی قدر کم کیوں ہے۔ فرمایا اس کا سبب یہ ہے کہ وہ ہر شب کو ایک ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے حضرت امام حسینؑ نے تمام عمر میں ۲۵ حج پاپیادہ کیے حالانکہ سواریاں آپ کے ساتھ ہوتی تھیں۔

آپ کو عبادتِ الٰہی کا اس درجہ شوق تھا کہ شبِ عاشور آپ نے محض عبادت کے لئے بمشکل پسر سعد سے اجازت حاصل کی۔ شبِ عاشور وہ سخت رات تھی کہ دنیا بھر کے مصائب حضرت پر ہجوم کیے ہوئے تھے ایسے وقت میں بکمالِ شوق اور انتہائی خضوع و خشوع سے عبادت کرنا انہی کا کام تھا اور اس سے بھی زیادہ

سخت وقت نمازِ ظہر کا تھا۔ فوجِ مخالف سے تیروں کی بارش ہو رہی تھی اور حسینؑ نماز ادا فرما رہے تھے اس سے بھی بڑھ کر نماز عصر کا وقت تھا ایک زخمی مظلوم کو چاروں طرف سے دشمن گھیرے ہوئے تھے وار پر وار کر رہے تھے اور حسینؑ ایسے وقت میں نمازِ عصر اشاروں سے ادا فرما رہے تھے۔ انتہا یہ کہ سجدہ ہی میں اپنا سر کٹوا دیا۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی عبادت

عبادت کے وقت امام زین العابدین علیہ السلام پر اس درجہ خوف طاری ہوتا تھا کہ آپ کے چہرے کا رنگ زرد پڑ جاتا تھا اور شروع سے آخر تک یہی حالت رہتی تھی وضو کرتے وقت بھی یہی کیفیت طاری ہوتی تھی ایک بار کسی نے سبب پوچھا تو فرمایا میں اس وقت ایسے جلیل القدر شہنشاہ کے حضور میں کھڑا ہوتا ہوں جو تمام عالموں کا پیدا کرنے والا ہے، تمام مخلوق کی جزا و سزا جس کے ہاتھ میں ہے کون تعجب کی بات ہے اگر اسی کے خوف سے میری یہ حالت ہو جاتی ہے۔

ایک بار آپ حج کرنے تشریف لے گئے جب مقام احرام پر پہنچے اور چاہا کہ تلبیہ (لبیک کہنا) کر کے احرام باندھیں یکایک آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور جسم میں لرزہ پڑ گیا۔ آخر آپ سے لبیک نہ کہا گیا لوگوں نے پوچھا آپ نے تلبیہ کو کیوں ترک فرمایا

Presented by www.ziaraat.com

فرمایا اس خوف سے زبان نہ کھلی کہ میں لبیک کہوں اور خدا کی طرف سے لا لبیک کا جواب آئے۔ یہ کہہ کر آپ اس قدر روئے کہ بیہوش ہو گئے۔ تمام ارکان حج آپ نے ایسے ہی خوف کے ساتھ ادا فرمائے۔ حضرت دن اور رات میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے اور ہر نماز میں تھر تھر کانپتے تھے۔

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہمارے پدر بزرگوار جب خدا کی کسی نعمت کا ذکر کرتے تھے تو سجدہ کرتے تھے جب کوئی آیت تلاوت فرماتے تھے تو عالم یہ ہوتا تھا کہ وہ سجدہ واجب ہو یا سنت ضرور سجدہ کرتے تھے۔ جب کسی مصیبت سے نجات ملتی تھی سجدہ کرتے تھے نماز واجب سے فراغت کے بعد سجدہ کرتے تھے۔ سجدہ کا بہت واضح اثر آپ کے مقامات سجدہ پر نمایاں تھا۔ اسی باعث آپ کا لقب سجاد تھا۔ کثرتِ سجود سے آپ کی پیشانی پر دو گھٹے ایسے پڑ گئے تھے جیسے اونٹ کے گھٹنے پر ہوتے ہیں۔ خضوع و خشوع کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ آپ کے گھر میں آگ لگ گئی آپ اس وقت سجدے میں تھے لوگ آگ آگ کا غل مچانے لگے حضرت نے سجدہ سے سر نہ اٹھایا یہاں تک کہ آگ بجھا دی گئی۔ کسی نے کہا آپ کو آگ لگنے کی بھی خبر نہ ہوئی ایسا غافل کس چیز نے بنا دیا فرمایا آخرت کی آگ نے۔

ایک بار امام محمد باقر علیہ السلام کنوئیں میں گر گئے آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ والدۂ امام محمد باقر علیہ السلام نے شور مچایا کہ یا ابن رسول اللہ

آپ کا فرزند کنوئیں میں گر گیا۔ آپ بدستور عبادت میں مشغول رہے۔ جب فراغت ہوئی تو کنوئیں پر تشریف لائے اور کنوئیں میں ہاتھ ڈالکر امام محمد باقر علیہ السلام کو نکال لیا اور اپنی بی بی سے فرمایا۔ اگر میں خدا کی طرف سے غافل ہو جاتا تو خدا اس بچہ کو صحیح و سلامت مجھ تک نہ پہونچاتا۔

نصف رات گذر جانے کے بعد آپ اپنی عبادت گاہ میں تشریف لاتے تھے اور بآواز بلند درگاہ باری میں مناجات فرماتے تھے۔ پروردگارا مجھ کو حشر میں تیرے سامنے کھڑے ہونے کے خوف نے بستر پر ٹھہرنے نہ دیا۔ اور میری آنکھوں سے نیند نکال دی۔ یہ کہہ کر اپنے رخساروں کو زمین پر رکھ دیتے تھے اور اس قدر روتے تھے کہ زمین آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی حضرت کی یہ حالت دیکھ کر گھر والے آپ کے گرد جمع ہو جاتے تھے لیکن آپ ان کی طرف توجہ نہ فرماتے تھے اور برابر رو کر یہی فرماتے جاتے تھے۔

خداوندا میں یہاں راحت کا طلبگار نہیں بلکہ اس وقت جب تیرے دربار میں بلایا جاؤں اس روز اپنی رحمت کی نظر مجھ پر رکھنا۔

طاؤس یمانی بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام زین العابدین علیہ السلام کو زمانۂ حج میں دیکھا کہ آپ حجر اسود کے پاس اپنے رخساروں کو خاک پر رگڑ رہے ہیں اور خدا سے مناجات کر رہے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

خداوندا تیرا بندہ تیرے گھر آیا ہے۔ تیرا مسکین تیرے گھر آیا ہے۔ تیرا فقیر تیرے گھر آیا ہے۔ تیرا سائل تیرے گھر آیا ہے۔

حضرت فرمایا کرتے تھے دنیا میں تین قسم کے لوگ عبادت کرتے ہیں اول خوف سے ان کی عبادت غلاموں کی سی عبادت ہے۔ دوسرے غرض سے ان کی عبادت تاجروں کی سی ہے تیسرے شکر کے ساتھ یہی درحقیقت مردانِ خدا کی عبادت ہے۔

آپ اپنے بدن کو حد درجہ مشقت میں ڈالتے تھے۔ ایک دن امام محمد باقر علیہ السلام نے عرض کی آپ اتنی شدید ریاضت کیوں کرتے ہیں۔ آپ تو معصوم ہیں۔ فرمایا کیا تم راضی نہیں ہو کہ میں خدا کی نزدیکی کا شرف حاصل کروں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی عبادت

اپنے پدر بزرگوار کی طرح امام محمد باقر علیہ السلام کو بھی عبادت کرنے کا بے حد شوق تھا۔ اکثر راتیں آپ کو بیداری اور ذکر الٰہی میں گذر جاتی تھیں۔ دن کا زیادہ وقت بھی آپ کا عبادت ہی میں گزرتا تھا۔ یہی حال روزے کا تھا اکثر اوقات آپ روزہ ہی سے رہتے تھے۔ محرابِ عبادت میں جب کھڑے ہوتے تو خوفِ خدا سے بدن تھر تھر کانپتا۔ جب تک کسی مجلس میں بیٹھتے زبان پر ذکر الٰہی جاری رہتا۔ ایک بار کسی نے عرض کی آپ اس قدر کیوں

عبادت کرتے ہیں یہ سن کر آپ رونے لگے فرمایا اُف تم اس کو کثرتِ عبادت کہتے ہو۔ حالانکہ میں سمجھتا ہوں کہ بلحاظ معبود کی جلالت و شان کے یہ کچھ بھی نہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی عبادت

آپ کی عبادت کی شان دیکھ کر لوگ حیران ہو جاتے تھے چنانچہ ایک بار ابو حنیفہ نے جو آپ کو نماز پڑھتے دیکھا تو سکتہ سا ہو گیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو انھوں نے کہا اے ابو عبداللہ آپ کی نماز کس قدر سخت عبادت ہے۔ فرمایا کیا تمھیں معلوم نہیں کہ نماز تمام عبادتوں سے زیادہ قربِ خدا کا باعث ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام رکوع و سجود کے ذکر کو اس قدر طول دیتے تھے کہ بعض اوقات ساٹھ ساٹھ بار سے زیادہ ذکر فرماتے تھے۔ راوی کہتا ہے ایک روز میں امام علیہ السلام سے ایک مسئلہ پوچھنے کے لیے گیا۔ آپ مسجد رسول میں سجدہ میں پڑے تھے۔ میں اس خیال سے بیٹھ گیا کہ آپ نماز سے فارغ ہوں تو دریافت کروں۔ آپ نے ذکر سجدہ کو اس قدر طول دیا کہ میں بیٹھے بیٹھے اُکتا گیا سوچا کہ کسی تدبیر سے اپنی موجودگی کا اظہار حضرت پر کروں یہ ترکیب ذہن میں آئی کہ میں بھی سجدہ کروں اور ذکر سجدہ کو باآواز بلند کروں شاید میری آواز سُن کر آپ نماز تمام کر دیں

Presented by www.ziaraat.com

چنانچہ میں نے نماز شروع کی اور سجدہ میں جا کر زور زور سے ذکر سجدہ کرنے لگا۔ جب تین سو ساٹھ مرتبہ سے زیادہ کر چکا تب مجھے محسوس ہوا کہ حضرت نے اپنی نماز تمام کر دی ہے میں نے بھی نماز کو ختم کیا اور امام کی خدمت میں عرض کی، حضور اگر نماز کی یہی صورت ہے تو ہماری نمازیں تو اس کے مقابل کچھ بھی نہیں۔ فرمایا ہمارے شیعوں سے قلیل و کثیر سب قبول ہے۔

ایک روز حضرت کوفہ کے باغوں کی طرف سے گذر رہے تھے چلتے چلتے ایک درختِ خرما کے نیچے بیٹھ کر آپ نے وضو کیا اور نماز میں مشغول ہوئے اور ذکر سجدہ کو اتنا طول دیا کہ میں نے پانچ سو مرتبہ اس ذکر کو سُنا۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی عبادت

فصل الخطاب میں ہے کہ آپ کا یہ معمول تھا کہ آفتاب نکلنے کے وقت سجدۂ خالق میں جاتے تھے اور اس سجدہ کو اتنا طول دیتے تھے کہ زوال کا وقت گذر جاتا تھا۔ آپ کثرتِ عبادت سے اس قدر لاغر ہو گئے تھے کہ لوگ آپ کو پہچان نہ سکتے تھے مصلّے پر صرف ایک سفید کپڑا پڑا نظر آتا تھا۔ آپ کی کثرتِ عبادت دیکھ کر ہارون رشید نے ایک بار کہا آپ خاندان بنی ہاشم کے رہبانوں اور زاہدوں میں سے ہیں۔

جس زمانہ میں آپ قید خانہ میں تھے تو آپ کا یہ معمول تھا کہ جب نماز صبح سے فارغ ہوتے تو طلوع آفتاب تک اوراد و وظائف میں مشغول رہتے اس کے بعد سجدہ میں جاتے اور زوال آفتاب تک اسی حالت میں پڑے رہتے بعد زوال سجدے سے سر اٹھاتے۔ اور ظہر کی نماز میں مشغول ہو جاتے۔ دن بھر عبادت میں گذرتا۔ رات کو گھڑی دو گھڑی کو سو جاتے ورنہ تمام رات عبادت میں بسر کرتے۔ ظہرین کی نماز سے فارغ ہو کر پھر سجدہ میں جاتے اور غروب آفتاب تک اسی حالت میں رہتے۔ شام ہوتے ہی نماز مغرب کے لئے کھڑے ہو جاتے اور اتنی دیر تک تعقیبات پڑھتے کہ عشاء کا وقت آ جاتا۔ عشاء کے بعد تعقیبات پڑھنے لگتے۔ جب اس سے فراغت ہوتی تو افطار صوم فرماتے اور تھوڑا سا کھانا کھا کر سجدۂ شکر کرتے پھر تھوڑی دیر سونے کے بعد نماز شب میں مشغول ہو جاتے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی۔

ہارون رشید نے ایک بار اپنی ایک نہایت حسین و جمیل کنیز کو قید خانہ میں بھیجا اور کہہ دیا کہ جس طرح بنے امام علیہ السلام کو اپنی طرف مائل کرے وہ فتنۂ روزگار قید خانہ میں داخل ہوئی اور جس قدر کرشمے کر سکتی تھی کئے۔ مگر امام علیہ السلام اس کی طرف متوجہ ہی نہ ہوئے۔ آپ کی کثرتِ عبادت اور بارگاہ باری میں مناجات کا ایسا گہرا اثر اس پر ہوا کہ وہ اپنے خیال فاسد سے

Presented by www.ziaraat.com

ب ہوئی اور عبادتِ الٰہی میں مشغول ہو گئی۔ جب ہارون کو
لاع ہوئی تو اس نے بلایا اور کنیز سے کہا تو نے اپنا ارادہ پورا
ں نہ کیا۔ اس نے کہا اے امیر بس۔ یہ انسان نہیں فرشتہ ہے
ں کیسے کرتی۔ میں گئی تھی اس لئے کہ اسے اپنی طرف کھینچوں لیکن
س کی روحانیت نے مجھے اپنی طرف کھینچ لیا۔ اس کے بعد وہ
نہ گوشہ نشین ہو گئی اور تمام عمر عبادتِ خدا میں گزار دی۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کی عبادت

امام رضا علیہ السلام بھی بسا اوقات رات دن میں اپنے جد
رگوار امیر المومنین علیہ السلام کی طرح ایک ہزار رکعت نماز
ھتے تھے۔ زوال سے پہلے اور سورج غروب ہونے سے کچھ دیر
لے آخر روز میں اپنی عبادت کو ختم کر دیتے تھے۔ ورنہ اکثر اوقات
لے ہی پر تشریف رکھتے تھے۔ اور بہت زیادہ متفکر اور متفکر دکھائی
یتے تھے نماز صبح ادا فرما کر تعقیبات میں مشغول ہو جاتے اور ذکر
ی کو اتنا طول دیتے کہ چاشت کا وقت ہو جاتا اس وقت سجدہ
ر میں جاتے اور آفتاب بلند ہونے تک برابر سجدہ میں پڑے
تے اس کے بعد لوگوں کو وعظ و پند فرماتے زوال کے قریب
ر مصلے پر تشریف لے جاتے اور زوال تک نوافل پڑھتے رہتے
ں کے بعد نماز ظہر ادا فرماتے پھر تعقیبات کو بہت طول دیتے

اس کے بعد سجدۂ شکر بجا لاتے اور سو مرتبہ شکراً للّٰہ کہتے۔ غرضکہ
اسی طرح عبادت کا سلسلہ نصف شب تک جاری رہتا۔ تھوڑی
دیر سوتے پھر نمازِ شب پڑھتے۔

مامون نے بہت چاہا کہ آپ کو معاملاتِ سلطنت میں الجھا کر
کثرتِ عبادت سے باز رکھے مگر حضرت کیسے رک سکتے تھے۔
ایک روز مامون نے کہا یا ابن رسول اللہ مجھے ڈر ہے کہ آپ کثرتِ
عبادت کی بنا پر ہلاک نہ ہو جائیں فرمایا ایسی موت سعادتِ ابدی
ہے۔ مامون نے کہا آپ نے کون ایسے گناہ کئے ہیں جن کے بخشوانے کے
لئے آپ رات دن عبادت کرتے ہیں۔ فرمایا یہ گناہ بخشوانے کے لئے نہیں
بلکہ اس کی نعمات کا شکر ہے۔ میری بندگی کا تقاضا ہے۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی عبادت

امام محمد تقی علیہ السلام کی عبادت کا یہ حال تھا کہ کوئی لمحہ آپ
کا ذکرِ الٰہی سے خالی نہ تھا۔ ایک بار آپ حج کرنے تشریف لے گئے۔
آپ کی کثرتِ عبادت کو دیکھ کر تمام حاجیوں نے دانتوں میں انگلی دبا لی۔
معتصم بھی حج کرنے کے لئے آیا ہوا تھا اس کے ارکانِ سلطنت نے
امام محمد تقی علیہ السلام کی عبادت اور کمالِ خضوع و خشوع کا ذکر کیا۔
اور کہا ہم نے خدا کا ایسا عبادت گذار بندہ آج تک نہیں دیکھا۔ آپ
تمام تمام رات یادِ الٰہی میں روتے تھے اور جب لوگ سوتے تو

Presented by www.ziaraat.com

آپ پر اور زیادہ رقت طاری ہوتی تھی اور آپ فرماتے میں نے اس خالقِ جلیل کی شانِ شایاں کب عبادت کی ہے جو مجھ سے کم کرنے کے خواہشمند ہو۔

ایک بڑا ثبوت آپ کی کثرتِ عبادت کا یہ ہے کہ آپ کی زوجہ ام الفضل دختر خلیفہ مامون نے ایک شکایتی خط میں اپنے باپ کو لکھا تھا آپ نے میرا عقد ایک ایسے شخص سے کیا ہے جو رات بھر محرابِ عبادت میں کھڑا رہتا ہے اور دن بھر روزہ رکھتا ہے نہ اسے زیب و زینت کا شوق نہ اس کے گھر میں کوئی عیش و راحت کا سامان۔ سلاطین کی لڑکیاں ایسے فقیروں کے ساتھ اپنی زندگی بسر نہیں کر سکتیں۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی عبادت

امام علی نقی علیہ السلام نے بھی اپنے آبا و اجداد کی طرح ذکر الٰہی کے عاشق تھے جس زمانہ میں متوکل نے آپ کو مدینہ سے اپنے دار السلطنت میں بلا کر حضرت کو قید کیا ہے۔ اس نے زندان کا محافظ زرّاقی نامے ایک ایسے سنگدل انسان کو معین کیا تھا جو کسی رحم کرنا جانتا ہی نہ تھا۔ لیکن وہ بھی آپ کے مکارم اخلاق اور شب و روز کی عبادت گزاری دیکھ کر حیران ہو گیا۔ اور رفتہ رفتہ آپ کا حد درجہ معتقد اور بہی خواہ بن گیا۔ متوکل نے جب

اس کی عقیدت کا حال معلوم کیا تو ایک روز بلا کر کہنے لگا میں نے تجھے اس لئے معین نہیں کیا تھا کہ تو اپنے قیدی سے بخلوق و مدارا پیش آئے۔ اس نے کہا اے امیر یہ شخص روحانی عظمت میں مجھے فرشتہ سے بھی بالاتر نظر آ رہا ہے جب سے میری حراست میں ہے میں نے کبھی دن میں کھانا کھاتے نہیں دیکھا اور نہ کسی شب کو پوری رات سوتے پایا۔ جو شخص تمام رات عبادتِ خدا کرتا ہو اور ہر روز روزہ رکھتا ہو کسی امر کا طالب نہ ہو، کسی کی برائی نہ کرتا ہوں۔ ذکرِ خدا جس کی زندگی کا محبوب مشغلہ ہو تا میں اس پر کس دل سے ظلم کروں اور ظلم کر کے کس طرح اپنی عاقبت برباد کروں اے امیر وہ خوفِ خدا میں اس قدر گڑگڑاتا اور اتنا زیادہ روتا ہے کہ اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہے۔ قرآن اس خوش الحانی سے پڑھتا ہے کہ سننے والے کا دل پتھر کا ہو تو موم ہو جائے۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ یہ آدمی نہیں بلکہ ایک فرشتہ ہے جسے تو نے میری حفاظت میں دے دیا ہے۔ میں نے بہت سے عبادت گذار بندے دیکھے مگر ایسا عبادت کرنے والا کوئی نہیں پایا۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی عبادت

امام حسن عسکری علیہ السلام کو بھی عبادتِ الٰہی کا حد درجہ شوق تھا۔ اس قید خانہ میں جہاں طرح طرح کی تکلیفیں آپ کو پہنچائی جاتی تھیں

Presented by www.ziaraat.com

جہاں تازہ ہوا میسّر نہ تھی جہاں دو سال متواتر آپ کو ٹھنڈا پانی اور دو روٹی سے زیادہ کھانے کو نہ ملا۔ وہاں آپ کی عبادت کا یہ حال تھا کہ تمام تمام رات عبادتِ الٰہی میں گذار دیتے تھے اکثر ایام میں آپ روزہ سے ہوتے تھے معتمد کے غلام آپ کی کثرتِ عبادت کو دیکھ کر سکتہ میں رہ جاتے تھے اور آپس میں کہتے تھے کاش ہمیں اس برگزیدہ باری کی خدمت کرنے کا آزادی سے موقع مل جاتا۔ چنانچہ محمد بن اسمٰعیل علوی کہتے ہیں کہ بنی عباس میں سے کچھ لوگ صالح بن وصیف کے پاس گئے جس کے یہاں امام علیہ السلام قید تھے اور کہنے لگے اس کے ساتھ بہ سختی پیش آنا اور ذرا رحم نہ کرنا۔ وہ کہنے لگا میں نے تو ایسے دو شخصوں کو مقرر کیا تھا جو نہایت بے رحم تھے مگر اس قیدی کی کثرتِ عبادت، خدا پرستی اور روحانی قوت کو دیکھ کر وہ اس کے ایسے مطیع ہو گئے کہ قدم چومنے لگے۔ اور رات کو اس کے ساتھ عبادت میں مصروف رہنے لگے۔ اس کے بعد صالح نے ان دونوں غلاموں کو قید خانہ سے بلایا اور کہنے لگا تمہاری یہ کیا حالت ہے انھوں نے کہا ہم کس حالت کو بیان کریں اپنی یا اس شخص کی جو دن کو روزہ رکھتا ہے اور تمام رات عبادتِ خدا میں بسر کرتا ہے۔ سوائے عبادت کے اسے دوسرا کام ہی نہیں۔ جب لوگ اس کے نورانی چہرہ کو دیکھتے ہیں تو ایسا رعب طاری ہوتا ہے کہ ہم کوئی بے ادبی

کر ہی نہیں سکتے وہ ایسا عابد ہے کہ اس نے ہم جیسے سیہ کاروں کو عابد بنا دیا۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام کی عبادت

آپ کا سن جب پانچ سال کا تھا اسی وقت سے عبادت الٰہی کرتے تھے۔ غیبتِ صغریٰ کے زمانہ میں جب حضرت کے نواب آپ کی خدمت میں باریابی کا شرف حاصل کرتے تھے تو ہمیشہ آپ کو عبادت میں مشغول پاتے تھے۔ ابوالحسن علی بن محمد سمری بیان کرتے ہیں کہ میں ایک روز حضرت حجت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی فرزندِ رسول میں جب حاضرِ خدمت ہوتا ہوں مشغولِ عبادت پاتا ہوں، فرمایا پھر تم مجھ سے کیا امید رکھتے ہو۔ اے ابوالحسن ہم لوگ اسی لئے پیدا کئے گئے ہیں کہ اپنی زندگی ذکرِ الٰہی میں بسر کریں!

ہم نے اپنے ائمہ کی عبادت کے متعلق نہایت ہی اختصار سے کام لیا ہے۔ ورنہ ان حضرات کی ہر حرکت اور ہر سکون عبادت تھا احکامِ الٰہی میں سے کوئی چیز ایسی نہ تھی جس پر ان حضرات نے عمل نہ کیا ہو، چونکہ نماز و روزہ بہترین عبادات میں سے ہیں اس لئے ہم نے خصوصیت سے ان کا تذکرہ کر دیا ہے ورنہ کس کی طاقت ہے کہ ان کا تذکرہ کر سکے۔

Presented by www.ziaraat.com

شاید کوئی اس مقام پر کہے کہ بہت سے اولیاء اللہ ایسے گذرے ہیں جنھوں نے عبادت الٰہی میں اپنی عمریں گذار دی ہیں۔ پھر ائمہ اہلبیت کو اس معاملہ میں دوسروں پر کیا فوقیت حاصل ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عبادت میں وجہ فضیلت چند طریق سے پیدا ہوتی ہے۔

(۱) کمیّت۔ یعنی عبادت کی مقدار یعنی دس روزہ رکھنے والا ایک روزہ رکھنے والے سے افضل ہے۔ سو رکعت پڑھنے والا پچاس رکعت پڑھنے والے سے افضل ہے۔ اس کمیت کے لحاظ سے کوئی شخص بھی ائمہ اہلبیت کا مقابلہ نہیں کرسکتا کیونکہ ان کی نمازوں کی ان کے روزوں کی ان کے حجوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے اسلام میں آج تک کوئی خدا رسیدہ انسان اس کا مدعی نہیں ہوا کہ اس کی ایک وقت کی نماز بھی کبھی قضا نہیں ہوئی۔ نہ کوئی یہ دعویٰ کرنے والا نظر آتا ہے کہ مدت العمر میں نے تمام تمام رات نماز پڑھی ہے اور ہر روز روزہ رکھا ہے۔

(۲) کیفیت عبادت یعنی ایک شخص کو اس کے پورے آداب کے ساتھ بجالائے اور دوسرا شخص اس کے بجالانے میں بے پروائی کرے گو یہ دونوں شخص ایک ہی عمل میں شریک ہیں لیکن پہلے شخص کو فضیلت حاصل ہے۔ اس اعتبار سے بھی ہمارے ائمہ کی عبادت سب سے بہتر تھی کیونکہ پورے آداب کے ساتھ ہر عبادت کو بجالاتے

تھے آج تک کسی نے بھولے سے بھی ان کی کسی عبادت پر انگشت نمائی نہیں کی۔ اگر ان کے کیفیت عمل میں کوئی کوتاہی ہوتی تو خدا و رسول کی طرف سے ان کو ہر عمل پر فوقیت کی سند حاصل نہ ہوتی۔

(۳) ماہیت عمل یعنی ایک شخص کے عمل کی ذات دوسرے شخص کے عمل کی ذات سے افضل ہو جیسے فرائض کے ادا کرنے والے کے عمل نوافل ادا کرنے والے کے عمل پر فضیلت ہے۔ اس لحاظ سے بھی اہلبیت کا عمل سب سے بہتر تھا کیونکہ انھوں نے ترکِ اولیٰ تک کو کبھی اپنے عمل میں راہ نہ دی۔ اور واجب و نوافل میں سے کبھی کسی چیز کو ترک نہ کیا، ہر عمل کو پوری احتیاط سے بجالائے۔

(۴) لمیّت عمل یعنی دو شخصوں کا عمل ایک ہی ہو لیکن دونوں کے اغراض مختلف ہوں۔ مثلاً ایک شخص بغرض رضائے الٰہی عمل کرتا ہو اور دوسرا دکھانے کے لیے۔ چونکہ اہلبیت علیہم السلام کے ہر عمل کی غرض اصلی رضائے الٰہی کا حاصل کرنا تھا۔ کوئی نفسانی غرض شامل نہ ہوتی تھی محض حبّاً للّٰہ ہر کام کرتے تھے لہٰذا ان کے عمل کو ہر صورت میں افضلیت حاصل تھی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ان کی تعریف میں آیات قرآنی نازل نہ ہوتیں۔

(۵) تقدم و تاخر زماں مثلاً ایک شخص نے بچپن ہی سے عبادت باری تعالیٰ کی ہو اور دوسرے نے عمر کی ایک مدت گزار کر، ہمارے ائمہ چونکہ عہد طفلی ہی سے برابر عبادت کرتے رہے لہٰذا اس منزل

Presented by www.ziaraat.com

پر بھی ان کو دوسروں سے فوقیت حاصل رہی۔

(۶) خضوع وخشوع۔ یعنی ایک شخص پوری توجہ قلب اور یقین کامل کے ساتھ عبادت کرتا ہے اور دوسرا اس خصوصیت سے محروم رہ کر۔ ظاہر ہے کہ اہلبیت کا سا یقین ماجاء ربہ النبی کے متعلق کسی دوسرے کو حاصل نہ تھا اور عبادات میں ان کا سا خضوع وخشوع کسی کو میسر ہی نہ آیا۔

تمام علمائے اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ ہمارے ائمہ کرام اپنے علم وفضل اور عبادت و ریاضت میں تمام ابنائے روزگار سے افضل و برتر تھے اور کوئی چھوٹا یا بڑا گناہ کسی حالت میں بھی ان سے سرزد نہیں ہوا۔ لہذا ایسی صورت میں ان کی عبادات کا مرتبہ بھی دنیا والوں کی عبادتوں سے ہمیشہ افضل و برتر رہے گا۔

---

(۲) شجاعت

ہم ہر اس شخص کو شجاع کہہ دیتے ہیں جو اپنے کو کسی خطرے میں ڈال کر اپنی ذات کو یا کسی دوسرے کو اس خطرہ سے بچالے۔ ہر وہ شخص جو اپنے دشمن پر غالب آتا ہے ہم اس کو شجاع کہتے ہیں۔ ہر وہ شخص جو فتوحات ملکی میں کامیاب ہوتا ہے ہم اس کو بہادر کہتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ شجاع کی فضیلت اپنی خصوصیات

کے لحاظ سے کچھ اور ہی چیز ہے وہ ایک وسطی خط ہے بال سے باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز انسان کے قدم کی ذرا سی لغزش اس کو جادۂ اعتدال سے ہٹا دیتی ہے اور بجائے فضیلت کے اس میں رذیلت پیدا ہو جاتی ہے بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو فضائل سے مشابہ ہوتی ہیں۔ لیکن حقیقتاً ان کا شمار فضائل میں نہیں ہے مثلاً شجاعت فضیلت ہے لیکن اس سے اوپر کا تہور ہے جس کو اجڈ پن کہتے ہیں یعنی بے سوچے سمجھے خطرات کی طرف اقدام کرنا یہ اقدام جس قدر اوپر کو زیادہ بڑھتا جائے گا۔ اسی قدر جادۂ فضیلت سے ہٹتا جائے گا۔ دوسرا خط نیچے کا ہے جو بزدلی کہلاتا ہے یہ بھی جس قدر بڑھتا جائے گا فضیلت شجاعت سے دوری ہوتی جائے گی اصلی شجاعت وہی کہلائے گی جس میں نہ تہور ہو نہ جبن ہمارے ائمہ نے جن جن مواقع پر اپنی شجاعت کا مظاہرہ کیا وہ افراط وتفریط دونوں سے پاک وصاف تھی۔ دنیا کے زیادہ تر دلیر ایسے ہی پائے جاتے ہیں جو تہور سے کام لیتے ہیں اور جنگ وغیرہ کے صحیح نتائج پر ان کی نظر نہیں ہوتی لہذا وہ اپنے اقدام میں اس فضیلت شجاعت سے دور ہو جاتے ہیں شجاعت کے یہ معنی نہیں کہ انسان ہر نامناسب موقع پر سینہ زوری ہی دکھائے اور تلوار لے کر کھڑا ہی ہو جائے بلکہ واقعات کے نتائج پر غور کرکے اپنے کو آئندہ خطرات سے محفوظ کرنے کے لئے اگر تلوار کو نیام میں کر لیا تو یہ بھی صفت

Presented by www.ziaraat.com

شجاعت ہو گی۔ شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن
کہ جاہا سپر باید انداختن

ہمارے ائمہ چونکہ شجاعت کا مفہوم جاننے والے تھے لہٰذا انھوں نے جہاں شمشیر زنی کا موقع سمجھا وہاں بزدآزمائی کی اور جہاں صبر و سکون سے کام کرنے کا محل پایا وہاں تیغ کو نیام میں رکھ کر اپنی شجاعت کا مظاہرہ کرایا اس کو ہم جبن یا بزدلی نہیں کہہ سکتے کیونکہ بزدل وہ کہلاتا ہے جو شخص کمزوری قلب کی بنا پر اپنے دشمن کا ظلم اپنے اوپر برداشت کرتا ہے نہ کہ وہ کسی شخص جو مقابلہ کے لئے اپنی قوتوں کو آمادہ پاتا ہے۔ لیکن عواقب امور پر نظر کرکے بمصلحت وقتی مقابلہ سے رک جاتا ہے یہ ایسے باریک فرق ہیں کہ عوام الناس کے اذہان کی رسائی ان تک نہیں ہو سکتی۔

ملکی فتوحات کی طمع میں مال و زر کی ہوس میں بے گناہوں کی گردنیں کاٹنے والا۔ لوگوں پر عرصہ حیات تنگ کرنے والا۔ کمزوروں کو ڈرا دھمکا کر اپنی اطاعت کا اقرار کر لینے والا۔ اسلامی زاویہ نظر سے شجاع نہیں کہلاتا بلکہ متہور کہلاتا ہے۔ اسلام کو فتنہ و فساد سے بچانے کے لئے اسلامی تمدن میں امن برقرار رکھنے کے لئے بے قصوروں کو خطرات سے محفوظ رکھنے کے لئے

محارم دین کی نگہداشت کے لئے جو اپنی عسکری قوت کو کام میں نہیں لاتا۔ جنگ کی طرف اقدام نہیں کرتا وہ اخلاق اسلامی کی رو سے بہادر ہے شجاع ہے بزدل نہیں، بہرحال اس مختصر سی تمہید کے بعد اب ہم اپنے ائمہ کی شجاعت کو بیان کرتے ہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام کی شجاعت

امیر المومنین علیہ السلام کی شجاعت کا حال اگر تفصیل سے بیان کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب بن جائے۔ تمام مسلمان مورخین کا اس پر اتفاق و اجماع ہے کہ علیؑ جیسا بہادر آج تک مادر گیتی نے پیدا ہی نہیں کیا۔ روز احد مابین زمین و آسمان کسی ہاتف غیبی کا یہ کہنا لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار۔ جنگ خیبر میں رسول کا ان کو کرار غیر فرار کا لقب دینا قرآن میں کانھم بنیان مرصوص ان کی تعریف میں آنا اس امر کے بین ثبوت ہیں کہ علی علیہ السلام بے مثل بہادر تھے آپ کی شجاعت کے مظاہرے ایک بار نہیں سیکڑوں بار ہوئے اور ہر مرتبہ اپنی نظیر آپ ہی رہے۔ مستطرف میں مصعب بن عمیر سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ لڑائیوں میں بڑے چوکنا رہتے تھے اور اس کی گھاتیں خوب جانتے تھے ممکن نہ تھا کہ کوئی آپ پر چوٹ لگا سکے۔ آپ کی زرہ صرف سینہ پر ہوتی تھی پشت پر نہیں۔ کسی نے کہا

Presented by www.ziaraat.com

کیا آپ کو اس کا خوف نہیں کہ دشمن پیچھے سے حملہ کر دے۔ فرمایا اگر میں دشمن کو پیچھے سے آنے دوں تو خدا مجھے باقی نہ رکھے۔

خزانۃ الادب میں ہے کہ جب عدی بن حاتم آنحضرت کی خدمت میں شرفیاب ہوا تو باتوں باتوں میں کہنے لگا یا رسول اللہ ہم لوگوں میں ایک بڑا شاعر اور ایک بڑا سخی اور ایک بڑا شہسوار اور بہادر گزرا ہے۔ حضرت نے پوچھا وہ کون ہیں۔ اس نے کہا ہمارا اشعر الناس امرء القیس بن حجر ہے اور بڑا سخی حاتم بن سعد یعنی میرا باپ اور بڑا بہادر عمرو بن معدیکرب ہے۔ حضرت نے فرمایا ایسا نہیں ہے اشعر الناس خنساء عرب عمرو کی بیٹی ہے اور اسخی الناس محمد رسول اللہؐ ہے اور اشجع الناس علی بن ابی طالب ہے۔

قتیبہ نے معارف میں لکھا ہے کہ جب صفین کا جھگڑا بڑھ گیا تو حضرت علیؑ نے معاویہ کو اپنے سے لڑنے کے لئے بلایا اور فرمایا آؤ ہم دونوں مقابلہ کریں تاکہ ایک کے قتل ہو جانے کے بعد مسلمان محفوظ ہو جائیں۔ عمرو عاص نے کہا علیؑ نے انصاف کی بات کہی ہے معاویہ نے کہا تو مجھے ابوالحسن سے لڑنے کے لئے کہتا ہے حالانکہ تو جانتا ہے کہ وہ ٹھوکنے والا بہادر ہے اس کا مقابل اس کے سامنے سے بچ کر جا ہی نہیں سکتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے تو میرے بعد شام کا وزیر ہونا چاہتا ہے۔

ریاض النضرہ میں ابن عباس سے منقول ہے کہ ایک شخص نے

ان سے پوچھا کیا جناب امیر علیہ السلام جنگ صفین میں بطور خود بھی لڑے تھے۔ ابن عباس نے کہا میں نے ان کی مانند کسی کو اپنی جان جوکھوں میں ڈالتے ہوئے نہیں دیکھا میں ان کو دیکھا کرتا تھا کہ لڑائی میں ننگے سر نکلا کرتے تھے ایک ہاتھ میں عمامہ ہوتا تھا اور دوسرے میں تلوار۔ ان کو اپنی شجاعت پر اتنا ناز تھا کہ ان کے دل میں یہ خیال بھی نہ آتا کہ دشمن ان کے سر پر وار کر سکے گا۔

حیواۃ الحیوان میں جناب امیر علیہ السلام کی تلوار کی کاٹ کے متعلق لکھا ہے کہ ان کی ضربیں ایک بار ہی پورا کاٹ ڈالنے والی تھیں۔ اگر سر پر پڑتی تھیں تو نیچے تسمہ لگا باقی نہ رکھتی تھیں اور اگر کروٹ پہ پڑتی تھیں تو دوسری کروٹ تک اڑا دیتی تھیں۔

جنگ جمل میں امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے فرزند محمد حنفیہ کو جنگ کرنے کی جو ہدایت فرمائی تھی اس سے ان کی شجاعت اور ان کے طریقہ جنگ پر زبردست روشنی پڑتی ہے آپ نے فرمایا بیٹا پہاڑ جگہ سے ہٹ جائے مگر تمہارے قدم جگہ سے نہ ہٹیں دانت پر دانت جما کر لڑنا اور راہ خدا میں سر دینے کی پروا نہ کرنا۔ دشمن کی آخری صف پر جا پڑنے کے لئے نگاہ جمائے رہنا۔ زمین پر میخ کی طرح اپنے قدم گاڑ دینا۔

شب ہجرت جیسی شجاعت کا مظاہرہ جناب امیر علیہ السلام نے کیا اس کی نظیر نہیں ملتی۔ خون کے پیاسے دشمنوں کے محاصرہ میں

Presented by www.ziaraat.com

فرشِ رسول پر بڑے اطمینان سے سو رہنا انہی جناب کا کام تھا
ہجرت کے بعد جب غزوات کا سلسلہ شروع ہوا تو کوئی غزوہ
ایسا نہیں تھا جس کے علمدار جناب امیرؑ نہ ہوں اور جس کی فتح کا
سہرا آپ کے سر نہ بندھا ہو۔ اگر ہم تفصیلاً ہر غزوہ کا بیان
کریں تو بہت طول ہو جائے گا۔ جس سے ہم کو جس سے ہم کو
اپنے مقصد تالیف کے فوت ہونے کا اندیشہ ہے۔

اس سلسلہ میں سب سے زیادہ قابلِ غور بات یہ ہے کہ
جناب امیر علیہ السلام سے جہاں کہیں اپنی بے نظیر شجاعت کا مظاہرہ
کیا وہ محض حمایتِ اسلام کے لئے تھا اپنی ذاتی غرض کے لئے کبھی
آپ نے کسی کو نہیں مارا۔ جو لوگ کافر تھے اور مسلمانوں کو ستاتے تھے
یا جن مسلمانوں نے فتنہ و فساد کی بنیاد ڈالی تھی اور بے گناہ
مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا تھا جناب امیر نے انہی کے مقابل
تیغ آزمائی کی۔ کبھی آپ نے کسی بے گناہ کو نہ قتل کیا نہ کسی عورت
اور بچہ پر ہاتھ اٹھایا نہ کسی بستی کو جلایا یا تاراج کیا۔

جب تک اسلام کی فلاح و بہبود جنگ میں دیکھی وہ بے مثل جنگ
کی کہ دنیا حیرت میں آگئی اور جب اسلام کی بہبودی تیغ کو نیام میں
کر لینے میں دیکھی، تو صبر سے کام لیا۔ ایسی ایک بہادر کی صفت یہی ہے
اسلام کی اصطلاح میں اس کو شجاع کہتے ہیں اور یہی وہ شجاعت
ہے جو داخلِ فضائل چہار گانہ ہے۔

حضرت امام حسن علیہ السلام کی شجاعت

امام حسن علیہ السلام شیرِ خدا علی مرتضیٰ کے فرزند تھے۔ شجاعت
کی صفت بہترین صورت میں آپ کے اندر کیوں نہ پائی جاتی سب
سے پہلے آپ کو معرکۂ جنگ میں اپنی شجاعت کے جوہر دکھانے کا موقع
جنگِ جمل میں ملا۔ امیر المومنین علیہ السلام نے اپنا علم امام حسن
علیہ السلام کو دے کر فرمایا۔ بیٹا جاؤ اور قدم جما کر دشمن سے
کارزار کرو۔ چنانچہ آپ گئے اور ایسی دلیری سے لڑے کہ
دشمن کے حواس باختہ ہو گئے جب بہت سے دشمنوں کو قتل کر کے
واپس آئے تو حضرت علیؑ نے اپنے بہادر بیٹے کو چھاتی سے
لگا لیا اور بڑی تعریف کی۔ اس کے بعد آپ جنگِ صفین میں شریک
ہوئے اور کئی روز برابر اپنی فوج کے ایک دستہ سے شامیوں
کا مقابلہ کرتے رہے آخرکار دشمن شکست خوردہ ہو کر سامنے سے بھاگا۔
جنگِ صفین کے بعد آپ نے اپنی شجاعت کا کمال نہروان میں
دکھایا اور ایسی دلیری سے لڑے کہ نہروانی خوارج ہر طرف بھاگتے نظر آئے۔
امیر معاویہ نے اگر ہر طرف اپنی سازش کا جال نہ بچھایا ہوتا
اور لشکر میں بغاوت کے آثار پیدا نہ ہو گئے ہوتے تو آپ امیر معاویہ
کو صفین کی طرح پھر نیچا دکھاتے لیکن جب لشکر کا ایک ایک سپاہی
طمعِ زر میں مبتلا ہو کر آپ کا دشمن جانی بن گیا ہو تو ایسی صورت

Presented by www.ziaraat.com

میں آپ کیا کرسکتے تھے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شجاعت

امام حسن علیہ السلام کی طرح امام حسین علیہ السلام نے بھی امیرالمومنین کی زندگی میں جنگِ جمل وصفین ونہروان میں شریک ہوکر دادِ شجاعت دی۔ آپ کی شجاعت کا سب سے بڑا کارنامہ میدان کربلا میں روز عاشور جنگ کرنا ہے۔ حمید بن مسلم فوج یزید کا واقعہ نگار کہتا ہے میں نے حسینؑ سے زیادہ بہادر دنیا میں کسی کو نہیں پایا۔ تین دن کی بھوک پیاس، کربلا کی جلتی تپتی زمین، دوستوں اور عزیزوں اور جگر کے ٹکڑوں کے لاشے نظر کے سامنے، اہلِ حرم کی بےحرمتی کا خوف، بدن پر جا بجا زخم ایسی حالت میں سوائے حسینؑ کے دنیا میں کوئی اس جوانمردی سے جنگ نہیں کرسکتا۔ فوج یزید میں حسینؑ کے پہلے ہی حملے کے بعد ہلچل مچ گئی تھی اور لوگ اس طرح آپ کے سامنے سے بھاگ رہے تھے کانھم جراد منتشر (جیسے ٹڈیاں بھاگتی پھرتی ہیں) آپ نے پے در پے کئی حملے کئے نتیجہ یہ ہوا کہ جا بجا لاشوں کے انبار لگ گئے۔ آخری حملہ آپ کا غضب کا تھا۔ دشمن ایسا سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا کہ کوفہ کے اندر اس کا پچھلا حصہ داخل ہوگیا۔ ہر طرف الاماں الاماں یا ابن رسول اللہ الاماں کا شور مچا ہوا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر رحمۃ للعالمین کے

فرزند کو ان کی حالت پر رحم آیا اور تلوار نیام میں کرلی۔ اب صبر کے جوہر دکھانے کا وقت تھا۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی شجاعت

امام حسین علیہ السلام کے بعد چونکہ پھر کسی بادشاہ نے ہمارے کسی امام سے بیعت کا سوال نہیں کیا نیز یہ کہ سلطنت ظاہری کا تعلق بھی کسی امام سے نہیں رہا لہذا میدان رزم میں جہاد بالسیف کرنے کا موقع کسی امام کو پیش نہیں آیا۔ حیدر حسین صاحب صبا لکھنوی نے اپنے ایک قصیدہ میں کیا خوب فرمایا ہے۔

زین العبا جہاد کا عنوان بدل گیا
جاں بازیاں وہی ہیں میداں بدل گیا

امام زین العابدین علیہ السلام سے لے کر امام حسن عسکری علیہ السلام تک اخلاقی جراءت اور دلیری دکھانے کے بہت سے مواقع ہمارے ائمہ کے سامنے آئے ان حضرات نے کبھی سطوت سلطنت سے مرعوب ہوکر امر حق کو چھپایا نہیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے باز نہیں رہے۔

امام زین العابدینؑ پر واقعہ کربلا کے بعد جو مصائب پڑے اگر پہاڑوں پر پڑتے تو موم کی طرح پگھل کر بہہ نکلتے۔ دنوں پر پڑتے تو راتیں بن جاتے مگر آپ نے پوری قوت ایمانی کے

Presented by www.ziaraat.com

ساتھ ان سب کو جھیلا اور اپنی خاندانی شجاعت کو کسی ایک موقع پر بھی ہاتھ سے جانے نہ دیا۔

ابن زیاد اور یزید نے اپنے اپنے درباروں میں اپنی اپنی سطوت وجبروت کے غیر معمولی مظاہرے کر کے اہلبیت کو مرعوب کرنے کی پوری کوشش کی مگر آپ نے بھرے دربار میں دونوں کو دندان شکن جواب دئے کہ دانتوں پسینہ آگیا۔ دمشق کی مسجد میں یزید کی موجودگی میں آپ نے منبر پر جا کر بدھڑک اپنے اور اپنے آبائے طاہرین کے فضائل اور بنی امیہ اور یزید کے معائب ومثالب بیان کئے۔ دوسرا ہوتا تو ایسے سخت مواقع پر زبان کھولنا دشوار ہو جاتا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی شجاعت

ایک بار امام جعفر صادق علیہ السلام نے مکہ معظمہ میں ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا۔

ہم خدا کے پسندیدہ اور منتخب بندے ہیں اور روئے زمین پر اس کے خلیفہ ہیں جو شخص ہماری اطاعت کرے گا وہ سعید ہے۔ اور جو مخالفت کرے گا وہ شقی و بدبخت ہے۔

یہ کلمات کسی نے ہشام بادشاہ شام تک پہنچا دئے اس نے امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام کو دمشق میں

طلب کیا۔ جب دونوں امام دربار ہشام میں پہنچے تو وہ اس وقت اپنے ارکان سلطنت کے ساتھ تیر اندازی کی مشق کر رہا تھا۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے کہنے لگا آپ بھی نشانہ پر تیر لگائیے۔ فرمایا میں ضعیف ہو گیا ہوں۔ مجھ سے تیر اندازی نہیں کی جاتی۔ اس نے طنزاً کہا آپ تو خدا کے منتخب بندے ہیں آپ لوگوں کا دعویٰ تو یہ ہے کہ جامع کمالات ہیں مخصوص قوتوں کے مالک ہیں آپ کے لئے تیر اندازی کیا مشکل ہے یہ کہہ کر اپنے ایک سردار کو اشارہ کیا کہ بڑھ کر تیر کمان ہاتھ میں دے دے۔ آپ نے لے لیا اور کمان میں تیر جوڑ کر نشانہ پر لگایا تیر سیدھا بیچ میں جا کر بیٹھا پھر دوسرا تیر جوڑ کر پہلے تیر کے آخر حصہ پر مارا اس کے بعد یکے بعد دیگرے نو تیر مارے ہر تیر اپنے سے پہلے کے آخری حصہ کو چھید دیتا تھا۔ یہ کمال دیکھ کر ہشام کھسیانہ سا ہو گیا۔

دیر تک کوئی کلام نہ کیا اور امامین علیہما السلام اس کے سامنے کچھ دیر تو خاموش کھڑے رہے۔ آخر امام محمد باقر علیہ السلام کو طیش آیا۔ ہشام آپ کے تیوروں سے تاڑ گیا۔ اور امام محمد باقر علیہ السلام کو داہنی طرف اور امام جعفر صادق علیہ السلام کو بائیں جانب جگہ دی۔ پھر کہنے لگا معلوم ہوتا ہے آپ کو تیر اندازی کی بڑی مشق ہے آپ نے یہ کمال کس سے حاصل کیا۔ حضرت نے فرمایا ہم اہلبیتِ رسول ہیں ہمارے علم و کمال کا قیاس دوسروں پر نہ کر ہم تمام

Presented by www.ziaraat.com

کمالات میراث میں پاتے ہیں۔ دنیا کبھی ہمارے وجود سے خالی نہیں رہ سکتی۔ ہم ہر امر میں کامل ہیں اور دوسرے لوگ ہمارے مرتبہ تک پہنچنے سے قاصر۔ ہشام یہ سن کر غصہ میں بھر گیا اور کہنے لگا کیا آپ کو یہ دعویٰ ہے کہ آپ کی اطاعت اہلِ زمانہ پر فرض ہے حضرت نے بے خوف وخطر فرمایا بے شک ہم اولی الامر میں سے ہیں اس نے کہا مگر آپ کا حکم تو کہیں کبھی نہیں چلتا۔ فرمایا جو ہم کو اولی الامر نہیں مانتے وہ گنہگار رہتے ہیں۔ ہشام کا غصہ اور بڑھا کہنے لگا تو کیا میں اولی الامر میں سے نہیں ہوں۔ آپ نے فرمایا تم بادشاہ ہو بندوں کے بنائے ہوئے اور ہم اولی الامر ہیں۔ خدا کے بنائے ہوئے۔ ہشام نے درباریوں کے سامنے زیادہ بحث مناسب نہ سمجھی اور حکم دیا کہ ان دونوں باپ بیٹوں کو فلاں مقام پر حراست میں رکھو۔ جب حضرت وہاں سے نکلے تو کسی نے کہا آپ نے بڑی جسارت کی کہ بادشاہ کے سامنے ایسی گفتگو کی خیریت ہو گئی ورنہ وہ آپ کو قتل کرا دیتا۔ فرمایا ہم اہلبیت اعلان کلمۃ اللہ اور اظہار امرِ حق میں کبھی پس و پیش نہیں کیا کرتے اور نہ موت سے ڈرتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی شجاعت

امام جعفر صادق علیہ السلام کا زمانہ منصور دوانقی کا تھا جس نے

حسنی سادات کو تباہ کیا تھا وہ چاہتا تھا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنا لے اور جناب امام علیہ السلام اس کی اقتدا کرنے لگیں مگر امام علیہ السلام کے مقابل اس کو اپنے ارادہ میں کامیابی نہ ہو سکتی تھی۔ جب اس نے دیکھا کہ حضرت کسی طرح اس کے قابو میں نہیں آسکتے تو اس کا غصہ بڑھنا شروع ہوا۔ ایک روز حضرت سے کہنے لگا میرے لئے آپ کی مثال اس ہڈی کی سی ہے جو گلے میں اٹک جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تیری بدگمانی فضول ہے میں تیرے امور سلطنت میں کوئی دخل نہیں دیتا تو میری ہدایت و تعلیم کو کیوں برا سمجھتا ہے اور کیوں میرے درپے آزار ہے۔ اس نے کہا میں آپ کی تعلیم کو امور ملکی کے خلاف جانتا ہوں لہٰذا میں آپ کو حکم دیتا ہوں کہ آئندہ آپ اس درس و تدریس کا سلسلہ بند کریں۔

آپ نے فرمایا استغفر اللہ کس کی طاقت ہے کہ مجھے امر حق کی تبلیغ سے روکے۔ اس نے کہا اگر آپ باز نہ رہیں گے تو میں آپ کو قتل کرا دوں گا۔ آپ نے فرمایا تو مجھے قتل سے ڈراتا ہے حالانکہ ہم اہلبیت ہمیشہ امر حق کی تبلیغ میں قتل اور قید ہوتے آئے ہیں۔ منصور نے کہا میں خلیفہ وقت ہوں آپ پر میری اطاعت فرض ہے۔ آپ نے فرمایا ہم اہلبیت پر کسی کی اطاعت فرض نہیں بلکہ ہماری اطاعت سب پر فرض ہے۔

منصور اسی روز سے آپ کے قتل کی فکر میں رہنے لگا۔

Presented by www.ziaraat.com

یہ ہے اخلاقی شجاعت۔ جب خراسان اور یمن وغیرہ کے شیعوں کو معلوم ہوا کہ منصور امام علیہ السلام کے در پے آزار ہے تو ان کے وفد امام علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے اگر حضور حکم دیں تو ہم شیعوں سے میدانوں کو بھر دیں اور منصور کی فوجوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں۔ آپ نے فرمایا میں جنگ کرنا مصلحت نہیں سمجھتا۔ اگر اس نے مجھے اطاعت پر مجبور کیا اور میری ہدایت و تبلیغ کو روکا تو البتہ میں اس سے جہاد کروں گا۔ یہ ہے شجاعت اگر بے سوچے سمجھے کوئی اقدام کر بیٹھے اور فتنہ و فسادات کی آگ بھڑکا دے تو یہ تہور ہوگا نہ کہ شجاعت۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شجاعت

مہدی خلیفہ عباسی کو چند روز سلطنت کرنے کے بعد یہ خیال پیدا ہوا کہ خاندانِ رسالت کی موجودگی میں ہمارا روحانی وقار خاندانی اقتدار لوگوں پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ وہ اس فکر میں رہنے لگا کہ امام علیہ السلام کو کوئی بہانہ کرکے گرفتار کرے سنہ ۱۶۴ ہجری میں وہ بڑے تزک و احتشام سے حج کرنے کے لئے آیا امام علیہ السلام بھی حج کرنے کے لئے تشریف لائے تھے عین ایام حج میں مہدی نے ایک روز امام علیہ السلام کو پیغام بھیجا کہ میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں آپ فوراً میرے پاس آئیے۔ جب مہدی کا گماشتہ امام کی خدمت

میں پہونچا۔ آپ نماز میں مشغول تھے جب فارغ ہوئے تو مہدی کے غلام نے اس کا پیغام دیا۔ آپ نے فرمایا مہدی سے کہدو کہ میں اس زمانہ میں اس جلیل القدر سلطان کی خدمت میں حاضر ہوں جو تمام عالموں کا خالق اور مالک ہے مجھے فرصت نہیں کہ تم سے ملنے کے لئے آؤں بعد فراغ حج دیکھا جائے گا۔ مہدی کو یہ جواب بہت ناگوار ہوا۔ اس کے ارکانِ سلطنت نے موقع پا کر کہنا شروع کیا کہ موسیٰ بن جعفر تجھ سے جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں انھوں نے اپنے شیعوں کا ایک گروہ تجھ سے لڑنے کے لئے تیار کیا ہے خمس و زکوٰۃ کا مال جمع کر رہے ہیں تاکہ مصارفِ جنگ میں خرچ کریں۔ مہدی یہ سن کر اور زیادہ افروختہ ہو گیا۔ بعد ایام حج اس نے امام علیہ السلام کو پھر بلایا۔ آپ تشریف لے گئے۔ اس نے امام علیہ السلام کی کوئی تعظیم نہ کی اور آپ سے بیٹھنے کے لئے بھی نہ کہا آپ کو اس کی یہ بد اخلاقی ناگوار گذری آپ بغیر اس کی اجازت کے اس کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ اس نے ترش رو ہو کر کہا۔ میں نے آپ کو بلایا تھا مگر آپ نہ آئے کیا خاندانِ اہلبیت کا اخلاق یہی ہے۔ آپ نے نہایت دلیری سے جواب دیا۔ میرے نزدیک خدا کا حکم تیرے حکم سے بالاتر تھا۔ یہ حرم خدا ہے۔ اس میں امیر و غریب حاکم و محکوم سب یکساں ہیں۔ اس نے کہا میں نے سنا ہے کہ آپ کوئی فوج میرے خلاف جمع کر رہے ہیں۔ فرمایا نہیں جس نے تجھے خبر دی ہے وہ جھوٹا ہے اور ہم اہلبیت کا دشمن ہے

Presented by www.ziaraat.com

ہم اہلبیت کبھی فتنہ و فساد کو پسند نہیں کرتے۔ اس نے کہا کیا آپ پر میری اطاعت فرض نہیں۔ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں، اللہ نے ہماری اطاعت بہ حیثیت اولی الامر سب پر فرض کی ہے۔ مہدی نے کہا میں چاہتا ہوں کہ آپ کو اپنے پاس بغداد میں رکھوں تاکہ آپ کے علمی فیوض سے وہاں کے لوگ بھی فیضیاب ہوں۔ حضرت نے فرمایا حرم رسول کو چھوڑنا میرے اوپر شاق ہوگا۔ الغرض مہدی نہ مانا اور آپ کو اپنے ساتھ بغداد لے گیا اور قید کر دیا۔ اس واقعہ سے امام علیہ السلام کی شجاعت اور اخلاقی دلیری کا حال روشن ہوتا ہے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کی شجاعت

امام رضا علیہ السلام کی اخلاقی دلیری کے بہت سے واقعات تاریخ میں درج ہیں ہم ان میں سے ایک دو واقعہ مختصراً لکھتے ہیں۔

مامون نے اپنے دار السلطنت میں امام رضا علیہ السلام کو بلا کر اپنی ولیعہدی پر زور دیا مگر آپ برابر انکار کرتے رہے اور آپ نے صاف لفظوں میں فرما دیا کہ تمہاری ولی عہدی مجھ تک نہ پہونچے گی۔ اور میں تم سے پہلے ہی زہر دے کر قتل کر دیا جاؤں گا۔ اور تمہارے باپ ہارون کی قبر کے پاس دفن کیا جاؤں گا۔ مامون نے کہا کس کی طاقت ہے کہ میری زندگی میں آپ کو قتل کر سکے۔ آپ نے فرمایا اگر مصلحت مانع نہ ہوتی تو میں اپنے قاتل کا نام بھی بتا دیتا۔ جب

مامون نے دیکھا کہ آپ کسی طرح راضی نہیں ہوتے تو غصہ میں بھر کر کہنے لگا۔ کہ اس انکار سے آپ کا مقصد یہ ہے کہ آپ کے زہد و توکل کی دنیا میں شہرت ہو اور میری عاجزی اور کمزوری دنیا پر ثابت ہو جائے آپ نے فرمایا میں نے تمام عمر جھوٹ نہیں بولا۔ حصول دنیا کے لئے محض ظاہری طور پر دنیا سے نفرت کرنا میرا شیوہ نہیں۔ لیکن غالباً آپ کا منشا بار بار کہنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ دنیا پر یہ ثابت کر دیں کہ علی بن موسیٰ حقیقت میں تارک دنیا نہ تھے بلکہ خود دنیا نے ان کو مدت تک چھوڑ رکھا تھا جب دنیا نے ان کی طرف رجوع کی تو بکمال رغبت و خواہش وہ اس میں آلودہ ہو گئے۔

یہ جواب سن کر مامون اور زیادہ برہم ہوا اور اپنی شاہانہ شان دکھا کر کہنے لگا اگر آپ میری ولی عہدی کو قبول نہ کریں گے اور برابر یوں ہی انکار کئے جائیں گے تو میں آپ کو قتل کر دوں گا حضرت نے فرمایا جب معاملہ اس حد تک آگیا تو میں قبول کرتا ہوں مگر اس شرط سے کہ کاروبار سلطنت میں کوئی دخل نہ دوں گا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے باز نہ رہوں گا کسی خلاف شرع امر میں تمہاری موافقت نہ کروں گا۔

عیون اخبار الرضا میں ہے کہ جب مامون نے آپ کی ولی عہدی کا جلسہ کیا تو امام علیہ السلام سے ایک خطبہ کی خواہش کی۔ آپ منبر پر تشریف لے گئے اور بعد حمد و نعت فرمایا۔

Presented by www.ziaraat.com

لوگو! باعتبار قرابتِ رسول ہمارا ایک حق تم پر ہے اور اسی طرح تمہارا حق بھی ہم پر ہے جب تم نے ہمارا حق ادا کیا ہے تو ہم پر بھی لازم ہے کہ تمہارے حقوق کی نگہداشت کریں۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمارے ان حقوق کی حفاظت کی جن کو لوگ ضائع کر چکے تھے اور ہمارے ان امور کو بلند کیا جن کو لوگ گرا چکے تھے۔ اسی برس تک اہل کفر و عصیاں منبروں پر بیٹھ بیٹھ کر ہمارے اوپر لعنت کرتے رہے اور ہمارے فضائل کو چھپاتے رہے ہم پر جھوٹے الزام لگاتے رہے۔ مگر خدا کی مرضی یہی تھی کہ ہمارا ذکر بلند ہو۔

یا یہاالناس میں نے ولی عہدی کو اس لئے قبول نہیں کیا کہ میں جاہ و منصب کا متمنی اور حکمرانی کا خواہاں ہوں بلکہ اس وجہ سے منظور کیا ہے کہ تم کو جس امر میں غلط راستہ پر چلتا دیکھوں تو روک دوں خواہ تم مانو یا نہ مانو۔ میں تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ مجھے امرِ حق کے اظہار میں کبھی باک نہ ہوگا اگرچہ میں اس صداقت کی حمایت میں قتل بھی کر دیا جاؤں۔ ہم اہلبیت کا وجود ہی دنیا میں اس لئے ہے کہ حق کی حمایت بلا خوف لومۃ لائم کرتے رہیں۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی شجاعت

جس زمانہ میں امام محمد تقی علیہ السلام مامون کی خواہش کی بنا پر

بغداد میں قیام فرماتے تھے اور مامون اپنی بیٹی ام الفضل سے آپ کا عقد کرنا چاہتا تھا۔ عباسیوں کو آپ سے سخت مخالفت پیدا ہو گئی تھی۔ ایک بار آپ نے مسجد بغداد میں ایک موعظہ فرمایا اور اس میں بنی امیہ اور بنی عباس کے ان مظالم کا اظہار کیا جو سادات کرام پر ہو چکے تھے۔ اس پر عباسی اور زیادہ چراغ پا ہوئے اور حضرت کے قتل پر آمادہ ہو گئے۔ کسی نے یہ خبر امام علیہ السلام سے بیان کی۔ آپ نے فرمایا ان سے جا کر کہدو کہ میں ان مظالم سے قطعاً نہیں ڈرتا۔ کیا وہ حق گوئی سے میری زبان ڈرا دھمکا کر بند کرنا چاہتے ہیں۔ ہم اہلبیت ایسی باتوں سے کبھی نہیں ڈرے۔ جب مامون کو عباسیوں کے اس ارادہ کا پتہ چلا تو اس نے سختی سے ان کو روکا۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی شجاعت

متوکل نے اپنے قصر کے سامنے والے میدان میں بہت سے خونخوار درندے مثلاً شیر، چیتے، تیندوے اور ریچھ وغیرہ پال رکھے تھے اور اس میدان کے چاروں طرف بہت اونچی دیوار تھی۔ اس میدان کو برکۃ السباع کہتے تھے۔ جب متوکل کسی مجرم سے حد درجہ ناراض ہوتا تھا تو اس کو اسی احاطے کے اندر دھکیل دیا جاتا تھا۔ وہ درندے اس پر ٹوٹ پڑتے تھے اور کاٹ کر

Presented by www.ziaraat.com

ایک دن متوکل نے امام علی نقی علیہ السلام کو بلایا اور ان سے کہنے لگا میں نے سنا ہے کہ آپ میرے خلاف لوگوں کو بغاوت پر اکسا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا جس نے تجھے یہ خبر دی ہے بالکل غلط ہے۔ میں نے آج تک کسی سیاسی معاملہ میں حصہ نہیں لیا۔ اس نے کہا آپ مجھے دھوکے میں رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر امام کو غیظ آگیا اور فرمایا تو مجھے بھی اپنا ہی جیسا سمجھتا ہے ہم اہلبیتِ رسول ہیں۔ دھوکہ دینا ہمارا کام نہیں۔ متوکل نے حکم دیا کہ ان برکۃ السباع میں ڈال دیا جائے اور خود تماشہ دیکھنے کے لئے اپنے محل کی چھت پر جا بیٹھا۔ غلاموں نے چاہا کہ حضرت کو پکڑ کر زبردستی برکۃ السباع میں داخل کریں۔ آپ نے فرمایا جبر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں میں خود چلا جاؤں گا۔ حضرت نہایت سکینہ و وقار سے تشریف لے چلے اور اس احاطہ کا دروازہ کھول کر اس میں داخل ہو گئے۔ سب لوگ آپ کی یہ جرأت دیکھ کر سکتہ میں آگئے۔ جوں ہی آپ اندر پہونچے تمام درندے آپ کے گرد جمع ہو گئے دُم ہلا ہلا کر آپ کے قدموں پر لوٹنے لگے آپ شفقت سے اپنا ہاتھ ان کے سر اور پشت پر پھیرتے جاتے تھے اس کے بعد بڑے اطمینان سے آپ نے اپنا سجادہ بچھا کر نماز پڑھی وہ سب درندے آپ کے گرد حلقہ باندھے شانِ عبادت دیکھتے رہے۔ یہ صورت دیکھتے ہی متوکل کے حواس جاتے رہے۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی شجاعت

مستعین باللہ بادشاہ عباسی کے پاس ایک بڑا سرکش گھوڑا تھا جو سوار ہوتا اس کو پٹک دیتا اور پامال کر ڈالتا۔ مستعین سے کسی نے کہا شیعہ اپنے ائمہ کی کرامت کے بڑے افسانے سناتے ہیں اس گھوڑے پر ان کو سوار کیجیے۔ اگر کچل ڈالا تو خلیفہ کا کھٹکا مٹ جائے گا: ورنہ قابو میں آگیا تو گھوڑا ٹھیک ہو جائے گا۔ مستعین نے امام علیہ السلام کو بلایا اور کہا آج میں چاہتا ہوں کہ آپ اس گھوڑے پر سوار ہوں۔ آپ اس گھوڑے کی سرکشی کا حال سن چکے تھے۔ مگر ذرا خوف و ہراس پیدا نہ ہوا۔ اور بے تامل اس کی طرف بڑھے اور بے خوف و خطر اس پر سوار ہو گئے۔ مستعین حیرت میں رہ گیا اور کہنے لگا جس گھوڑے پر سواری کرنے کی ہمت بڑے بڑے دلیروں کو نہ ہوتی تھی آپ نے اسے کیسے قابو میں کر لیا۔ آپ نے فرمایا ہم اہلبیتِ رسول ہیں۔ ہمارے کمالات کا قیاس عام لوگوں پر نہیں کیا جا سکتا۔

(۳) ائمہ کرام کی عدالت

عدالت کا شمار بھی فضائل چہارگانہ سے ہے۔ یہ بھی

Presented by www.ziaraat.com

ایک وسطی خط ہے اگر اس سے ذرا سا قدم اوپر کو ہو گیا تو ظلم کرنے کی حد میں آگیا اور اگر ایک بال برابر نیچے کو ہٹ گیا تو انظلام ہو گیا یعنی ذلت کے ساتھ کسی کو اپنے اوپر بغیر استحقاق لوٹ مار کی قدرت دے دینا یہ دونوں طریقے مذموم ہیں ہمارے ائمہ میں سے ہر ایک میں صفتِ عدالت بدرجۂ اتم موجود تھی۔ نہ انھوں نے کبھی کسی پر ذرہ برابر ظلم کیا۔ اور نہ ذلت کے ساتھ کسی کا ظلم اٹھایا۔ ان کا مقولہ ہمیشہ یہ رہا الموت اولیٰ من رکوب العار (ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے) بلکہ عدالت حقوق الناس کی ادائیگی اور فریقین کے قضایا فیصل کرنے میں جانچی جاتی ہے ہر شخص کو اپنی زندگی میں بہت سے مواقع ایسے پیش آتے رہتے ہیں کہ عدالت کرنا اس کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ مگر بہت کم افراد دنیا میں ایسے پائے جاتے ہیں جنھوں نے اس فضیلت کا دامن اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑا ہو۔ حکمرانوں کو فصل قضایا میں اس ملکہ فاضلہ کے استعمال کی زیادہ ضرورت پیش آتی ہے اور ادائے حقوق کا تعلق کم و بیش ہر انسان سے رہتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد امیر المومنین علیہ السلام سے بہتر کوئی قضایا کا فیصلہ کرنے والا نہ تھا۔ آپ کا کوئی فیصلہ حدود عدل و انصاف سے باہر نہ ہوتا تھا یہی وجہ تھی کہ عرب میں

یہ مشہور ہو گیا تھا کہ قضیہ ولا ابا الحسن لہا یعنی قضیہ تو ہے مگر اس کے فیصلہ کرنے والے علیؑ موجود نہیں۔ حضرت علیؑ کے اسی فیصلے پر نظر رکھتے ہوئے حضرت رسول خدا ؐ نے فرمایا تھا اقضاکم علی تم میں بنی بر انصاف فیصلہ کرنے والا علیؑ سے زیادہ کوئی نہیں۔ خلفائے ثلاثہ کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی مشکل قضیہ ان کے سامنے آتا اور اس کا فیصلہ کرنے سے وہ لوگ عاجز ہوتے تو حضرت علی علیہ السلام کی طرف رجوع کرتے اور آپ سے فیصلہ کراتے۔ یہی وجہ تھی کہ ایک دو بار نہیں، ستر بار حضرت عمر نے اپنی غلطی کا اعتراف ان لفظوں میں کیا لولا علی لہلک عمر (اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔)

امیر المومنین علیہ السلام کا عہد سلطنت عدل و انصاف کا گہوارہ تھا تمام حکام سلطنت اور قاضیوں کے نام آنحضرت کے فرامین جاری ہوتے تھے کہ کوئی ہرگز کسی پر ظلم نہ کرے۔ کسی کی رو رعایت نہ ہو۔ ہر فیصلہ حق بجانب ہو۔ امیر و غریب سب یکساں ہوں۔

ادائے حقوق کے متعلق امیر المومنین کا یہ حال تھا کہ جب تک اہل حق کا حق آپ پہونچا نہ دیتے چین نہ آتا۔ کوئی کسی کا حق غصب کر لیتا یا ناجائز فائدہ حاصل کرتا تو آپ کا غضب اس پر نازل ہوتا۔ طلحہ اور زبیر نے جو بیعت سے نکث کیا اس کا خاص سبب یہی تھا کہ وہ اچھی طرح سمجھے ہوئے تھے کہ علی کی حکومت میں ہماری حرص و ہوا کو پاؤں پھیلانے کا موقع نہ ملے گا جس

Presented by www.ziaraat.com

علیؑ نے اپنے حقیقی بھائی عقیل کو حق سے زیادہ چند درہم دینے گوارا نہ کیے جس نے اپنے بیٹے کو چند چمچے شہد قبل از وقت بیت المال مسلمین میں سے نہ لینے دیا وہ بھلا طلحہ و زبیر کو ہوس رانی کی کہاں اجازت دینے والا تھا۔

حضرت علیؑ کے سوائے امام حسن علیہ السلام اور ہمارے کسی امام کو حکومت ظاہری سے تعلق ہی نہ رہا جو دنیا کے سامنے ان کی عدالت کے نمونے آتے اب رہی حقوق الناس کی حفاظت تو وہ بقدر امکان برابر کرتے رہے اور کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ دیا کہ امام نے ہمارا حق غصب کر لیا ہے۔ ان کے دشمنوں نے لاکھ لاکھ بدنام کرنے کی کوشش کی مگر چلی کسی ایک کی نہیں۔ افترا پردازی کی قلعی چند روز بعد ہی کھل گئی اور ان مفتریوں کو ذلیل و خوار ہونا پڑا۔

(۴) عفت

عفت کے معنی یہ ہیں کہ قوائے شہوانی نفس ناطقہ کی مطیع ہوں یعنی نہ تو افراط میں پڑ کر آدمی خواہشات کا بندہ بن جائے اور نہ تفریط کی طرف آ کر اپنی جائز خواہشات کو بالکل فنا کر دے یہ دونوں طرفیں رذائل میں داخل ہیں۔

اور گناہگاری کا بہت بڑا سرچشمہ ہیں ہمارے ائمہ کرام نے اپنے قوائے شہوانیہ پر ایسا مکمل کنٹرول کیا تھا کہ نہ افراط کی

طرف قدم جاتا تھا نہ تفریط کی۔ من المہد الی اللحد ان حضرات سے کبھی کوئی گناہ سرزد ہوا ہی نہیں۔ اس وجہ سے نہیں کہ ان کو گناہ کرنے پر قدرت نہ تھی یا ان کے اندر وہ قوتیں نہ تھیں جن سے صدور گناہ ممکن ہوتا ہے بلکہ اس لیے کہ ان کا علم و یقین کمال کا درجہ تھا گناہ کا سبب دو ہی چیزیں ہیں علم کی کمی اور یقین کا نقصان۔ جو جانتا ہے کہ نیکی کیا ہے اور بدی کیا۔ اس کا اجر کیا ہے اس کی سزا کیا۔ اس کا نفع کیا ہے اس کا نقصان کیا اور جس کو اس کا یقین ہے کہ خدا قادر توانا ہے عادل ہے قہار و جبار ہے وہ بدی کی سزا اور نیکی کی جزا پر قدرت رکھتا ہے تو اس سے گناہ صادر ہی نہ ہوگا۔ معصوم اسی وجہ سے معصوم ہے کہ نہ اس کے علم میں کوئی نقصان ہوتا ہے نہ یقین میں۔ ہمارے تمام ائمہ معصوم ہیں۔ اس لیے صدور ذنوب کا تعلق ان کی ذات سے ہو ہی نہیں سکتا۔ آیت تطہیر ان کے تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن کی بیّن دلیل ہے۔ کسی قسم کا رجس بھی ہو ظاہری ہو یا باطنی اس سے ان کی ذات کوسوں دور تھی یہ تھے فضائل چہارگانہ جن سے متعلق ہم نے مختصراً کچھ بیان کیا اب ان کے تحت جو انواع ہیں ان میں بعض خاص خاص فضیلتوں کا ہم بیان کرتے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

(۵) ائمہ علیہم السلام کا زہد

اسلام کا زہد دیگر ادیان کے زہد سے اپنی خصوصیات میں بالکل ایک الگ چیز ہے۔ یہودیوں اور نصرانیوں کی رہبانیت ہندوؤں کا سنیاس اسلام کی نظر میں بنی نوع اسلام پر کھلا ظلم اور تمدن کا یکا دشمن ہے اسلام کی تعلیم کھلے لفظوں میں یہ ہے لا رھبانیۃ فی الاسلام (اسلام میں رہبانیت نہیں) رہبانیت کے معنی یہ ہیں کہ انسان جملہ تعلقات دنیا سے کنارہ کش ہو کر کسی پہاڑ کے غار میں کوہستان کے دامن میں دریا کے کنارے تپسیا کرنے کے لئے جا بیٹھے اور دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جائے نہ عزیزوں سے صلۂ رحم بجا لائے نہ درد رسیدوں کی فریاد سنے نہ محتاجوں کی امداد کرے نہ معاشرتی اور تمدنی اصول سے تعلق رکھے کیسی جورو کہاں کے بچے کون ماں باپ کون عزیز و اقارب سب سے الگ۔ بھیک کے ٹکڑے مل گئے تو کھا لئے ورنہ گھٹنوں پر گردن دئے بیٹھے رہے۔ ایسا انسان تمدن انسانی کا یکا دشمن ہے۔ اگر سب اسی کے ہم خیال ہو جائیں تو پھر توالد و تناسل کا سلسلہ ختم۔ ایک دوسرے کی اعانت و ہمدردی رخصت، ایسی ناکارہ زندگی کو اسلام نے حقارت کی نظر سے دیکھا۔ رہبانوں، قسیسوں، موبدوں اور سادھو سنیاسیوں

کو ترک دنیا کا پہلا جھٹکا بے شک سخت ہوتا ہے اس کے بعد قصہ ختم جب کوئی تعلق دامنِ دل کھینچنے والا ہی نہیں تو پھر انسان عبادت نہ کرے گا تو کیا کرے گا عصمت بی بی از بے چادری تنہائی کے گوشہ میں تو مجبوراً [illegible] کرنا ہو گی۔ لہٰذا اسلام کی نظر میں یہ کوئی قابلِ تعریف بات نہ ہوئی۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے صاف لفظوں میں فرما دیا ہے لیس منا من ترک الدنیا للآخرۃ والآخرۃ للدنیا (ہم میں سے نہیں وہ شخص جس نے دنیا کو دین کے لئے چھوڑا یا دنیا کو دین کے لئے ترک کیا) عبادت وہی قابلِ تعریف ہے جو انسان تعلقاتِ دنیا کے درمیان رہ کر انجام دے۔

اسلام میں زہد کے معنی یہ ہیں کہ بنی نوع انسان کے درمیان رہ کر ان کے حقوق کی نگہداشت بھی کرو اپنی فطری ضروریات بھی بقدر جائز پوری کرو اور پھر دنیا سے الگ رہو۔ حرص و آز کے پر توڑ دو۔ ہوس رانی کا بازار ٹھنڈا کر دو۔ ہر شے کا استعمال اتنا کم کرو کہ اس سے اور زیادہ کم کرنے میں زندگی خطرہ میں پڑ جانے کا اندیشہ ہو۔ ہمارے ائمہ طاہرین نے اس منزل کو نہایت خوبی سے طے کیا۔ کھانا کھایا مگر بقدر قوت لایموت اور اس نوعیت کا کھایا کہ اس سے کمتر درجہ غذا کا کوئی نہیں۔ لباس پہنا تو ایسا کہ اس سے کم قیمت لباس کوئی نہ ہو۔ صرف سردی گرمی سے بدن محفوظ

Presented by www.ziaraat.com

رہ سکے۔ گھر میں سامان رکھا تو اتنا مختصر کہ اس سے کم ہو تو زندگی وبال ہو جائے۔ گھر بنایا تو ایسا کہ غریب سے غریب آدمی کو اس پر غبطہ نہ ہو، ضروریات زندگی کو اتنا مختصر بنایا کہ اس سے کم کا دوسرا نام موت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جیسی زندگی ہمارے ائمہ نے بسر کی اس کے لیے بڑا جگرا اور حوصلہ درکار ہے اس کے لئے بڑے ایمان کامل کی ضرورت ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام کا زہد

امام فخرالدین رازی نے اربعین میں لکھا ہے کہ آنحضرتؐ کے عہد میں ایک گروہ صحابہ کا زہد و ورع میں مشہور تھا۔ جیسے ابوذر غفاری، سلمان فارسی، ابودرداء وغیرہ یہ سب بزرگوار ترک و تجرید میں مولا علی علیہ السلام کے مقلد تھے۔

مجمع الاحباب فی المناقب الاصحاب میں قبیصہ سے منقول ہے کہ ہم نے لوگوں میں علی بن ابی طالب سے زیادہ زاہد کوئی نہیں دیکھا۔

ابن اثیر نے تاریخ کامل میں حسن بن صالح سے روایت کی ہے کہ عمر و بن عبد العزیز کے سامنے زاہدوں کا تذکرہ ہو رہا تھا تو کہنے لگے دنیا کے لوگوں میں علی بن ابی طالب سب سے زیادہ زاہد تھے۔

اسد الغابہ میں ہے کہ جناب عمار یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے حضرت رسولخداؐ نے امیر المومنین علیہ السلام سے فرمایا اے علی خدا نے تم کو ایسی زینت سے مزین کیا ہے کہ دنیا میں کسی کو نہیں کیا اور وہ زہد فی الدنیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک نیک بندوں کی زینت ہے۔ تم کو اللہ نے ایسا بنایا ہے کہ تم سے دنیا کو اور دنیا سے تم کو کوئی چیز نہ ملی۔ تم کو مسکینوں کی محبت دی گئی اور تم کو ان کے پیرو ہونے سے راضی کیا اور ان کو تمہارے امام ہونے سے۔

امیر المومنینؑ سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت رسولخداؐ نے فرمایا اے علیؑ جب لوگ دنیا میں رغبت کریں گے اور آخرت کو چھوڑ دیں گے۔ لوگوں کی میراث کھا جائیں گے دین کو خراب کر دیں گے اللہ کا مال لوٹیں گے تو تمہارا کیا حال ہوگا۔ میں نے عرض کی میں ان کو چھوڑ دوں گا اور جس کو وہ اختیار کریں گے میں اس کو ترک کر دوں گا۔ اور اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو اختیار کروں گا۔ دنیا کی مصیبتوں اور سختیوں پر صبر کروں گا۔ یہاں تک کہ میں آپ سے ملاقات کروں۔ فرمایا سچ ہے تم ایسا ہی کرو گے۔

احمد حنبل نے اپنی مناقب میں لکھا ہے کہ ابن النباح حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا۔ آپ بیت المال کو اشرفی اور روپیہ سے بھرا رکھیں۔ یہ سن کر حضرت بیت المال میں آئے اور لوگوں کو بلانے کا حکم دیا اور جو کچھ بیت المال میں

Presented by www.ziaraat.com

موجود تھا۔ سب مسلمانوں پر تقسیم کر دیا۔ پھر فرمایا اے سونے اے چاندی میرے غیر کو دھوکہ دے۔ جب بیت المال خالی ہو گیا تو آپ نے پانی چھڑکنے کا حکم دیا اور دو رکعت نماز شکر ادا کی۔

اسد الغابہ میں ہے کہ جناب امام حسن علیہ السلام سے منقول ہے کہ میرے پدر بزرگوار نے نہ مال کو جمع کیا اور نہ پیچھے چھوڑا۔ سوائے چھ سو درہم کے کہ اس سے غلام مول لے کر آزاد کرنا چاہتے تھے اور اسی کتاب میں ابو نعیم سے مروی ہے کہ میں نے سفیان کو کہتے ہوئے سنا کہ جناب امیر نے نہ کبھی اینٹ پر اینٹ گھر بنانے کو رکھی نہ بانس پر بانس، اگر وہ چاہتے تو مدینہ سے عراب تک آباد کر دیتے۔

ابن اثیر نے تاریخ کامل میں لکھا ہے ہارون ابن عنترہ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ میں جناب امیر علیہ السلام کے پاس قصر خورنق میں گیا۔ سردی کا موسم تھا آپ کانپ رہے تھے ایک پرانا کپڑا اوڑھے ہوئے تھے میں نے عرض کی اللہ تعالیٰ نے آپ کے اور آپ کے اہل و عیال کے لئے اس بیت المال میں حصہ مقرر کیا ہے اور آپ اپنے لئے کچھ نہیں کرتے فرمایا واللہ میں تمہارے مالوں میں سے کسی چیز کو پسند نہیں کرتا۔ واللہ یہ میرا وہی کھیس ہے جو میں مدینہ سے لایا ہوں۔

زید بن ابی وہب سے منقول ہے کہ ایک روز حضرت علیؑ

جو گھر سے باہر نکلے تو آپ کے تہ بند میں جا بجا پیوند لگے ہوئے تھے ابن نعجہ خارجی غصہ میں کہنے لگا آپ امیر المومنین ہیں آپ کو یہ لباس زیبا نہیں۔ فرمایا تم کو میرے لباس سے کیا سروکار یہ میرا لباس غرور سے دور ہے اور اس لائق ہے کہ مسلمان اس کی پیروی کریں۔

احمد حنبل نے اپنی مناقب میں لکھا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام جس زمانہ میں حکومت کرتے تھے آپ نے بازار سے تین درہم قیمت کا کرتا خریدا۔ اس کی آستینیں کچھ لمبی تھیں ان کو آپ نے کٹوا دیا۔ اور فرمایا شکر ہے اس خدا کا جس نے ایسا اچھا لباس عطا فرمایا ایک روز بازار کوفہ میں آپ کھڑے ہوئے تلوار فروخت کر رہے تھے اور یہ کہتے جاتے تھے واللہ اگر میرے پاس تہ بند خریدنے کے لئے دام ہوتے تو میں اپنی تلوار نہ بیچتا۔

احمد حنبل نے اپنی مسند میں لکھا ہے کہ سوید بن غفلہ راوی ہیں میں ایک روز جناب امیر کی خدمت میں گیا دیکھا کہ آپ ایک پرانے بورئے پر بیٹھے ہیں میں نے عرض کی آپ مسلمانوں کے بادشاہ اور بیت المال کے مالک ہیں اور ایک پرانے بوریے پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ دوسری قوموں کے سفراء آپ کے پاس آتے ہیں لیکن آپ کے گھر میں اس پرانے بورئے کے سوا کچھ نہیں فرمایا اے سوید عقلمند آدمی ایسے گھر سے انس نہیں کرتا جس کو

Presented by www.ziaraat.com

چھوڑنا ضروری ہے۔ ہماری نظر کے سامنے ہمیشگی کا گھر ہے جس کی طرف ہم بہت جلد جانے والے ہیں۔ غذا حضرت کی جو کی سوکھی روٹی یا وہ ارد جو ہوتا تھا جس میں آدھے سے زیادہ بھوسی ہوتی تھی۔ ایک دن آپ کے سامنے فالودہ رکھا گیا آپ نے تناول نہ فرمایا کسی نے کہا کیا یہ حرام ہے فرمایا حرام تو نہیں مگر میں اپنے نفس کو ایسی چیز کا خوگر کرنا بُرا جانتا ہوں جس کو جناب رسولخداؐ نے نہ کھایا ہو۔ ایک بار کسی نے کہا امیرالمومنین اللہ نے آپ کو بڑی سلطنت کا مالک کیا ہے آپ عمدہ غذا کیوں نہیں کھاتے فرمایا میں نے حضرت رسولخداؐ سے سُنا ہے کہ خلیفہ کے لئے دو پیمانوں کے سوا خدا کے مال سے لینا حلال نہیں۔ ایک پیمانہ اپنے لئے دوسرا اپنے مہمان کے لیے۔

سوید بن غفلہ سے مروی ہے کہ میں ایک روز حضرت کے پاس دارالامارہ میں گیا اس وقت آپ کے سامنے جو کی روٹی اور ایک پیالہ دودھ رکھا ہوا تھا۔ روٹی ایسی خشک تھی کہ کبھی آپ ہاتھوں سے اور کبھی زانو سے دبا کر توڑتے تھے یہ حالت دیکھ کر مجھے بڑا ملال ہوا میں نے آپ کی لونڈی فضہ سے کہا تم بھی امیرالمومنین پر ترس نہیں کرتیں۔ کم سے کم چھان کر ہی آٹا پکایا کرو۔ تم نہیں دیکھتیں کہ اس میں کس قدر بھوسی ہے۔ فضہ نے کہا میں کیا کروں حضرت نے مجھ سے عہد لیا ہے کہ کبھی چھان کر آٹا

روٹی نہ پکاؤں۔ حضرت نے فرمایا اے سوید حضرت رسولخداؐ نے اور ان کے اہلبیت نے کبھی تین دن برابر گیہوں کی روٹی شکم سیر ہو کر نہیں کھائی اور کبھی ان کے لئے چھان کر آٹا نہیں پکایا گیا ایک مرتبہ میں مدینہ میں بھوکا تھا۔ مزدوری کرنے کو نکلا دیکھا۔ ایک عورت مٹی جمع کر کے اس کو بھگونا چاہتی ہے میں نے اس سے فی ڈول ایک کھجور اجرت طے کی اور سولہ ڈول کھینچ کر اس مٹی کو بھگویا میرے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے۔ وہ کھجوریں لے کر میں حضرت رسولخداؐ کی خدمت میں آیا اور سارا واقعہ بیان کیا۔ میرے ساتھ حضرت رسولخداؐ نے بھی ان کھجوروں کو نوش فرمایا۔

زید کہتے ہیں کہ ایک روز میں امیرالمومنین کی خدمت میں گیا دیکھا کہ آپ کے پاس پانی کا ایک لوٹا رکھا ہوا ہے اور ایک ظرف سربستہ ہے جس پر مہر لگی ہوئی ہے۔ میں نے دل میں کہا غالباً ان میں سے جواہرات نکال کر مجھے دیں گے جب حضرت نے اس مہر کو توڑا اور اس کو کھولا تو دیکھا اس میں ستو ہیں ان میں سے ایک مٹھی بھر کر حضرت نے پیالہ میں ڈالے اور پانی میں گھول کر مجھے بھی پلائے اور آپ بھی پیے۔ میں صبر نہ کر سکا عرض کی حضور آپ عراق میں رہ کر یہ غذا کھاتے ہیں حالانکہ یہاں قسم قسم کے کھانے ہیں۔ فرمایا زندگی کے لیے یہ کافی ہے میں نے کہا

Presented by www.ziaraat.com

حضور مہر کیوں لگاتے ہیں۔ فرمایا اس لئے کہ میرے گھر والے اس میں
از قسم روغن زیتون کوئی چیز نہ ملا دیں۔ میں نہیں چاہتا کہ ستو
کے سوا اور کوئی چیز میری غذا بنے۔

شرح نہج البلاغہ میں ہے کہ حضرت ہمیشہ سرکہ اور نمک سے کھانا
کھایا کرتے تھے جب اس پر زیادتی کرتے تو ترکاری استعمال
کرتے اور اگر اس سے بڑھتے تو تھوڑا سا اونٹ کا دودھ پی
لیتے اور گوشت بہت کم کھاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے اپنے پیٹ
کو حیوانوں کا مقبرہ نہ بناؤ۔

حضرت امام حسن علیہ السلام کا زہد

حضرت امام حسن علیہ السلام نے تین مرتبہ اپنا کل مال راہ خدا
میں لٹایا اور دو دفعہ آدھا مال۔ اپنے پدر بزرگوار کی طرح آپ بھی
فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ آپ کا دسترخوان بہت وسیع تھا۔ مہمانوں
کے لئے طرح طرح کے کھانے تیار ہوتے تھے مگر خود جو کی روٹی تناول
فرماتے تھے نمک اور سرکہ کے ساتھ۔ آپ کی عبا میں جا بجا پیوند لگے
رہتے تھے۔ راوی کہتا ہے آپ کے عہد سلطنت میں میں ایک روز
امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت
ایک ٹوٹے ہوئے بورئیے پر بیٹھے تھے۔ مجھے دیکھ کر آپ نے
اپنی چادر اس پر پھیلا دی میں نے دیکھا کہ جا بجا اس میں پیوند

لگے ہیں اور بہت ہی موٹے کپڑے کی ہے۔ میں نے عرض کی
امیر المومنین آپ تو بورئیے پر تشریف فرما ہیں کیسے ممکن ہے کہ
میں اس مبارک چادر پر اپنے قدم رکھوں۔ فرمایا اے ابو صالح
بیٹھ جاؤ۔ حضرت کے حکم کے مطابق میں بیٹھ گیا۔ میں نے عرض
کی یا ابن رسول اللہ آپ بادشاہ ہیں کیا سلطنت میں آپ کا
اتنا حصہ بھی نہیں کہ آپ ایک اچھی چادر خرید کر کے استعمال
فرمائیں۔ حضرت یہ سن کر آبدیدہ ہوئے اور مجھ سے فرمایا اے
ابو صالح ہم اہلبیت راحت گزینی اور تن آسانی کے لئے پیدا
نہیں ہوئے بلکہ دوسروں کو راحت پہونچانے اور ان کے حقوق
کی حفاظت کے لئے ہیں۔ میری اس چادر سے وہ تمام ضرورتیں
پوری ہوتی ہیں جو ایک بیش قیمت چادر سے ہوتیں۔ پھر کیا ضرورت
ہے کہ میں نئی چادر خریدوں۔ اے ابو صالح جو روپیہ میں چادر
خریدنے میں صرف کروں اگر وہ فقراء و مساکین کی حاجت برآری
میں خرچ کروں تو کیا زیادہ مناسب نہ ہوگا۔ میں نے یہ سن کر
کہا امیر المومنین بجا فرماتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ اہلبیت رسول کے
سوا دوسرا اس منصب کے لئے شایاں نہیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کا زہد

حضرت امام حسین علیہ السلام نے بھی اپنے باپ اور نانا کی

Presented by www.ziaraat.com

طرح ہمیشہ زاہدانہ زندگی بسر کی نہ کبھی آپ کو قیمتی لباس پہننے کی خواہش ہوئی اور نہ لذیذ غذا کھانے کی جہاں کہیں سے جو ہاتھ آتا تھا مسکینوں اور محتاجوں کو تقسیم کر دیتے تھے۔

ایک دن بیت المال سے آپ کو ایک رقم ملی تھی اسے سامنے رکھے اس انتظار میں بیٹھے تھے کہ محتاج لوگ آجائیں تو ان پر تقسیم فرمادیں کسی نے عرض کی یابن رسول آپ کی عبائیں جابجا پیوند لگے ہوئے ہیں آپ اس رقم میں سے ایک نئی عبا کیوں نہیں بنا لیتے۔ فرمایا میرے لئے یہی کافی ہے اکثر لوگ تحفے تحائف آپ کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے ان کو آپ یتیموں، بیوؤں اور مسکینوں پر تقسیم کر دیتے تھے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا زہد

راوی کہتا ہے کہ میں نے امام زین العابدین علیہ السلام کو ایک روز گھر سے اس حالت میں نکلتے دیکھا کہ آپ کی نعلین مبارک کے تسمے ٹوٹے ہوئے تھے جن کی وجہ سے آپ کو راستہ چلنا دشوار تھا میں نے عرض کی یابن رسول اللہ آپ نئی نعلین کیوں نہیں خرید فرماتے فرمایا جو رقم اس کے لئے رکھتا ہوں کوئی سائل آجاتا ہے اس کو دے دیتا ہوں۔ میں نے عرض کی اجازت دیجئے کہ میں خرید کر حاضر کروں۔ ابھی میں امام سے یہی گفتگو کر رہا

تھا کہ ایک سائل نے آکر کچھ سوال کیا آپ نے مجھ سے فرمایا جو رقم تم میری نعلین پر خرچ کرنا چاہتے تھے وہ اس کو دے دو۔ مجھ سے زیادہ یہ اس کا مستحق ہے اگر میرے پاس کچھ ہوتا تو خود اس کی حاجت پوری کر دیتا۔

عبداللہ دمشقی کہتا ہے کہ میں ایک روز امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ اپنی قبا میں بیٹھے پیوند لگا رہے ہیں۔ میں پانچ ہزار درہم رقم خمس لے کر حاضر ہوا تھا میں نے وہ رقم امام کی خدمت میں پیش کی۔ اور عرض کی مولا میری خواہش ہے کہ آپ اس رقم میں ایک عبا تیار کرا لیں آپ کی یہ عبا بہت بوسیدہ ہو گئی ہے فرمایا تم اس رقم کو یہاں رکھ دو اور مدینہ میں ندا کرو کہ جو ارباب حاجت ہوں وہ مسجد رسول میں میرے پاس آئیں میں حسب الحکم یہ ندا کی۔ بہت سے ارباب حاجت ٹوٹ پڑے اور حضرت نے وہ ساری رقم ان پر تقسیم کر دی۔ میں یہ حال دیکھ کر سکتہ میں رہ گیا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا زہد

آپ نے بھی ہمیشہ زاہدانہ زندگی بسر کی مال دنیا کی کوئی وقعت آپ کی نظر میں نہ تھی ہمیشہ پیوند دار لباس پہنتے تھے اور ایک بورئیے پر بیٹھ کر لوگوں کو درس دیا کرتے اکثر اوقات

Presented by www.ziaraat.com

خود فاقہ سے رہتے تھے اور اپنی غذا محتاجوں کو دے دیتے تھے سعید بن عبداللہ کہتا ہے میں ایک روز امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا آپ کے جسم اقدس پر بہت بوسیدہ لباس ہے۔ آپ نے فرمایا اے سعید میں چاہتا ہوں کہ ایک قمیص خرید کروں۔ میں نے عرض کی مولا آپ مجھے کیوں زحمت فرمائیں میں خرید کے لاتا ہوں۔ فرمایا نہیں اپنے حسبِ حال میں ہی خریدونگا الغرض حضرت بازار کی طرف چلے میں بھی ساتھ ساتھ چلا آپ نے ایک دوکان سے چار درہم میں ایک لباس خریدا جو بہت موٹے کپڑے کا تھا میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ یہ تو حضور کے شایانِ شان نہیں۔ میرے پاس روپیہ ہے آپ کوئی اچھی قمیص خرید لیجیئے۔ قیمت میں ادا کر دوں گا۔ فرمایا کیا خوب اے سعید میرا بار تم اٹھانا چاہتے ہو کیا روز قیامت بھی تم میرا بار اٹھانے کے لیے تیار ہو گے۔ میں خاموش ہو گیا آپ وہ قمیص لے کر چلے راہ میں آپ نے ایک برہنہ مسلمان کو دیکھا فوراً اس کی طرف تیزی سے بڑھے اور فرمایا اے شخص تو برہنہ کیوں ہے اس نے کہا یا ابن رسول اللہ کیا کروں۔ عیال دار آدمی ہوں جو کچھ کماتا ہوں وہ اہل و عیال کے نفقہ میں خرچ کر دیتا ہوں۔ اتنا پس انداز نہیں ہوتا کہ تن پوشی کروں۔ آپ نے فوراً وہ قمیص اسکو دے دی۔ میں نے دیکھا کہ حضور پہلے سے کہیں

زیادہ ہشاش بشاش تھے۔ جب حضرت آگے بڑھے تو میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ ایسی حالت میں جبکہ آپ کو خود اس قمیص کی حاجت تھی آپ نے اس کو کیوں دے دی فرمایا وہ مجھ سے زیادہ اس کا مستحق تھا۔ میرے بدن پر لباس ہے اگرچہ بوسیدہ سہی اور وہ بالکل برہنہ تھا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا زہد

آپ کا لباس اکثر اوقات موٹے کپڑے یا کمبل کا ہوتا تھا جس سے آپ کے بدن مبارک کو سخت اذیت ہوتی تھی۔ اس کمبل کے لباس میں بھی پیوند لگے رہتے تھے آپ کے ایک صحابی یہ لباس دیکھ کر کڑھنے لگے۔ فرمایا یاد رکھو جو حیا دار نہیں اس کے پاس ایمان نہیں جو اندازہ آمد و خرچ نہیں رکھتا وہ فارغ البال نہیں ہو سکتا۔ جو پرانا نہیں پہنتا وہ اپنے غرور کو راہ دیتا ہے۔

راوی کہتا ہے میں نے ایک روز امام جعفر صادق علیہ السلام کو خاک پر بیٹھے ہوئے دیکھا عرض کی یا ابن رسول اللہ وہ فرش آپ کا کیا ہوا جس پر آپ بیٹھا کرتے تھے فرمایا ایک شخص کو میں نے سردی میں ٹھٹھرتے دیکھا اس سے پوچھا اگر یہ فرش تجھے سردی

Presented by www.ziaraat.com

سے بچا سکتا ہو تو حاضر ہے۔ اس نے کہا بے شک میں نے اسی وقت وہ فرش اس کو دے دیا۔ میں نے عرض کی مولا پھر آپ کب تک زمین پر بیٹھیں گے۔ فرمایا اگر عمر بھر مجھے زمین پر بیٹھنا پڑے تو میں نہ اُکتاؤں گا اے شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر مع اصحاب زمین پر بیٹھا کرتے تھے۔ اگر میں بیٹھا ہوں تو تجھ کو کیوں تعجب ہوتا ہے۔

حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کا زہد

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا مرتبہ زہد میں بہت زیادہ تھا ہارون رشید کہا کرتا تھا کہ بنی ہاشم میں میں نے موسیٰ بن جعفر سے زیادہ کسی کو زاہد نہیں پایا۔ آپ کا لباس، طعام اور سامان زندگی سب زاہدانہ تھا۔ آپ کی عمر کا بیشتر حصہ یعنی پندرہ سال زندان میں گذرا۔ زندان کے محافظ آپ کی زاہدانہ زندگی دیکھ کر حیرت میں آگئے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کا زھد

موسم گرما میں، آپ کے بیٹھنے کا فرش بوریا ہوتا تھا۔ اور سردی کے زمانہ میں کمبل۔ گھر میں پہننے کا لباس بہت موٹا کھرا اور بھاری ہوتا تھا۔ اس سے بدن کو سخت تکلیف پہنچتی تھی۔ لیکن جب باہر نکلتے تو اس خیال سے کہ لوگ بخل کا طعنہ نہ دیں اچھا لباس پہن لیتے تھے۔ ایک مرتبہ مدینے کے ایک عالم نے آپکو ریشمی لباس پہنے دیکھ اعتراض کیا آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی آستین میں داخل کیا کہ دیکھو اس کے نیچے کمبل کا لباس ہے ریشمی لباس صرف لوگوں کو دکھانے کے لئے ہے کہ زاہد ریاکار نہ کہیں۔ اور کمبل کا لباس اپنے

Presented by www.ziaraat.com

نفس کو تعب میں ڈالنے کیلئے ہے۔
جب مامون نے امام علیہ السلام کو اپنا ولی عہد بنایا تو آپ کیلئے اپنے قصر کا ایک حصہ مخصوص کیا۔ آپ نے فرمایا میں اس میں رہنا پسند نہیں کرتا۔ ایسے قصر سلاطین کے لئے شایاں ہیں۔ نہ کہ ہم اہلبیت کے لئے۔ اس نے پوچھا پھر آپ کیسے مکان کو پسند کرتے ہیں۔ فرمایا بہت معمولی مکان جس میں کوئی تکلف نہ ہو۔ تعیش کا کوئی سامان نہ ہو۔ دروازہ پر چوکیدار نہ ہو کسی کے آنے میں رکاوٹ نہ ہو۔ زمین پر حصیر کا فرش ہو۔ مامون نے کہا آپ میرے ولی عہد ہیں آپ کیلئے ایسا مکان زیبا نہیں فرمایا میں ایسے مکان کو پسند کرتا ہوں۔ آخر مامون نے مجبور ہو کر کہا جو مکان آپکو پسند ہو اس میں رہائش اختیار کیجئے آپ نے محل شاہی کے قریب ایک بوسیدہ سا مکان انتخاب کیا اور اسی میں سکونت اختیار کی۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا زہد

باوجودیکہ آپ مامون رشید جیسے جلیل القدر بادشاہ کے داماد تھے لیکن آپ کو اس رشتہ پر کوئی فخر نہ تھا۔ نہایت سیدھی سادی زندگی بسر کرتے تھے۔ جو آپ کا خاندانی طریقہ تھا۔ مدت العمر اسی پر قائم رہے۔ آپکی بی بی ام الفضل جو

جہیز لائی تھی وہ آپ نے علیحدہ ایک مکان میں رکھوا دیا تھا۔ اور ام الفضل سے فرمایا کہ شاہی زندگی بسر کرنا چاہو تو اس مکان میں رہو اور فقیرانہ و زاہدانہ زندگی گذارنا چاہو تو اس مکان میں رہو جہاں میں رہتا ہوں۔ ام الفضل نے آپ کے ساتھ رہ کر فقیرانہ زندگی بسر کرنا پ کی اور اسی لئے وہ اپنے اس رشتہ سے ہمیشہ ناخوش رہی۔

حضرت امام نقی علیہ السلام کا زہد

ایک بار کسی نے متوکل عباسی سے چغلی کھائی کہ امام علی نقی ؑ شاہانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ بہت سی دولت اور ہتھیار انہوں نے اپنے گھر میں جمع کر لئے ہیں اور اپنے شیعوں کی ایک فوج خفیہ طور پر تیار کر رہے ہیں۔
متوکل نے ایک فوج بھیجکر آپ کے مکان کا محاصرہ کر لیا اور حکم دیا کہ آپ کے مکان میں جو سامان ہو نکال لو۔ اب جو لوگ مکان کے اندر گئے تو ایک بوریئے اور ایک کمبل کے کرتے اور دو تین ظروفِ گلی کے علاوہ وہاں کچھ بھی نہ پایا متوکل کو جب یہ پتہ چلا تو اس چغلخور کو سخت سزا دی۔

حضرت امام حسن ؑ عسکری کا زہد

Presented by www.ziaraat.com

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام بھی اپنے آباؤ اجداد کی طرح زاہدانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ ایک بار بادشاہ نے بغرض امتحان بہت سے لذیذ کھانے اور بیش قیمت کپڑے آپکو بھیجے۔ آپ نے وہ سب راہ خدا میں لٹا دیئے۔ کسی دشمن نے بادشاہ سے کہا کہ انھوں نے شاہی عطیات کی کوئی قدر نہ کی اور حقیر سمجھ کر سب لٹا دیئے۔

بادشاہ غضبناک ہوا اور امام علیہ السلام کو طلب کرکے کہنے لگا۔ میں نے جو تحائف بھیجے تھے آپ نے انکو حقیر سمجھ کر فقرا و مساکین کو دیدیا اور میری توہین کی۔ فرمایا یہ بات نہیں ہم اہل بیت رسول لذات دنیا سے دست کش ہو چکے ہیں۔ ہم روکھی سوکھی غذا کھانے اور پیوند دار لباس پہننے کے عادی ہیں۔ لہذا جو لوگ مستحق میری نظر میں تھے انکو میں نے دیدی۔ یہ سنکر بادشاہ خاموش ہوگیا۔

ائمہ علیہم السلام کی سخاوت

سخاوت بھی اخلاقی فضائل میں سے ایک ہے۔ اسکی جانب افراط اسراف یعنی فضول خرچی ہے اور جانب تفریط بخل ہے۔ آغاز اسلام میں جبکہ مسلمان انتہائی تنگدست اور پریشان حال تھے اس فضیلت کو زیادہ نمایاں کرنے کی ضرورت تھی۔

اہلبیت علیہم السلام نے اس ضرورت کا پورا احساس کیا اور غریب مسلمانوں کی حاجت براری میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا اپنے نفوس پر طرح طرح کی تکالیف برداشت کیں اور دوسروں کی تکالیف کو مٹایا۔ خود فاقے کیئے اور دوسروں کا پیٹ بھرا۔ خود پیوند لگائے اور ناداروں کو لباس پہنایا۔ اگر اہلبیت کا دروازہ ارباب حاجت کیلئے کھلا نہ ہوتا تو بہت سے مسلمان فاقے کرتے کرتے مر جاتے یا غیر قوموں کے دست نگر بن کر اسلام کی بدنامی کا باعث ہوتے۔ اہلبیت کا یہ وہ احسان ہے جسکو دنیائے اسلام بھلا نہیں سکتی۔

حضرت علی علیہ السلام کی سخاوت

واحدی نے اپنی تفسیر میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ کے پاس چار درہم تھے انکے سوا اور کچھ نہ تھا۔ آپ نے ایک درہم رات کو ایک درہم دن کو ایک پوشیدہ اور ایک ظاہر خیرات کیا پس اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ الذین ینفقون اموالہم باللیل والنہار سرًا وعلانیۃ۔ (جو لوگ اپنے اموال کو خیرات کرتے ہیں رات میں اور دن میں خفیہ اور ظاہر اپس ان کیلئے عند اللہ اجر ہے۔ اور نہ ان کو خوف ہے اور نہ حزن)

Presented by www.ziaraat.com

ثعلبی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ ابوذر غفاری سے مروی ہے کہ ایک دن میں جناب رسولخدا کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک سائل نے مسجد میں سوال کیا۔ کسی نے کچھ نہ دیا۔

جناب امیرؑ نماز میں تھے آپ نے داہنے ہاتھ کی چھنگلی سے اشارہ کیا اور انگوٹھی اسکو عطا فرمائی پس خدا نے یہ آیت نازل فرمائی کہ تمہارا ولی خدا ہے اور اس کا رسول اور جو لوگ ایمان لائے ہیں نماز ادا کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں درآنحالیکہ وہ رکوع میں ہوتے ہیں۔

جناب امیر علیہ السلام کی سخاوت کو ان کے دشمن بھی تسلیم کرتے ہیں۔ مطالب السئول میں ہے کہ جب محقن ابن ابی محقن نے معاویہ سے کہا کہ میں بخیل ترین خلائق سے تیرے پاس آیا ہوں تو معاویہ نے کہا افسوس ہے تجھ پر تو علیؑ کو بخیل کہتا ہے۔ اگر انکو ایک سونے کا گھر اور ایک بھس کے گھر کا مالک بنا دیا جائے تو قبل اسکے کہ بھس کا گھر تمام ہو سونے کا گھر پہلے تمام ہو جائے گا۔

شعبی نے لکھا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام ایسے سخی تھے اور سخاوت کو اتنا دوست رکھتے تھے کہ آپ نے کبھی کسی سائل سے اپنی زبان مبارک لا (نہیں) نہیں کہا۔ وہ اپنے ہاتھ سے یہودی کے نخلستان کو سیراب کرتے تھے۔

یہاں تک کہ ان کے ہاتھوں میں آبلے پڑ جاتے تھے اور اجرت کے پیسے خیرات کر دیتے تھے اور اپنے پیٹ پر بھوک دبانے کیلئے پتھر باندھ لیتے تھے۔

علامہ گفوی نے طبقات میں لکھا ہے کہ علیؑ ایک کافر سے لڑ رہے تھے اس نے آپ سے کہا آپ کی یہ تلوار مجھے بہت اچھی معلوم ہوتی ہے یہ مجھے دکھائیے آپ نے فوراً ہاتھ میں دیدی۔ اس نے کہا اب آپ کی تلوار میرے قبضہ میں ہے اب آپ مجھ سے بچکر کہاں جائینگے۔ فرمایا تو نے مجھ سے عاجزانہ سوال کیا میری مروت نے تقاضا نہ کیا کہ تیری بھیک کو رد کر دوں اگرچہ تو کافر ہے اب رہا بچنے کا سوال تو حمایت خدا کی سپر میرے لئے کافی ہے۔ یہ سنکر وہ مسلمان ہو گیا۔

حضرت فرمایا کرتے تھے مجھے تعجب ہے ان لوگوں پر جو اپنے مال سے غلاموں کو خریدا کرتے ہیں اور اپنے احسان سے آزاد لوگوں کو مول لیکر اپنا غلام نہیں بناتے۔

حضرت علی علیہ السلام کی سخاوت کا بیان اتنا طولانی ہے کہ اگر تفصیل سے بیان کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب بن جائے لہذا ہم اسی پر بس کرتے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

حضرت امام حسن علیہ السلام کی سخاوت

ایک بار ایک شخص نے امام حسن علیہ السلام سے پچاس ہزار درہم مانگے آپ نے اسے عطا فرمائے اور کہا حمال کو لے آ کہ اٹھا کر لے جائے۔ جب حمال آیا تو آپ نے اپنی عبا اسے دیدی اور فرمایا مزدوری بھی ہماری طرف سے ہونی چاہئیے۔

ایک روز اس کا ذکر کسی نے معاویہ کے سامنے کیا انھوں نے امام حسن علیہ السلام کو ایک خط میں لکھا ہے میں نے سنا ہے آپ ایک ایک سائل کو پچاس پچاس ہزار روپے دے رہے ہیں کیا یہ اسراف نہیں۔ آپ نے فرمایا لا اسراف فی الخیر۔ نیک کام میں اسراف نہیں ہوتا۔ مجھے حیا آتی ہے کہ کسی سائل کے سوال کو رد کروں۔ خدا نے مجھے سلطنت دی ہے۔ اپنی نعمتوں کو مجھ پر جاری فرمایا ہے۔ پس میں اسکی نعمتوں کو اسکی مخلوق تک پہنچاتا ہوں۔ اگر میں اس کام کو روک دوں تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں اپنی نعمتوں کو مجھ پر نہ روک لے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی سخاوت

امام حسین علیہ السلام کی سخاوت زبان زد خاص و عام ہے۔ ایک بار اسامہ بن زید سخت بیمار ہوئے۔ حضرت انکی عیادت کو تشریف لے گئے قریب پہنچے تو یہ کہتے سنا۔ واغماہ (اف کتنا بڑا غم ہے) حضرت نے پوچھا بھائی تم کو کیا غم ہے۔ انھوں نے کہا ساٹھ ہزار درہم کا مقروض ہوں اور موت سر پر آ پہنچی اس کے ادا نہ ہونے کا صدمہ موت کی تکلیف سے کچھ کم نہیں۔ آپ نے فرمایا تم فکر نہ کرو تمہارا قرضہ میرے ذمہ رہا۔

اسامہ نے کہا کہ اس قرض کے ادا ہونے سے پہلے کہیں میں مر نہ جاؤں۔ حضرت نے فرمایا تم اطمینان رکھو تمہارے مرنے سے پہلے میں یہ قرض چکا دوں گا۔ چنانچہ آپ اپنے گھر تشریف لے گئے اور قرضخواہوں کو بلا کر قرضہ چکا دیا

مروان حاکم مدینہ ایک بار فرزدق شاعر سے ایسا ناراض ہوا کہ اسکو شہر بدر کرنے کا حکم دیدیا۔ وہ پریشان امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا مجھے چار ہزار درہم کی ضرورت ہے۔ تاکہ جلاوطن ہو کر جہاں میں جاؤں وہاں چین سے رہوں آپ نے اسکی حاجت پوری کر دی۔ کسی نے کہا فرزدق لاابالی آدمی ہے اور شاعری پیشہ ہے حضور نے اتنی بڑی رقم کیوں اسکے حوالے کر دی۔ فرمایا سب سے بہتر مال وہ

Presented by www.ziaraat.com

ہے جس سے تم اپنی عزت بچاؤ۔ میرے نانا نے کعب بن زبیر کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کیا تھا۔

ایک اعرابی مدینہ میں آکر پوچھنے لگا اس شہر میں سب سے زیادہ سخی کون ہے۔ لوگوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو بتا دیا۔

وہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کی تعریف میں تین شعر پڑھے۔ آپ نے اپنے خادم سے پوچھا حجاز کے مال میں سے تیرے پاس کسقدر باقی ہے۔ عرض کی چار ہزار دینار آپ نے وہ رقم ایک کپڑے میں باندھی اور خادم سے کہا اس سائل کو بلا لا۔ جب وہ آیا تو آپ نے در کی آڑ سے کر وہ رقم عطا کی اور تین شعر اسکے اشعار کے جواب میں فرمائے جن کا مضمون یہ تھا۔ اسکو لے اور میں تجھ سے اس قلیل رقم کیلئے معافی کا خواستگار ہوں۔ مگر یقین کر کہ مجھے تیرے حال پر شفقت ضرور ہے۔

اگر حکومت کی باگ ڈور میرے ہاتھ میں ہوتی تب تو دیکھتا کہ ہماری بخشش کا بادل کس طرح اوپر برستا۔ مگر حالات زمانہ ہمیشہ بدلتے ہیں۔ میرا ہاتھ اسوقت تنگ ہے۔ اعرابی یہ سنکر رونے لگا۔ فرمایا اب تیرے رونے کا کیا سبب ہے شاید کم دینے پر رو رہا ہے۔ اس نے کہا یہ بات نہیں بلکہ

میں اس لئے روتا ہوں کہ ایسے کریم النفس وجود کو ایک دن خاک میں لتنا ہے۔

عبدالرحمن السلمی آپ کے کسی فرزند کے معلم تھے۔ انھوں نے سورۂ حمد زبانی یاد کرا دیا تھا۔ حضرت کی خدمت میں ان صاحبزادے کو لے جاکر تمام سورت سنوا دی آپ بہت خوش ہوئے اور معلم کو ایک ہزار دینار اور بہت سے لباس دیئے اور اس کا منہ موتیوں سے بھروا دیا۔ کسی نے حضرت سے اس کثیر بخشش کا سبب پوچھا۔ فرمایا میری بخشش اسکی بخشش کے برابر نہیں ہو سکتی۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی سخاوت

باوجود تنگدستی کے امام زین العابدین علیہ السلام مدینہ کے فقرا کی برابر امداد کرتے رہتے تھے اور اپنے کندھے پر لاد کر خرموں اور روٹیوں کو لے جاتے اور ان کے گھروں پر پہنچاتے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مدینہ میں بہت سے غریب لوگ روزانہ کھانا پاتے تھے اور ان کو پتہ نہ چلتا تھا کہ کون دے جاتا ہے۔ جب امام زین العابدین علیہ السلام نے رحلت فرمائی اور غریبوں کو کھانا نہ پہنچا تب پتہ چلا کہ راتوں کو کھانا دے جانے

Presented by www.ziaraat.com

دالے علی ابن الحسین تھے۔

لکھا ہے کہ جب حضرت کو غسلِ میت دینے لگے تو ایک سیاہ داغ آپکی پشت پر نظر آیا۔ کسی نے پوچھا یہ کیا ہے۔ اہلبیت میں سے کسی نے بیان کیا، راتوں کو آٹے کی بوری اٹھا کر فقرائے مدینہ کو تقسیم کرنے جاتے تھے۔ ہماری خیرات علی بن الحسین کے مرنے سے جاتی رہی۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی سخاوت

امام محمد باقر علیہ السلام بھی اپنے آباد اجداد کی طرح بڑے سخی تھے۔ کبھی کسی سائل کو آپ نے ناکام واپس نہ کیا آپ ایک بار پر وقت کے فاقہ سے تھے کہ دو ہزار درہم خمس کا کہیں سے آیا آپ نے وہ تنگدست سادات پر سب تقسیم کر دیا۔ اہلبیت میں سے کسی نے کہا آپ نے اپنے اہل عیال کا کچھ لحاظ نہ کیا۔ ہم فقر و فاقہ کے عادی ہیں۔ ہمکو اس سے زیادہ تکلیف نہیں ہوتی۔ برخلاف دوسروں کے کہ وہ تلملا جاتے ہیں اور خدا کی شکایت کرنے لگتے ہیں۔ میں نے گوارا نہ کیا کہ میرے خالق و معبود کی شکایت کسی مسکین و محتاج کی زبان پر آئے۔ ہمارا شکر اسکے فضل سے ہر حالت میں برقرار رہتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی سخاوت

حضرت کے خادمِ خاص معلّٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات کو امام علیہ السلام کو میں نے محلہ بنی ساعدہ کی طرف جاتے دیکھا میں بھی ساتھ ہو لیا۔ راہ میں کوئی چیز حضرت کے پاس سے گری۔ میں اٹھانے کو بڑھا دیکھا تو بہت سی روٹیاں زمین پر بکھری پڑی ہیں میں ان کو اٹھا اٹھا کر دیتا جاتا تھا اور حضرت اس تھیلہ میں جو آپ کے دوشِ مبارک پر تھا بھرتے جاتے تھے۔ میں نے عرض کی یہ تھیلہ مجھے دے دیجیے۔ آپ اس پر راضی نہ ہوئے۔ محلہ بنی ساعدہ میں پہونچ کر دیکھا کہ کچھ لوگ پڑے سو رہے ہیں۔ آپ نے ایک ایک روٹی ہر ایک کے سرہانے رکھ دی۔ میں نے پوچھا کیا یہ سب حضور کے شیعہ ہیں فرمایا اگر شیعہ ہوتے تو روٹیوں کے ساتھ ان کے لیے کچھ سالن بھی لاتا۔ اے معلّٰی یاد رکھو رات کا صدقہ خدا کی آتشِ غضب کو بجھاتا ہے اور بڑے بڑے گناہ کو مٹاتا ہے۔ حساب و کتاب کو ہلکا کرتا ہے اور دن کی خیرات عمر و مال کو زیادہ کرتی ہے۔ اے معلّٰی خیرات کو صرف آدمی ہی تک محدود نہ رکھنا چاہیے۔ بلکہ اس کے مستحق جانور بھی ہیں۔ چنانچہ ہر عیسیٰ

Presented by www.ziaraat.com

ایک بار دریا کے کنارے پہنچے تو آپ نے اپنے کھانے کی روٹیوں میں سے ایک روٹی نکال کر پانی میں پھینک دی کسی نے کہا آپ رزقِ خدا کو یوں ضائع فرماتے ہیں. فرمایا اس کو دریائی جانور کھائیں گے۔ اور اس کا ثواب ملے گا۔

ابو جعفر خشعمی بیان کرتے ہیں کہ مجھے ایک مرتبہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک تھیلی میں کچھ روپے دئے اور فرمایا فلاں مردِ ہاشمی کو دے آؤ اور ایک فرضی نام بتاکر فرمایا کہ اس سے کہدینا اس شخص نے بھیجے ہیں۔ میں نے وہ روپیہ پہنچا دیا. وہ فرضی نام کا بہت شکر گذار ہوا. اور کہنے لگا خدا جزائے خیر دے کہ وہ ہمیشہ ہمیں اتنا مال بھیجتا ہے کہ اگلے سال تک خرچ کیا کرتے ہیں. لیکن امام جعفر صادق علیہ السلام باوجود کثرتِ مال کے ہمارے ساتھ کوئی سلوک نہیں کرتے۔

فضل ابن ابی مرہ سے منقول ہے کہ میں نے ایک دن دیکھا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام اپنی ردائے مبارک بچھائے ہوئے ہیں اور اس پر روپیوں کی بہت سی تھیلیاں رکھی ہوئی ہیں۔ آپ اپنے ہاتھ سے ایک ایک تھیلی اٹھاتے جاتے تھے اور خادم کو دے کر کہتے تھے یہ فلاں کو دینا یہ فلاں کو اور یہ کہدینا یہ مال تمہارے لئے عراق سے

آیا ہے۔ جب وہ خادم تقسیم کر کے واپس آئے تو کہنے لگے وہ سب لوگ آپ کی شکایت کرتے ہیں یہ سن کر آپ سجدہ میں گئے اور فرمانے لگے خداوندا میری گردن کو میرے باپ کی اولاد کے لئے جھکادے کہ ان کی زبان سے اپنی مذمت سنوں اور دم نہ ماروں۔

بحار الانوار میں ہے کہ منیٰ میں آپ انگور تناول فرما رہے تھے کہ ایک سائل آیا آپ نے انگور کا ایک خوشہ اسے دیا اس بدبخت نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ آپ نے واپس لے لیا اسی وقت ایک اور سائل آیا آپ نے صرف تین دانے اس کو دیئے۔ اس نے خدا کا شکر ادا کیا۔ آپ نے پھر دونوں ہاتھ بھر کر انگور دیئے۔ اس نے پھر خدا کا شکر ادا کیا۔ آپ نے تیس درہم بھی دئے وہ پھر خدا کا شکر بجا لایا۔ آپ نے اس مرتبہ اپنا لباس اتار کر اسے دے دیا۔ اب اس نے کہا جزاک اللہ۔ راوی کہتا ہے اگر وہ پھر شکرِ خدا بجا لاتا اور حضرت کو دعا نہ دیتا تو آپ اسے کچھ اور بھی عطا فرماتے۔

ایک بار ایک فقیر نے آپ سے سوال کیا۔ غلام سے فرمایا چار سو درہم اسے دیدو۔ وہ سائل شکر ادا کرتا ہوا چلا۔ آپ نے غلام سے فرمایا۔ اسے بلالے۔ فقیر ڈرا کہ شاید

Presented by www.ziaraat.com

عطیہ واپس لے لیں۔ لیکن جب حضرت کے سامنے آیا تو آپ
نے فرمایا بہترین خیرات یہ ہے کہ مرجع مستحق کو غنی کر دیا جائے
جو کچھ تجھے دیا گیا ہے وہ میرے خیال میں کم ہے لہٰذا یہ
انگوٹھی تجھے اور دیتا ہوں۔ اس کی قیمت دس ہزار درہم
ہے۔ بوقتِ ضرورت اسے فروخت کر ڈالنا۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی سخاوت

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو اپنی اس فضیلت کے زیادہ
نمایاں کرنے کا موقع بہت ہی کم ملا کیونکہ تقریباً پندرہ سال
آپ قید خانوں میں رہے۔

مولا پہ انتہائے اسیری گذر گئی
زنداں میں جوانی و پیری گذر گئی

تاہم آپ برابر نادار مومنین کی مدد کرتے رہتے تھے ایک
بار ایک سائل آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کرنے لگا میں
مقروض ہوں چار سو درہم کا۔ آپ نے وہ اس کو عطا فرمائے
اس نے کہا میرا لباس بوسیدہ ہو گیا ہے آپ نے اپنا
ملبوس عنایت کیا۔ اس نے کہا میرے پاس سواری نہیں۔
آپ نے ایک گھوڑا اس کو دیا۔ اس نے کہا مجھے راستہ
معلوم نہیں آپ نے اپنا غلام ساتھ کیا۔ حضرت کی یہ سخاوت

کھ کر اس نے کہا مولا۔ مجھے ان چیزوں کی ضرورت نہیں
ں تو صرف اہل بیت کے احسانات کی جانچ کرنے آیا تھا
ں ایک دولت مند انسان ہوں۔ یہ پانچ ہزار درہم بطور
تحفہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں کہ یہ مالِ خمس ہے
پ نے شکر اکر وہ لے لئے اور اسی وقت سادات کو بلا کر
تقسیم کر دئے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کی سخاوت

ایک روز مامون نے آپ کی خدمت میں دس ہزار دینار بھیجے
ر آپ ان کو اپنی ضرورتوں پر صرف کریں۔ آپ نے وہ سب
ار و مساکین پر تقسیم کر دئے۔ جب مامون کو پتہ چلا تو اس
و بہت ناگوار ہوا کہنے لگا میں نے وہ رقم آپ کے ذاتی مصارف
ودی تھی نہ کہ لٹانے کے لیے۔ فرمایا میں اس کا مستحق نہ تھا
رے ذاتی مصارف ہی کیا ہیں جن میں خرچ کرتا۔ میرا بوریا
مد اللہ ثابت ہے لباس جو مدینہ سے لایا تھا موجود ہے۔
ں جو بھی کھانے کو مل جاتا ہے جب مجھے کسی چیز کی حاجت
تھی تو تمہارے عطیہ کو کس چیز میں صرف کرتا۔
ایک سائل نے آپ سے کہا میں حاجت مند ہوں۔
قدر اپنے حوصلے کے میرے ساتھ احسان کیجیے۔ فرمایا اتنی

Presented by www.ziaraat.com

گنجائش نہیں، عرض کیا تو پھر میری حیثیت کے مطابق عطا ہو۔ فرمایا ہاں یہ ہو سکتا ہے۔ یہ کہہ کر غلام کو حکم دیا کہ دو سو اشرفی اس کو دے دے۔

احمد بن عبد اللہ غفاری کہتے ہیں کہ ایک شخص کا میرے اوپر قرضہ تھا جب اس نے سختی سے مانگا تو میں نے نماز صبح پڑھ کر امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں جانے کا ارادہ کیا۔ جب وہاں پہونچا تو آپ کہیں تشریف لے جانے والے تھے۔ میں نے عرض حال کیا اور خواہش کی کہ حضور قرض خواہ سے فرما دیں کہ اتنا شدید تقاضہ نہ کرے اس کا مطلق ذکر نہ آیا کہ قرضہ کی تعداد کیا ہے۔ فرمایا میرے واپس آنے تک یہاں ٹھہرو، میں بیٹھ گیا۔ جب حضرت واپس تشریف لائے تو مجھ سے فرمایا اس فرش کا کونہ الٹ اور جو اس کے نیچے ہو لے لے۔ میں نے دیکھا کہ دینار ہیں چپکے سے ان کو اٹھا لیا اور اپنے گھر چلا آیا۔ اب جو شمار کیا تو اڑتالیس تھے اور ایک دینار پر لکھا تھا تیرا قرضہ ۲۸ دینار ہیں وہ ادا کر کے جو بیس دینار بچیں وہ اپنے خرچ میں لانا۔ میں حیران رہ گیا کہ امام کو میرے قرضہ کی تعداد معلوم کیسے ہوئی۔

ایک شخص نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ میں حج

کر کے آ رہا ہوں اور جو روپیہ لے کر چلا تھا وہ ختم ہو گیا اب اتنا نہیں کہ گھر واپس جاؤں اگر آپ مجھے اتنا روپیہ دے دیں تو وطن پہونچ کر آپ کی طرف سے وہ روپیہ تصدق کر دونگا۔ چونکہ میں آسودہ حال ہوں اس لئے خیرات کا مستحق نہیں۔ آپ اندر تشریف لے گئے اور دروازہ ے اندر سے ہاتھ باہر نکالا اور فرمایا اے مردِ خراسانی یہ دو سو دینار لے اور وطن جانے کا سامان کر، ہماری طرف سے ان کو خیرات کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ ہم نے تجھی کو دے دئے۔ لیکن اب تو یہاں سے رخصت ہو جا تاکہ میں تجھے نہ دیکھوں اور تو مجھے، جب وہ چلا گیا تو کسی نے کہا حضور نے احسان میں کوئی کمی نہیں کی۔ پھر منہ چھپانے کی کیا ضرورت تھی۔ فرمایا اس خیال سے کہ اس کے سوال کرنے اور حاجت روا ہونے کی ذلت کو اس کے چہرے پر نہ دیکھوں کیا تو نے حضرت رسولِ خدا کی یہ حدیث نہیں سنی کہ نیکی کو چھپانے والا ستر حجوں کا ثواب پاتا ہے اور بدی کا اظہار کرنے والا ذلیل ہے اور اس کو چھپانے والا مغفور ہے۔

ایک روز امام علیہ السلام نے خراسان میں روز عرفہ اپنے گھر کا تمام سامان راہِ خدا میں لٹا دیا۔

Presented by www.ziaraat.com

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی سخاوت

حضرت کا دروازہ بخشش کے لئے ہمیشہ کھلا رہتا تھا۔ اپنے آباو اجداد کی طرح آپ کی ہمت بہت بلند اور حوصلہ بہت فراخ تھا مدینے کے بہت سے مساکین آپ کے در سے وظیفہ پایا کرتے تھے کوئی مستحق ایسا نہ تھا کہ آپ کے در سے ناکام جاتا ہو۔ باہر کے محتاجوں کے لئے حضرت اپنے وکیلوں کے پاس روپیہ بھیج دیتے تھے۔ مدینے کے مساکین علاوہ نقد کے کھانا بھی پاتے تھے لیکن یہ تمام خیرات ایسے خفیہ طریق سے ہوتی تھی کہ کسی کو پتہ نہ چلتا تھا۔ اکثر راتوں کو آپ خود کھانا لے کر مدینے کی گلی کوچوں میں گھومتے تھے اور جب کسی کو دینا ہوتا تو در و دیوار کی آڑ لے کر یا منہ پر نقاب ڈال کر دیتے۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی سخاوت

امام علی نقی علیہ السلام کے درِ دولت پر صبح شام یتیموں اور مسکینوں کا ہجوم رہتا تھا۔ غربا جابجا اس راہ میں بیٹھ جاتے تھے جس طرف سے امام علیہ السلام کا گذر ہوتا تھا۔ باوجودیکہ آپ سامرہ میں نہایت عسرت کی زندگی بسر فرماتے تھے۔ مگر پھر بھی کسی سائل کو در سے محروم نہ جانے دیتے تھے، کم سن یتیموں کو اپنے

سامنے بٹھا کر بڑی شفقت سے ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے تھے اور ان کی ہر طرح ناز برداری کرتے تھے۔ رات کو یتیموں و بیواؤں اور محتاجوں کے گھر کھانا خود لے جا کر پہنچاتے تھے۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی سخاوت

علی بن ابراہیم بن جعفر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک بار افلاس سے میری حالت بہت خراب ہوگئی۔ میرے باپ نے مجھ سے کہا آؤ ہم امام حسن عسکری علیہ السلام کے پاس چلیں وہ بہت سخی ہیں ضرور ہماری حاجت روائی کریں گے۔ غرض ہم دونوں روانہ ہوئے، راستہ میں میرے باپ نے مجھ سے کہا کہ مجھے حضرت سے پانچ سو درہم ملنے کی امید ہے۔ اگر ایسا ہوا تو دوسو درہم میں کپڑے بنوائیں گے اور بقیہ تین سو کھانے وغیرہ میں خرچ کریں گے۔ جب ہم حضرت کے درِ دولت پر پہونچے تو دربان سے اطلاع کرائی، تھوڑی دیر بعد ایک غلام آیا اور کہا چلیے امام آپ کو بلا رہے ہیں۔ ہم دونوں اندر گئے۔ حضرت نے فرمایا کیا شئے مانع تھی کہ اب تک تم نے اپنا حال مجھ سے نہ کہا۔ میرے باپ نے کہا، حیا مانع تھی اس کے علاوہ پھٹے کپڑوں سے آپ کے سامنے آنے کی ہمت نہ ہوئی۔ یہ سن کر آپ خاموش ہوگئے۔

Presented by www.ziaraat.com

اور کچھ دیر بعد بغیر کچھ عطا فرمائے اسی خادم کے ساتھ رخصت کر دیا۔ جب ہم دروازہ پر پہنچے تو اس خادم نے پانچ سو درہم کی تھیلی میرے باپ کو دے کر کہا۔ اس میں سے دو سو درہم کپڑے میں خرچ کرنا اور تین سو دوسری ضرورتوں میں، پھر دوسری تھیلی اور نکالی اور کہا اس میں تین سو درہم ہیں سو درہم کپڑوں کے لئے سو خرچ خانہ داری کے لئے اور سو سواری خریدنے کے لئے۔ اور کہا حضرت کا یہ بھی پیغام ہے کہ میں تم کو کوہستان میں سفر کرنے کا مشورہ نہیں دیتا بلکہ بجائے اس کے فلاں موضع میں چلے جاؤ وہاں بہت جلد خدا تمہاری عسرت دور کر دے گا۔ (روضۃ الصفا)

اسمٰعیل بن محمد کا بیان ہے کہ اک بار میں سر راہ بیٹھ گیا تاکہ امام حسن عسکری علیہ السلام ادھر سے گذریں تو عرض حال کروں۔ چنانچہ جب حضرت تشریف لائے تو میں نے شرعی قسم کھا کر کہا کہ میں اس وقت سخت محتاج ہوں، ایک پیسہ میرے پاس نہیں۔ آپ نے فرمایا کیوں جھوٹی قسم کھاتا ہے کیا تو نے دو سو اشرفیاں زمین میں دفن نہیں کیں، میں نے یہ سن کر سر جھکا لیا۔ آپ نے فرمایا میں نے اس غرض سے نہیں کہا کہ تجھے کچھ دوں نہیں، پھر غلام سے فرمایا جو کچھ تیرے پاس ہے دے دے۔ اس نے سو

اشرفیاں میرے حوالے کیں۔ جب میں اس روپے کو لے کر چلنے لگا تو حضرت نے فرمایا یاد رکھو جس دفینہ کو تم نے جائز مصارف کو روک کر بچا رکھا ہے وہ تمہاری کسی ضرورت میں کام نہ آئے گا۔ اسمٰعیل کہتا ہے حضرت کی پیشگوئی صحیح ثابت ہوئی۔ میں نے جو زمین کھود کر دیکھا تو وہاں کچھ بھی نہ تھا۔

اہلبیت کی سخاوت کے متعلق ایک امر واضح کرنا بہت ضروری ہے۔ ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اہلبیت کے پاس اتنا روپیہ آتا کہاں سے تھا جو اس طرح بے دریغ ہزارہا دینار اور درہم محتاجوں کو دے دیتے تھے۔ ان کا سلطنت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ بادشاہ ان سے خوش عقیدہ نہ تھے۔ جو ان کی مدد کرتے۔ وہ خود کوئی ایسا پیشہ نہ کرتے تھے جس سے ہزارہا روپیہ پیدا ہوتا۔ وہ جب خود فاقے کرتے تھے تنگدست رہتے تھے تو آخر سخاوت کرنے کے لئے کہاں سے آتا

اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو سادات کے اوقاف کے ہمارے ائمہ متولی تھے۔ دوسرے پیروان اہلبیت زکوٰۃ و خمس کا روپیہ ہمیشہ اپنے امام زمانہ کے پاس بھیجا کرتے تھے کبھی خفیہ، کبھی علانیہ، یہی وجہ تھی کہ سلاطین زمانہ ان سے

Presented by www.ziaraat.com

بدظن رہتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ یہ اپنا اقتدار بڑھا کر ہم پر
خروج کرنا چاہتے ہیں حالانکہ تحقیقِ حال کے بعد ان کا یہ خیال
ہمیشہ غلط ثابت ہوتا رہا۔ جو رقوم اس طرح کی آتی تھیں یہ حضرات
ان کو مستحقین پر صرف کر دیتے تھے۔ اپنی ذات کو کوئی نفع نہ
پہنچاتے تھے خود یا تو اپنی ذاتی آمدنی سے اپنا کام چلاتے
تھے جو باغات وغیرہ کے سلسلہ میں حاصل ہوتی تھی یا محنت مزدوری
کرنے سے اور یہ صورتیں نہ ہوتی تھیں تو پھر رقم خمس میں سے
بقدر قوت لایموت کوئی رقم لے لیتے تھے۔

(۷) ائمہ علیہم السلام کا صبر

صبر انسان کی بہترین صفت ہے کیونکہ خدا صابرین کے
ساتھ ہے۔ ان اللہ مع الصابرین خدا کی بشارتیں صابرین
کے لیے ہیں۔ صبر کے معنی یہ ہیں کہ جب کوئی مصیبت انسان پر
نازل ہو تو خدا کی طرف رجوع کرے اور اس کی شکایت زبان
پر نہ لائے بہت سے لوگ ادنیٰ ادنیٰ مصیبت میں خلاق عالم کا
شکوہ کرنے لگتے ہیں۔ مثلاً بارش زیادہ ہوئی۔ انھوں نے
کہنا شروع کیا برسائے ہی چلا جاتا ہے یا بارش کیا ہے عذاب ہے
اولاد زیادہ ہونے لگی تو لوگوں نے شکایت کا دفتر کھول دیا
وغیرہ وغیرہ بہت سی باتیں ہیں جہاں انسان حکمتِ الٰہیہ

پر اعتراض کرنے لگتا ہے۔ یہ صبر کے منافی ہے۔ صابرین پر چاہے
کیسی ہی سخت سے سخت مصیبت آ جائے کبھی خدا کی شکایت
زبان پر نہیں لاتے۔ رجوع الی اللہ میں کوئی فرق پیدا نہیں
ہوتا۔ توکل کی باگ ہاتھ سے نہیں چھوٹتی۔ ہمارے ائمہ میں یہ
صفت جس شان سے پائی جاتی تھی۔ امت محمدیہ میں اس کی
مثال ڈھونڈھی نہیں ملتی۔ یہ غلط خیال ہے کہ مصیبت میں رونا
بے صبری ہے۔ رونا تو ایک فطری چیز ہے۔ اسلام اس کے خلاف
کیوں کر حکم دے سکتا ہے جس کے دل پر چوٹ لگتی ہے۔
وہ فطرتاً روتا ہی ہے ہنستا نہیں۔

حضرت علی علیہ السلام کا صبر

جناب امیر علیہ السلام نے ان تمام مصائب پر صبر کیا جو حضرت
رسولخدا کی وفات کے بعد پیش آئے۔ لوگوں کا رسولخدا کو جناب
امیر کی خلافت کی وصیت کرنے سے روکنا۔ اصحاب کا دفن رسول
میں شرکت نہ کرنا۔ جناب امیر سے بیعت طلب ہونا۔ جناب
سیدہ کے پہلو پر ایک آتش مزاج انسان کا دروازہ گرانا
جس کے صدمہ سے خاتون جنت کا حمل ساقط ہو گیا۔ جناب
امیر کا حق خلافت سے محروم کیا جانا۔ ان کا پیش کردہ قرآن
رد کیا جانا وغیرہ وغیرہ بہت ایسے سخت مصائب تھے کہ دوسرا

Presented by www.ziaraat.com

ا تو یا زندگی سے اُکتا کر خودکشی کر لیتا یا اپنے دشمنوں سے لڑ
تا یا خدا کی شکایت میں زبان کھول دیتا۔ مگر جناب امیر
السلام نے ان میں سے کوئی ایک بات بھی نہ کی۔ صابر
ہے جو مصلحتِ وقت کو سمجھتے ہوئے انتقامی جذبہ کو
رنے نہیں دیتا۔ صابر انسان عواقبِ امور پر نظر رکھتا
تھوڑے سے فائدہ کو زیادہ نقصان پر ترجیح نہیں دیتا۔
صبر کرنے میں جناب امیر علیہ السلام کو انتہائی تکلیف کا
منا کرنا پڑا جیسا کہ خود فرماتے ہیں فصبرتُ وفی العین
ذی وفی الحلق شجیٰ (میں نے صبر کیا اس عالم میں کہ
ھ میں خارِ غم کی کھٹک تھی اور حلق میں اچھو لگا ہوا تھا)
ن الحدید کا یہ کہنا ہی بالکل صحیح ہے کہ ایسے سخت مواقع
علیؑ جیسے بہادر کا تلوار کو نیام میں رکھنا سوائے علیؑ کے کسی
سرے کا کام نہ تھا۔ اگر اسلام کی بہبودی پیشِ نظر نہ ہوتی
علیؑ کی تلوار روکے سے نہ رکتی۔

حضرت امام حسن علیہ السلام کا صبر

امام حسن علیہ السلام نے اپنے صبر و ضبط کا جو مظاہرہ کرایا
اپنی نظیر آپ ہے حضرت رسولخدا ؐ کی وفات کے بعد جو ناروا
یا و مسلمانوں نے ان کی والدہ ماجدہ اور ان کے والد ماجد

کے ساتھ کیا۔ وہ ایک انسان کے جذبات کو بے قابو کر دینے کے لئے بہت کافی تھا مگر آپ ہر ہر موقع پر صبر سے کام لیتے رہے۔ امیر معاویہ نے آپ کے خلاف جو سازشیں کیں حضرت علی علیہ السلام پر سالہا سال تبرا کرایا۔ بے شمار دوستانِ اہلبیت کو قتل کرایا۔ ان کی فوج میں بغاوت پھیلائی۔ شرائطِ صلحنامہ پر ایک دن عمل نہ کیا۔ سالانہ جو رقم ادا کرنا معاہدہ میں تھا ایک سال بھی وہ رقم آپ تک نہ پہونچی۔ جعدہ بنتِ اشعث کے ذریعہ سے آپ کو زہر دلانا اس قسم کے بہت سے تکلیف دہ واقعات آپ کو اپنی زندگی میں پیش آئے لیکن آپ نے ان سب منزلوں کو صبر سے جھیلا۔ اور فتنہ و فساد کی ابتدا کسی وقت بھی اپنی طرف سے نہ ہونے دی۔ آپ بھی اینٹ کا جواب پتھر سے دے سکتے تھے لیکن آپ نے اپنے جذبۂ انتقام کو عقل کی گرفت سے نکلنے نہ دیا اور اپنے دامنِ عصمت پر ناحق خونریزی کا دھبہ نہ آنے دیا۔ لشکرِ معاویہ سے جو تھوڑی بہت جنگ ہوئی اس کی ابتدا خود معاویہ نے کی۔ جس کا دفعیہ امام علیہ السلام پر واجب ہوا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کا صبر

اس پیکرِ صبر کا حال اگر تفصیل سے بیان کیا جائے تو ایک

Presented by www.ziaraat.com

دفتر ہو جائے امام حسین علیہ السلام کا صبر کسی سے سوا نہ ہوگا۔ زندگی کے تمام واقعات چھوڑ کر اگر صرف واقعہ کربلا کو لیا جائے تو دنیا کا صبر اس کے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکتا۔ جناب ایوب بڑے صابر تھے مگر صبر حسینی کے مقابل ان کا صبر بھی دریا کے مقابل ایک قطرہ بن جاتا ہے۔ کربلا میں جو مصائب کے پہاڑ ٹوٹے اور بلاؤں کا ہجوم ہوا کون نہیں جانتا۔ لیکن حسینؑ جیسے صابر کے لب کسی وقت اور کسی حالت میں بھی شکوہ سے آشنا نہ تھے۔ مصیبت کے وقت جو کلمہ ان کی زبان سے نکلتا وہ اِنا للّٰہ واِنا الیہ راجعون ہوتا تھا۔ حسینؑ کی روح صبر کے پیکر کی ایک ایک رگ میں دوڑی ہوتی ہے۔ وہ نہ کسی مصیبت میں گھبرائے نہ ہجوم بلا سے اُکتائے۔ بلکہ جس قدر مصائب کا ہجوم زیادہ ہوتا جاتا ہے چہرۂ مبارک کا رنگ زیادہ سے زیادہ نکھرتا جاتا ہے۔ اسی قدر خدا کی طرف رجوع قلب بڑھتی جاتی ہے دنیا نے ان کو مان لیا ہے کہ حسین سید الصابرین ہیں۔ صبر میں کوئی نبی ہو یا ولی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اگر طول کا خوف نہ ہوتا تو ہم صبر حسینی پر اتنا لکھتے کہ وہ بجائے خود ایک کتاب بن جاتی۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا صبر

واقعۂ کربلا کے بعد امام زین العابدین علیہ السلام پر

دشمنانِ اہلبیت نے وہ مظالم کیے کہ ان کے تصوّر سے کلیجہ لرزتا ہے مگر امام علیہ السلام نے ہر مصیبت پر صبر ہی کیا۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ صبر نہ کرتے تو کیا کرتے کون سا لشکر تھا جسے لے کر اٹھ کھڑے ہوتے کون سی قوت تھی جس کا مظاہرہ کرتے لیکن خدا سے یہ دعا تو کر سکتے تھے کہ ہم کو ان ظالموں کے پنجہ سے نجات دے۔ ان مظالم پر خدا کی شکایت تو کر سکتے تھے کہ تو ہماری مدد کیوں نہیں کرتا۔ اپنے ظالموں کے لئے بد دعا تو کر سکتے تھے۔ مانا کہ اس وقت دشمنوں کے ہاتھ میں اسیر تھے کچھ کرتے نہ بنتی تھی لیکن قید سے رہا ہونے کے بعد تو بنی امیہ کے مظالم بیان کر کے لوگوں کے انتقامی جذبات کو ابھار سکتے تھے۔ ابن زبیر کی طرح لشکر جمع کر سکتے تھے۔ اس وقت معمولی سا پروپیگنڈہ بھی کامیاب ہو جاتا۔ کیوں کہ یزید کے ظلم وستم نے ہر شخص کو اس سے متنفر بنا دیا۔ یہی شہادتِ حسینؑ کا واقعہ تھا جس کی آڑ لے کر ابنِ زبیر اور سفاح و منصور وغیرہ نے اپنے گرد لشکر جمع کیا اور اپنی اپنی سلطنتوں کی بنیاد ڈالی۔ امام زین العابدین علیہ السلام کی آواز میں ان سے لاکھ درجہ زیادہ اثر تھا۔ تمام عرب میں آگ لگ سکتی تھی مگر حقیقت یہ ہے کہ اہلبیت کے صبر انہی کے ساتھ تھے قید سے رہا ہو کر انہوں نے انتقام خونِ حسین علیہ السلام کو خدا کے سپرد کیا اور خاموش

Presented by www.ziaraat.com

بیٹھے رہے اس کو بزدلی نہ سمجھیے یہ انتہائی شجاعت کا مظاہرہ تھا اس کو کمزوری نہ کہیے یہ انتہائی صبر کی منزل تھی۔ آپ کو یہ دکھانا تھا کہ ہم نے اپنے کو تباہ کر لیا مگر کسی وقت یہ نہ چاہا کہ مسلمانوں کی خونریزی کو روا رکھیں۔ اپنی طرف سے کسی جنگ کی ابتدا کریں ہم جب انتہائی مجبور ہو جاتے ہیں اور دشمن ہمارے سر پر تلوار کھینچ کر آ ہی جاتا ہے اور راہ چارہ مسدود ہو جاتی ہے اس وقت ہم مجبوراً تلوار کو نیام سے نکالتے ہیں اور حق کی حفاظت خود اختیاری کو کام میں لاتے ہیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا صبر

امام محمد باقر علیہ السلام بھی بڑے صابر و شاکر تھے آپ کو اپنی زندگی میں بہت سے ایسے موقع پیش آئے کہ دوسرا برداشت نہ کر سکتا تھا لیکن آپ نے انتہائی صبر و ضبط سے کام لیا۔ عزیزوں کا کیا ذکر خود آنحضرت کے بعض ناعاقبت اندیش اعزہ طرح طرح کی ایذا آپ کو پہونچاتے تھے اور آپ کو ذلیل کرانا چاہتے تھے۔ مگر آپ نے صبر سے کام لیا۔ ہشام بادشاہِ شام نے آپ پر عرصہ حیات کیسا تنگ کیا تھا مگر آپ نے صبر کی باگ ہاتھ سے نہ چھوڑی اور اپنے خاندانی طریقہ زندگی کو ہر حالت میں قائم رکھا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا صبر

اصمعی سے منقول ہے کہ ایک روز میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت کے صاحبزادوں میں سے ایک بیمار تھے ان کی عیادت مجھے منظور تھی میں نے دیکھا کہ حضرت رنجیدہ دروازہ پر کھڑے ہیں پھر آپ اندر تشریف لے گئے تھوڑی دیر وہاں قیام کیا۔ اب جو باہر تشریف لائے تو حالت بدلی ہوئی تھی یعنی وہ سابقی پریشانی آپ سے ظاہر نہ ہوتی تھی۔ میں سمجھا شاید صاحبزادے کو اب آرام ہے حضرت سے حال پوچھنے لگا۔ فرمایا اس نے قضا کی۔ میں نے کہا حضور زندگی میں تو پریشان تھے لیکن مرنے کے بعد وہ پریشانی کیسے جاتی رہی فرمایا ہم اہلبیت کا یہی قاعدہ ہے کہ نزولِ بلا سے پہلے مضطر پریشان نظر آتے ہیں لیکن جب وہ بلا نازل ہو جاتی ہے تو قضائے الٰہی پر راضی ہو کر صبر سے کام لیتے ہیں اور جو امر اس کی طرف سے آتا ہے اس کو خوشی سے تسلیم کر لیتے ہیں رضاً بقضائہ وتسلیماً لامرہ ہم اہلبیت کا خاصہ ہے۔ ہم خدا سے جو دعا کرتے ہیں وہ اس کو قبول فرماتا ہے لیکن اگر اس کی مصلحت اس دعا کے قبول کرنے میں نہیں ہوتی تو ہم اس پر بھی راضی ہو جاتے ہیں اور کبھی اپنی زبان سے اس کی شکایت نہیں کرتے۔

Presented by www.ziaraat.com

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا صبر

صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ حضرت عمر کی نسل سے ایک شخص مدینہ کا حاکم تھا۔ وہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو بہت تکلیف پہونچایا کرتا تھا۔ اور امیر المومنین علیہ السلام کو برے الفاظ سے یاد کیا کرتا تھا۔ آپ کے مخصوص اصحاب نے بار بار عرض کی اگر حضور حکم دیں تو ہم اس گستاخ کو قتل کر ڈالیں۔ مگر حضرت نے ہر بار روکا اور فرمایا بغیر میری اجازت کے ہرگز ایسا نہ کرنا۔ ایک روز حضرت کے جاں نثاروں نے عرض کی اب ہم سے حاکمِ مدینہ کی گستاخیاں اور دست درازیاں نہیں دیکھی جاتیں۔ خدا کے لئے آپ ہمیں اس سے بدلہ لینے کی اجازت دیں۔ فرمایا اچھا مجھے بتاؤ اس کا مکان کہاں ہے اور وہ کہاں ملے گا۔ لوگوں نے بتایا۔ آپ فوراً گھوڑے پر سوار ہوئے اور اس کے گھر کے قریب پہونچے وہاں اس کا ایک سبز و شاداب کھیت تھا آپ نے اپنا گھوڑا اس کھیت میں ڈال دیا اور پامال کرنا شروع کیا۔ کسی نے یہ خبر اس حاکم کو پہونچائی وہ باہر نکلا اور بدزبانی شروع کر دی۔ حضرت نے کوئی پروا نہ کی اور چاروں طرف گھوڑا دوڑاتے رہے۔ جب کھیتی خوب روندی گئی تو آپ اس کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اس کھیتی پر تمہارا کتنا خرچ

ہوا تھا۔ اس نے کہا دو سو دینار آپ نے تین سو دینار اس کے حوالے کر کے فرمایا یہ رقم تو اسی وقت لے لو باقی پیداوار سے امید رکھو۔ انشاءاللہ اس مرتبہ تمہاری امید سے کہیں زیادہ پیدا ہوگا۔ حضرت کے محاسنِ اخلاق دیکھ کر وہ شخص اٹھا اور دستِ مبارک کو بوسہ دیکر اپنی پہلی گستاخیوں کی معافی مانگنے لگا بے شک دنیا میں کسی شخص کو اولادِ انبیاء سے برتری کیا ہمسری کا شرف بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد حضرت اپنے مکان پر تشریف لائے اور اس واقعہ کو بیان کر کے اپنے اصحاب سے پوچھا بتاؤ میرا یہ فعل اچھا تھا یا تم جو کرنا چاہتے تھے۔ انھوں نے کہا جو حضور نے کیا وہی بہتر ہے۔ حضرت نے اس کھیتی کو اس لئے پامال کیا تاکہ وہ جان لے کہ اہلبیتِ رسول کے قدم کی برکت سے کھیتوں میں امید سے زیادہ غلہ پیدا ہوتا ہے ان کا پامال کرنا معمولی سرسبزی سے زیادہ فائدہ رساں ہے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کا صبر

امام رضا علیہ السلام جس زمانہ میں بہ حیثیت ولی عہد سلطنتِ مرو میں قیام فرما تھے ایک عباسی عالم کا سردار حضرت سے بہت حسد رکھتا تھا وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح حضرت کو [illegible]

Presented by www.ziaraat.com

کی نگاہوں میں بے وقعت بنا دے مگر کوئی موقع اس کو نہ ملتا تھا۔ ایک روز وہ حضرت کی خدمت میں آیا اور مذہب شیعہ کی مذمت کر کے حضرت کو ناسزا الفاظ کہنے لگا۔ آپ نے فرمایا اے شخص آخر اس سے تیرا مقصد کیا ہے اس نے کہا تم کو ذلیل کرنا آپ نے فرمایا خاصانِ خدا کبھی ذلیل نہیں ہوا کرتے اس نے کہا میں آپ کو خاصانِ خدا میں سے نہیں مانتا۔ فرمایا میں کب کہتا ہوں کہ تو مان۔ جس کا میں بندہ ہوں وہ تو مانتا ہے۔ اس نے کہا آپ اپنی کوئی کرامت دکھایئے تو میں تسلیم کروں۔ فرمایا یہی کرامت کیا کم ہے کہ تو انتہائی گستاخی کر رہا ہے اور میں صبر و ضبط سے کام لے رہا ہوں۔ کیا میں بادشاہ سے تیری شکایت کر کے تجھ کو کافی سزا نہیں دلوا سکتا۔ یہ سنکر وہ نادم ہوا اور حضرت کے پیروں پر سر رکھ کر کہنے لگا۔ آج سے میں آپ کے محبوں میں شامل ہوتا ہوں۔ میں اس ارادہ سے آیا تھا کہ اگر مجھے سختی سے جواب دیا تو میں آپ سے لڑ پڑوں گا۔ اور آپ کو تمام شہر میں رسوا کر دوں گا لیکن آپ کے اخلاق کا میں گرویدہ ہو گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اتنے بڑے منصب پر فائز ہو کر جو صبر و تحمل آپ نے دکھایا۔ دوسرے سے ناممکن ہے

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا صبر

امام محمد تقی علیہ السلام سے عباسیہ خاندان کے امرا بہت زیادہ

حسد رکھتے تھے بالخصوص جب سے آپ مامون رشید کے داماد ہوئے عباسی امرا نہیں چاہتے تھے کہ ام الفضل کی شادی آپ سے ہو کیونکہ ان کو خاندان اہلبیت سے سخت عداوت تھی لیکن مامون کے ارادہ کو بدلنے میں وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ اس ناکامی نے ان کی مخالفت کو اور زیادہ بھڑکایا۔ اب انھوں نے ام الفضل بنتِ مامون کے کان بھرنے شروع کئے۔ اور طنزاً کہنا شروع کیا کہ تیرے باپ نے تجھ پر بڑا ظلم کیا کہ تیری شادی ایک تنگدست، محتاج، فقیر پسند آدمی سے کر دی۔ تجھ کو کسی شاہزادے یا امیر زادے کے گھر میں جانا چاہیئے تھا۔ ام الفضل اول تو یوں ہی ایک بد دماغ عورت تھی۔ کریلا اور نیم چڑھا یہ کہ رات دن یہ لوگ اس کو ورغلاتے رہے نتیجہ یہ نکلا کہ شادی کے پہلے ہی دن سے وہ امام علیہ السلام کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئی اور پھر اس نے وہ وہ تکلیفیں حضرت کو پہونچائیں کہ خدا کی پناہ۔ مگر حضرت نے صبر و ضبط سے کام لیا۔ آپ کے بعض اعزہ بھی آپ کو پریشان کرتے رہتے تھے لیکن آپ کبھی کوئی انتقامی کارروائی نہ کرتے تھے۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کا صبر

امام علی نقی علیہ السلام کا قیام سامرہ میں تیس سال تک رہا۔

Presented by www.ziaraat.com

اس مدت میں خلفائے بنی عباس کے ہاتھوں کون سی تکلیف تھی جو حضرت کو نہ پہونچی۔ بالخصوص جابر متوکل کے ہاتھوں سے۔ لیکن آپ صابر و شاکر رہے، متوکل کی سختیاں اور حضرت کا صبر و تحمل دیکھ کر لوگوں کو حیرت ہوتی تھی۔ باوجودیکہ سیکڑوں شیعہ حضرت کی خدمت میں بغرض زیارت حاضر ہوتے تھے۔ لیکن آپ کبھی کسی سے ان مظالم کا حال بیان نہ کرتے تھے جو متوکل آئے دن آپ پر کررہا تھا۔ اگر آپ ذرا بھی اپنے شیعوں کو اکسا دیتے تو متوکل کی سلطنت میں انقلاب عظیم پیدا ہوجاتا کیوں کہ سامرہ اور اطرافِ سامرہ میں بکثرت شیعہ موجود تھے۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کا صبر

معتمد عباسی نے امام علیہ السلام پر کون سا ظلم تھا جو اٹھا رکھا تھا۔ انتہا یہ ہے کہ جس زمانہ میں آپ قید تھے کسی کو آپ سے ملنے کی اجازت نہ تھی دو سال تک آپ کو ٹھنڈا پانی پینے کے لئے نہ دیا گیا۔ دو روٹی سے زیادہ دن بھر میں غذا دینے کا حکم نہ تھا مگر آپ نے صبر و ضبط سے ان کڑی منزلوں کو جھیلا۔ رہائی کے بعد بھی حضرت کو آزادی سے رہنا نصیب نہ ہوا۔ وہ کڑی نگرانی تھی کہ خدا کی پناہ۔ لیکن ہر مصیبت پر صبر ہی کرتے رہے۔ کس کی طاقت ہے کہ اہلبیت کا سا صبر کرسکے۔

ہم نے ایک ایک دو دو واقعہ مختصراً لکھ دئے ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ائمہ کی عمریں مصائب و آلام میں گزریں۔ دشمنوں نے ان پر عرصۂ حیات تنگ کردیا تھا مگر وہ خدا کے صابر بندے ہر حال میں خدا کا شکر ہی کرتے رہے۔

(۸) ائمہ علیہم السلام کی تواضع

تواضع کے معنی فروتنی اور انکساری کے ہیں اس کی ضد غرور و تکبر ہے۔ یہ صفت ہمارے ائمہ میں بہتر صورت میں پائی جاتی تھی۔ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین (مومنوں کے سامنے متواضع کافروں کے مقابل بڑے خوددار) انہی کی تعریف میں ہے۔ دیگر فضائل اخلاق کی طرح تواضع بھی ایک وسطی خط ہے۔ اس کے افراط و تفریط میں بھی بہت سی رذیلتیں پیدا ہوتی ہیں ان صفت کا مقصد یہ ہے کہ انسان کے اندر فرعونیت پیدا نہ ہو، بندگی کی خصوصیات سلب نہ ہوں۔ پھر اس کے ساتھ طریقۂ کار ایسا ہونا چاہئے کہ انسان دوسروں کی نظر میں ذلیل نہ ہوجائے اور سفیہانہ حرکات کا صدور اس سے نہ ہو۔

حضرت علی علیہ السلام کی تواضع

لغوی نے اپنی معجم میں روایت کی ہے کہ ابو صالح اپنے

Presented by www.ziaraat.com

داداسے نقل کرتا ہے کہ میں نے جناب امیر علیہ السلام کو دیکھا کہ ایک درہم کی کھجوریں خریدکیں اور کپڑے میں باندھ کر اٹھانے لگے۔ میں نے عرض کی امیر المومنین لائیے مجھے دیجیے۔ فرمایا بچوں کا باپ اس بوجھ کے اٹھانے کا زیادہ مستحق ہے۔ حضرت نے اپنے اس عمل سے مسلمانوں کو یہ سبق دیا کہ اپنے گھر کا کام کاج کرنے میں شرم نہ کرنی چاہیئے۔

احمد حنبل نے اپنی مناقب میں زاذان سے نقل کیا ہے کہ میں نے جناب امیر علیہ السلام کو دیکھا کہ بازار میں دُرّہ ہاتھ میں لیے ٹہل رہے ہیں اور لوگوں کو ہٹا کر بھولے ہوئے لوگوں کو راستہ بتاتے ہیں۔ اور بوجھ اُٹھانے والوں کی مدد کر رہے ہیں اور یہ آیت پڑھتے جاتے ہیں۔ تلک الدار الاخرۃ نجعلہا للذین لا یریدون علواً فی الارض ولا فساداً والعاقبۃ للمتقین (یہ دار آخرت ان لوگوں کے لئے ہے جنھوں نے زمین پر اپنی بلندی اور فساد کرنے کا ارادہ نہیں کیا اور عافیت بخیر متقیوں کے لئے ہے) اور فرمایا یہ آیت قدرت والے لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

اور احمد حنبل نے مناقب میں یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ ابوالمطر بصری کہتا ہے کہ میں نے جناب امیر علیہ السلام کو کھجوریں بیچنے والوں کے گروہ میں دیکھا ایک لونڈی رو رہی تھی۔ جناب امیر نے

رونے کا سبب پوچھا اس نے کہا اس شخص نے ایک درہم کی کھجوریں مجھے دی تھیں میرے آقا نے وہ پھیر دی ہیں یہ واپس لینے سے انکار کرتا ہے۔ حضرت نے دوکاندار سے کہا اے بھائی یہ نوکر ہے اس کو اختیار حاصل نہیں اپنی کھجوریں واپس لے لے اور قیمت لوٹا دے اس نے حضرت کو دھکا دیا اور کہنا نہ مانا۔ کسی نے ڈانٹ کر کہا تو جانتا ہے کہ یہ کون ہیں وہ بولا نہیں۔ اس نے کہا یہ امیر المومنین ہیں۔ اس نے کھجوریں واپس لے لیں اور حضرت سے عرض کرنے لگا میری خطا معاف کر دیجیے اور مجھ سے ناراض نہ رہیے، فرمایا میں تم سے جب ہی خوش رہ سکتا ہوں کہ تم لوگوں کو ہر شے پوری دیا کرو۔ اور خریداروں سے بد دیانتی کو روا نہ رکھو۔

حضرت امام حسن علیہ السلام کی تواضع

امام حسن علیہ السلام ایک بار چند لڑکوں کی طرف سے گذرے ان کے پاس روٹیوں کے ٹکڑے تھے لڑکوں نے آپ کو کھانے میں شرکت کی خواہش کی۔ آپ گھوڑے پر سے اترے اور ان کے ساتھ کھانے کو بیٹھ گئے۔ پھر ان کو ساتھ لے کر اپنے گھر آئے اور سب کو نئے کپڑے پہنائے، ایک ایک درہم دے اور فرمایا ان کے احسان کا بدلہ اب بھی نہ ہو سکا

Presented by www.ziaraat.com

کیوں کہ انھوں نے مجھے وہ کھلایا تھا جس کے سوا ان کے پاس کچھ اور نہ تھا اور میں نے ان کو جو کچھ دیا ہے اس کے سوا بھی میرے پاس ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی تواضع

جابر بن عبداللہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ ایک روز امام حسین علیہ السلام سے ملنے کے لئے جا رہا تھا۔ راہ میں ایک مردِ مسکین مجھے ملا۔ اور کہنے لگا آپ کہاں جا رہے ہیں۔ میں نے کہا ابو عبداللہ الحسین کی خدمت میں۔ اس نے کہا میں بہت مفلوک الحال ہوں لباس میرا پارہ پارہ ہو رہا ہے۔ پاؤں میں میرے نعلین نہیں، حضرت کی خدمت میں جانے اور عرض حال کرنے کی جرائت نہیں ہوتی۔ آپ حضور سے میری سفارش فرمادیں۔ میں اس کو ساتھ لئے ہوئے حضرت کی خدمت میں آیا۔ آپ نے اس کی زوہ حالت دیکھی تو بے چینی کے آثار چہرۂ مبارک پر پیدا ہوئے۔ فرمایا اے شخص میرے قریب آ۔ وہ جھجکا فرمایا چلے آؤ غریب غریب کے پاس بیٹھا کرتا ہے۔ وہ شخص بڑھا۔ آپ نے اپنے پہلو میں اس کو جگہ دی۔ اور شفقت سے احوال پرسی کرنے لگے۔ جابر کہتے ہیں میں سفارش کا کوئی کلمہ کہنے بھی نہ پایا تھا کہ آپ نے اس کو لباس بھی عطا

فرمادیا اور سو درہم بھی عطا فرمائے میں حضرت کی یہ سخاوت اور یہ تواضع و انکساری دیکھ کر حیران ہو گیا۔

حضرت جب بعزم کربلا مدینہ سے نکل کر مکہ پہونچے تو عبداللہ بن زبیر ملنے آئے اس وقت حضرت کے پاس مکہ کے کچھ مساکین بیٹھے ہوئے عرض حال کر رہے تھے۔ عبداللہ نے چاہا کہ یہ جلد اُٹھ جائیں تو میں حضرت سے بات چیت کروں۔ مگر حضرت ان سے برابر دلجوئی اور تسلی کی باتیں کرتے رہے۔ عبداللہ کو یہ امر ناگوار ہو رہا تھا۔ جب وہ لوگ چلے گئے تو عبداللہ نے کہا فرزند رسولؐ آپ نے ان لوگوں کو بہت دیر اپنی خدمت میں حاضر رہنے کا موقع دیا جو کچھ ان کو دینا تھا دے دلا کر رخصت کر دیتے فرمایا اے ابنِ زبیر زمانہ کی گردش نے ان کو دل شکستہ بنا دیا امرا ان کی طرف توجہ نہیں کرتے میں نے چاہا کہ ان بیکسوں کی پوری داستانِ غم توجہ سے سنوں تاکہ ان کے دل کا غبار کچھ کم ہو جائے۔ اے ابنِ زبیر میں اس نانا کا نواسہ ہوں جو ہر روز بعد نماز صبح اصحاب صفہ کے پاس جا کر بیٹھا کرتے تھے اور چاشت کے وقت تک ان کی احوال پرسی کرتے رہتے تھے۔

حارث بن یزید مروان کا غلام پکا دشمنِ اہلبیت تھا ایک روز وہ کسی ضرورت سے امام علیہ السلام کی خدمت میں آیا۔ آپ بتواضع اس سے پیش آئے اس کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ پھر

Presented by www.ziaraat.com

کبھی حضرت کی کوئی برائی کسی کے سامنے نہ کی اور حضرت سے اس کو رفتہ رفتہ اتنی عقیدت پیدا ہوگئی کہ وہ ان کی ملازمت ترک کر دی۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی تواضع

امام زین العابدین علیہ السلام کا حسن خلق اور تواضع پسندی تمام مدینہ میں مشہور تھی آپ اپنے غلاموں اور کنیزوں سے بھی انتہائی تواضع اور نرمی کے ساتھ پیش آتے تھے آپ کا برتاؤ غلاموں کے ساتھ اس قسم کا تھا کہ اجنبی آدمی کو یہ پہچاننا دشوار ہو جاتا تھا کہ کون آقا ہے اور کون غلام۔ ایک بار خراسان کے دو شخص ایک باپ ایک بیٹا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے جب کھانے کا وقت آیا تو آپ نے لوٹا ہاتھ میں لے کر مہمان کے ہاتھ دھلانے چاہے اس نے کہا یا بن رسول اللہ یہ ہرگز نہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا میرا فرض ہے کہ میں اپنے مہمان کے ہاتھ دھلاؤں تم اس کے اجر سے مجھے کیوں محروم کرنا چاہتے ہو۔ غرض حضرت کسی طرح نہ مانے اور اس کے ہاتھ دھلائے۔ اس کے بعد امام محمد باقر علیہ السلام سے فرمایا کہ اب تم اس لڑکے کے ہاتھ دھلاؤ۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی تواضع

امام محمد باقر علیہ السلام بڑے متواضع اور منکسر طبیعت تھے۔

بالخصوص غربا کے ساتھ جب فقرائے مدینہ آپ کی خدمت میں آتے تھے تو آپ ان کو اپنے پہلو میں جگہ دیتے تھے بلکہ اپنی عبا کا دامن بچھا کر ان کو بٹھاتے تھے بڑی دلجوئی سے ان کا حال پوچھتے تھے۔ اگر ان میں سے کوئی بیمار ہو جاتا تھا تو اس کی عیادت کو جاتے تھے۔ راہ میں اگر کوئی حاجت مند مل جاتا اور آپ سے کچھ کہنا چاہتا تو اس کی بات سننے کے لئے فوراً کھڑے ہو جاتے تھے اور بڑی توجہ سے اس کا درد دل سنتے تھے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی تواضع

امام جعفر صادق علیہ السلام کے عزیزوں میں کسی کا لڑکا مر گیا۔ ماتم پرسی میں تشریف لے گئے راستے میں جوتے کا تسمہ ٹوٹ گیا۔ آپ جوتا ہاتھ میں لئے ہوئے آگے بڑھے کسی صحابی نے عرض کی سواری لے آؤں فرمایا نہیں صاحب مصیبت کے لئے صبر اور قناعت سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ غرض اسی طرح برہنہ پا تشریف لے گئے اور ماتم پرسی کی رسم ادا کی۔

آپ کا ایک غلام بیمار ہوا۔ آپ دونوں وقت اس کی عیادت کے لئے تشریف لاتے اور دوا وغیرہ اپنے ہاتھ سے پلاتے اس نے کہا یا بن رسول اللہ میری اس بیماری نے آپ کو زحمت میں ڈالا۔ فرمایا خدا تجھ کو جلد صحت عطا کرے مجھے کوئی زحمت

Presented by www.ziaraat.com

نہیں بلکہ تیری عبادت اور خدمت سے مجھے ثواب حاصل ہوتا ہے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی تواضع

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے مدت العمر کسی سے ترشی اور رکھائی سے بات چیت نہیں کی نہ کبھی کسی کی دل آزاری کی طرف مائل ہوئے۔ آپ ہر کس وناکس سے بکشادہ پیشانی ملتے تھے اور جو کسی کی ضرورت ہوتی تھی اس کو پوری دل سوزی سے انجام دیتے تھے۔ کبھی غرور و تکبر کی شان آپ میں نہیں پائی گئی۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کی تواضع

کسی نے حضرت سے کہا خدا کی قسم آبا و اجداد کے لحاظ سے کوئی شخص آپ سے افضل نہیں۔ فرمایا میرے آبا و اجداد کو جو کچھ فضیلت حاصل تھی وہ محض پرہیزگاری اور اطاعت خدا کی بنار پر تھی نہ کہ کسی اور وجہ سے۔ اس نے کہا۔ واللہ آپ عام لوگوں سے بہتر ہیں آپ نے کمال انکسار سے فرمایا اے شخص خدا کی قسم کھا کر ایسا نہ کہہ جس کا تقویٰ مجھ سے زیادہ ہوگا وہ مجھ سے افضل ہے قسم خدا کی یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی۔ اِنَّ اکرمکم عند اللہ اتقاکم تم میں زیادہ بزرگ خدا کے نزدیک وہی ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے، ایک حبشی غلام کی طرف اشارہ کرکے فرمایا میں اپنے

کو صرف قرابت رسول کی بنار پر اس غلام سے بہتر نہیں جانتا مگر ہاں جب کوئی نیک کام بجا لاؤں تو اس کی بنار پر اس سے افضل ہوں گا۔

امام رضا علیہ السلام اپنی انکساری اور تواضع پسندی کی بنار پر غریب سے غریب آدمی سے بھی بے تکلفی سے ملتے تھے یہ بات مامون کو ناگوار ہوتی تھی ایک روز اس نے ٹوکا۔ آپ نے فرمایا میں ولی عہدی کو چھوڑ سکتا ہوں۔ مگر اپنے ان غریب بھائیوں کو نہیں چھوڑ سکتا۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی تواضع

راوی کہتا ہے کہ جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ حضرت کا عقد ام الفضل کے ساتھ ہوگیا ہے تو میں تہنیت کی غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مجھے زمانہ کی عام روش دیکھ کر یہ خوف تھا کہ شاید آپ مجھے اپنی زیارت کا شرف نہ بخشیں۔ لیکن میرا خیال غلط تھا۔ جونہی میرے آنے کی خبر حضرت کو پہونچی فوراً بلا لیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کی پہلی حالت اور موجودہ حالت میں بال برابر فرق نہیں وہی اخلاق وہی عادت وہی تواضع اور انکساری اور وہی شفقت و مروت۔ مجھے پیاس ہوئی مگر میں نے حضرت پر ظاہر کرنا مناسب نہ سمجھا اور ضبط کئے بیٹھا رہا۔ حضرت میری خواہش کو سمجھ گئے فوراً غلام کو پانی لانے کا حکم دیا۔ اس کو تاخیر ہوئی تو حضرت خود اٹھے اور پانی لے کر آئے۔ میں نے عرض کی حضور نے کیوں زحمت فرمائی، فرمایا یہ تو کار ثواب ہے کیا مجھے اس سے روکنا چاہتے ہو۔

Presented by www.ziaraat.com

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی تواضع

روضۃ الصفا میں سعید بن صالح سے مروی ہے کہ جب مجھے امام علی نقی علیہ السلام کے سامرہ تشریف لانے کا حال معلوم ہوا تو خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی لیکن جب یہ پتہ چلا کہ بادشاہ نے آپ کو خان الصعالیک (محتاج خانہ میں) ٹھہرایا ہے تو میرے تعجب کی انتہا نہ رہی کہ امام علی نقی علیہ السلام جیسا شخص اور محتاج خانہ، بہر حال میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے بڑی شفقت سے مجھے سینہ سے لگایا احوال پرسی کی اور اپنی برابر مجھے بٹھایا میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ میں تو آپ کا ادنیٰ خادم ہوں آپ مجھے اپنی برابر بیٹھنے پر مجبور نہ فرمائیں۔ فرمایا سعید بن صالح جس خدا کے تم بندے ہو اسی کا میں ہوں۔ ہم اہلبیت غرور و تکبر کو اپنے میں راہ نہیں دیتے۔ مجھے امام کی اس تواضع پسندی سے بڑا سبق حاصل ہوا۔ کیوں کہ دولت کی وجہ سے میرے اندر نخوت تھی اور میں اپنے سے کمتر درجہ والوں سے بہت کھنچ کر ملا کرتا تھا۔ اس روز سے میں نے اپنی عادت بدل دی۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی تواضع

امام حسن عسکری علیہ السلام بے حد منکسر مزاج تھے ہر ادنیٰ و اعلیٰ سے بخندہ پیشانی ملتے تھے یہی وجہ تھی کہ سامرہ کا ہر طبقہ آپ کی

محبت کا دم بھرتا تھا جب حضرت کسی راستہ سے گزرتے تھے تو لوگ آپ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے اسی کا اثر تھا کہ آپ کے جنازے کے ساتھ خلق خدا کا وہ ہجوم تھا جو شاہانِ ذی اقتدار کو اپنے جلوس میں بھی نظر نہیں آتا۔

(۹) ائمہ علیہم السلام کا حلم

حلم انسان کی صفت ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنے نفس پر قابو حاصل کرے تاکہ ہر ناروا اور خلافِ طبع بات اس کو جنبش میں نہ لے آئے۔

حضرت علی علیہ السلام کا حلم

غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ ایک روز جناب امیر علیہ السلام نے اپنے غلام کو پکارا اس نے جواب نہ دیا۔ آپ نے دو تین بار پکارا۔ اس نے جواب نہ دیا۔ آپ نے اٹھ کر دیکھا کہ وہ سو رہا ہے۔ فرمایا اے لڑکے کیا تو نے میری آواز کو نہیں سنا۔ اس نے عرض کی میں نے سنا تھا فرمایا پھر کیوں جواب نہ دیا۔ اس نے کہا چونکہ میں آپ کی سزا سے بے خوف تھا۔ اس لئے رک گیا۔ فرمایا جا میں نے تجھ کو لوجہ اللہ آزاد کیا۔

Presented by www.ziaraat.com

حضرت امام حسن علیہ السلام کا حلم

عمیر بن اسحاق کہتے ہیں کہ مروان مدینہ میں ہم پر حکمراں تھا اور وہ ہر جمعہ کو منبر پر بیٹھ کر جناب امیر علیہ السلام کو برا بھلا کہا کرتا تھا۔ جناب امام حسن علیہم السلام کو یہ خبر پہونچتی تھی تو آپ کچھ جواب نہ دیتے تھے۔ ایک بار اس نے کسی کے ذریعہ سے آپ کو کچھ باتیں کہلا بھیجیں۔ آپ نے فرمایا اس سے جا کر کہدینا کہ ہم تیری کسی بات کو نہیں بھولے۔ تیرے اور ہمارے درمیان انصاف کرنے والا خدا ہے۔ اگر تو سچ کہہ رہا ہے تو خدا تجھ کو جزا دے اور اگر جھوٹ بک رہا ہے تو خدا کا عذاب بہت سخت ہے۔

اسی راوی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ امام حسنؑ سے اور عمرو بن عثمان سے ایک زمین کی نسبت جھگڑا تھا۔ حضرت نے ایک امر پیش کیا۔ عمرو اس پر راضی نہ ہوا۔ فرمایا ہمارے پاس ناک پر مٹی ڈالنے کے سوا کچھ نہیں۔ گویا یہ سب سے زیادہ سخت کلمہ تھا جو اس حلیم امام کی زبان سے نکلا ورنہ اتنا بھی کسی سے نہ فرمایا کرتے تھے۔

ایک شامی نے جب آپ کو گھوڑے پر سوار دیکھا تو لعنت کرنے لگا حضرت نے حلم سے کام لیا اور اس کی بدگوئی کا جواب نہ دیا۔ جب وہ اپنے دل کی بھڑاس نکال چکا تو آپ نے اس شخص سے فرمایا اے شخص اگر تو محتاج ہو تو ہم تجھ کو کچھ دیں۔ اگر راستہ بھول

گیا ہو تو ہدایت کر دیں۔ اگر سواری درکار ہو تو سواری دیدیں اگر بھوکا ہو تو کھانا کھلا دیں۔ کپڑے کی ضرورت ہو تو کپڑا دیدیں۔ مفلس ہو تو غنی کر دیں مہمان ہو تو روانگی کے وقت تیری خاطر تواضع کریں یہ باتیں سن کر وہ رو دیا اور کہنے لگا آج میں اقرار کرتا ہوں کہ آپ خدا کے برحق خلیفہ ہیں۔ آپ اور آپ کے پدر بزرگوار سے میں بہت ہی زیادہ بغض رکھتا تھا لیکن اب آپ سے زیادہ میرے نزدیک کوئی محبوب نہیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کا حلم

حضرت امام حسین علیہ السلام حد درجہ حلیم و بردبار تھے۔ اکثر اوقات آپ کے حلم کو دیکھ کر لوگ دانتوں میں انگلی دبا لیتے تھے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت کہیں جا رہے تھے۔ ایک شخص نے آپ کے ہمراہی سے پوچھا یہ کون ہیں جو حضرت رسول خداؐ کا عمامہ سر پر رکھے لباس رسول بر میں پہنے اور شمشیر رسول کمر سے باندھے ہیں انھوں نے کہا کہ تو انھیں نہیں جانتا حضرات رسول خداؐ کے نواسے حسین بن علی ہیں۔ یہ سن کر وہ برا بھلا کہنے لگا۔ آپ نے فرمایا اے عزیز اگر جنگل کی ہوا نے تیرے دماغ میں خشکی پیدا کر دی ہے تو چند روز میرے پاس قیام کرتا کہ تیرا علاج کراؤں اور اگر تیری بی بی نے تجھے ستایا ہے اور تو اس سے لڑ کر نکلا ہے تو روپیہ مجھ سے لے اور

Presented by www.ziaraat.com

اس کو جاکر خوش کر حضرت کی اس نرم گفتگو سے آپ کے ساتھیوں کو
بڑا تعجب ہوا بعض نے چاہا کہ اس گستاخ کو سزا دیں۔ لیکن آپ
نے منع فرمایا اور کہا ہم حلم کے پہاڑ ہیں ہمیں کوئی چیز نہیں ہلا سکتی
وہ شخص اپنے گستاخانہ کلام پر بہت نادم ہوا اور حضرت سے
معافی چاہی۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا حلم

امام زین العابدین علیہ السلام بڑے حلیم تھے کربلا سے شام تک ہر ہر
مقام پر آپ اپنے غیر معمولی حلم کا مظاہرہ کراتے رہے شہر کوفہ میں
جب اسیرانِ اہلِ حرم کا قافلہ چلا جا رہا تھا ایک مرد شامی نے یہ سمجھتے
ہوئے کہ یہ خوارج کا گروہ ہے سخت طعن آمیز باتیں کرنی شروع
کیں۔ آپ انتہائی تحمل سے سنتے رہے جب وہ چپ ہوا تو آپ نے نہایت
نحیف آواز میں فرمایا اے شخص اگر تو جانتا کہ ہم کون لوگ ہیں تو ہرگز
یہ ناسزا کلمات ہماری شان میں نہ کہتا اور ہمارے قاتلوں اور
ظالموں سے تجھے نفرت پیدا ہو جاتی۔ ہم آلِ محمدؐ ہیں جس رسولؐ کا
تو کلمہ گو ہے ہم اس کی اولاد ہیں اس کے بعد آپ نے اپنے فضائل
بیان کیے اس پر اتنا اثر ہوا کہ رونے لگا اور کہنے لگا میں ان
حالات سے قطعاً بے خبر تھا یابن رسول اللہ آپ مجھے معاف
فرما دیجئے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا حلم

امام محمد باقر علیہ السلام بہت زیادہ حلیم تھے۔ امام ابو حنیفہ
کے شاگرد اکثر اعتراض کرنے کی غرض سے آپ کے پاس آتے تھے
اور گستاخانہ کلام کرتے تھے مگر آپ تحمل سے کام لیتے تھے اور ہمیشہ
مہذب انداز میں ان کے اعتراضات کا جواب دیتے تھے چنانچہ
ایک شاگرد نے جاکر اپنے استاد سے کہا میں سمجھتا ہوں امام محمد باقر
علیہ السلام سے زیادہ حلیم اس زمانہ میں کوئی نہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا حلم

امام جعفر صادق علیہ السلام کے حلم کا یہ حال تھا کہ آپ کے
غلاموں سے جو خطائیں سرزد ہوتی تھیں آپ ان کو کبھی سزا نہ
دیتے تھے ایک بار کسی نے کہا یابن رسول اللہ یہ غلام آپ کا بڑے
سے بڑا نقصان کر دیتے ہیں۔ بسا اوقات کام میں تساہلی بھی کر جاتے
ہیں مگر آپ ان کو کوئی سزا نہیں دیتے۔ فرمایا ان کے لیے اتنی ہی
سزا کافی ہے کہ یہ بے چارے غلام ہیں۔ ایک مرتبہ ایک غلام کو
کسی کام کے لیے بھیجا تھا جب اسے واپسی میں دیر ہوئی تو آپ
اس کی تلاش کو نکلے دیکھا کہ وہ ایک مقام پر پڑا سو رہا ہے۔
بجائے اس پر خفا ہونے کے اسے پنکھا جھلنے لگے ہوا لگی تو وہ بیدار

Presented by www.ziaraat.com

ہوا۔ آپ نے نہایت نرمی کے ساتھ فرمایا اے شخص تیری یہ کیا عادت ہے کہ دن میں بھی سوتا ہے اور رات کو بھی خدا نے دن کام کے لیے بنایا ہے اور رات سونے کے لیے۔

سفیان ثوری بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ کا چہرہ متغیر تھا میں نے وجہ پوچھی فرمایا میں نے کہا تھا کہ کوئی کوٹھے پر نہ چڑھے۔ اس وقت گھر میں گیا تو دیکھا کہ ایک کنیز جو بچہ کی پرورش پر مقرر تھی اس کو گود میں لیے زینہ سے اوپر جا رہی ہے مجھے دیکھ کر وہ ایسی خائف ہوئی کہ بچہ اس کی گود سے گر پڑا۔ اور مر گیا مجھے بچہ کے تلف ہونے کا اتنا رنج نہیں ہے جتنا اس بات کا ہے کہ میرا اتنا رعب کنیز پر کیوں ہوا۔ پھر تین بار اس کنیز سے فرمایا تو ذرا مت ڈر میں نے تجھے راہِ خدا میں آزاد کر دیا۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا حلم

آپ کے حلم کے ثبوت میں یہی کافی ہے کہ آپ کا لقب کاظم تھا۔ یعنی غصہ کے پینے والے۔ یعقوب ابن داؤد کا بیان ہے کہ جب ہارون کے سپاہی آپ کو روضہ مبارک رسول ؐ سے گرفتار کر کے کشاں کشاں لے چلے تو آپ نے ان ظالموں کے حق میں نہ تو ایک حرف شکایت کا کہا نہ کوئی کلمہ خلافِ شان زبان سے

نکالا بلکہ نہایت صبر و سکوت کے ساتھ ان کے ہمراہ چلے گئے۔ صاحب صواعق محرقہ لکھتے ہیں کہ آپ کا لقب کاظم اس لیے مشہور ہوا کہ آپ بڑے ہی حلیم تھے اور لوگوں کے گناہوں کو بہت زیادہ معاف کرتے تھے صاحب فصل الخطاب لکھتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بڑے صالح بڑے سخی بڑے حلیم بڑے ذی قدر اور علم والے تھے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کا حلم

ابوبکر صولی کہتا ہے کہ میری دادی مجھ سے بیان کرتی تھیں کہ امام رضا علیہ السلام نے مجھے چند اور کنیزوں کے ساتھ مامون کے لیے خریدا تھا جب ہم قصر مامون میں داخل ہوئے تو وہاں عیش و عشرت کے بڑے بڑے سامان نظر آئے اور بڑی آسائش سے زندگی بسر ہونے لگی۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد مامون نے مجھے امام علیہ السلام کو عطا فرما دیا یہاں آ کر دیکھا تو عالم ہی اور تھا باوجودیکہ حضرت ولی عہد سلطنت تھے لیکن کوئی شاہانہ سامان آپ کے گھر میں نہ تھا۔ نہایت سیدھی سادی زندگی بسر کرتے تھے ایک کنیز نے کچھ طعن آمیز باتیں کیں جو ہم کو بھی ناگوار ہوئیں مگر حضرت نے حلم سے کام لیا اور اس کنیز سے کچھ نہ کہا آخر وہ خود ہی شرمندہ ہوئی اور پھر حضرت کی زاہدانہ زندگی کا اس پر ایسا گہرا اثر ہوا کہ اس نے دنیا کے ساز و سامان سب پر لات مار دی۔

Presented by www.ziaraat.com

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا حلم

امام محمد تقی علیہ السلام بہت زیادہ حلیم اور بردبار تھے۔ آپ کی بی بی ام الفضل بنتِ مامون رشید ہمیشہ آپ سے طعن وطنز کی باتیں کیا کرتی تھیں۔ مگر حضرت حلم سے کام لیتے۔ ایک روز اس نے مامون کی موجودگی میں اسی قسم کی باتیں کیں اس نے بیٹی کو ڈانٹا اور کہا ایسے حلیم شوہر سے تیرا یہ گستاخانہ کلام مجھے پسند نہ آیا۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کا حلم

امام علی نقی علیہ السلام بھی اپنے آباو اجداد کی طرح اس صفتِ حلم میں ممتاز تھے ایک روز المنتصر بادشاہ نے آپ سے کہا آپ اپنے کو خدا کا سب سے زیادہ مقرب بندہ سمجھتے ہیں اور فضل وشرف میں اپنے برابر کسی کو نہیں سمجھتے۔ حالانکہ ہم لوگ آپ سے کہیں افضل و برتر ہیں اگر خدا آپ سے خوش ہوتا تو آپ بادشاہ ہوتے اور ہم آپ کی رعایا۔ یہ جاہلانہ گفتگو سن کر آپ نے سکوت اختیار کیا۔ اس نے پھر وہی کلمات دہرائے آپ نے پھر حلم سے کام لیا۔ تیسری بار جب اس نے پھر یہی کلمات کہے تو امام کو غصہ آگیا۔ فرمایا اگر حکومتِ ظاہری دلیل تقرب ہوتی تو ہر نبی کو بادشاہ ہونا چاہیئے۔ ہمارا شرف بلحاظ ہمارے فضائل نفسانی کے ہے اور تمہاری بزرگی چند روزہ

حکومت کی وجہ سے تم اجسام پر حکومت کرتے ہو اور ہم قلوب پر۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کا حلم

امام حسن عسکری علیہ السلام ۲۵۵ھ میں معتمد کی قید سے رہا ہو کر اپنے مکان میں تشریف لائے اور گوشہ نشینی اختیار کی مگر معتمد کو یہ بھی ناگوار تھا اس نے کچھ اوباشوں کو لگا رکھا تھا جو امام علیہ السلام کے سامنے اگر ناسزا کلمات کہتے تھے آپ کچھ مدت برداشت کرتے رہے آخر ایک روز آپ نے ان سے فرمایا میں نے اب تک تمہاری گستاخی پر چشم پوشی کی ہے۔ لیکن یاد رکھو اگر آئندہ تم نے کوئی ایسی بات کہی تو میں بددعا کروں گا۔ اور تم سب مرض برص میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ وہ کہاں ماننے والے تھے آخر نتیجہ یہ ہوا کہ ایک روز جو صبح کو بستر خواب سے اٹھے تو سارے بدن پر برص کے داغ تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ حلم انسان کی بہترین صفت ہے۔ اس سے بہت سے بگڑے کام بن جاتے ہیں تیز تلواریں کند ہو جاتی ہیں۔ مخالفت موافقت سے بدل جاتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ حلیم کے غصہ سے بچو۔ اوّل تو حلیم کو غصہ ہی بہت کم آتا ہے۔ اور جب آتا ہے تو بہت زیادہ ہوتا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

(۱۰) ائمہ علیہم السلام کا عفو

عفو کے معنی یہ ہیں کہ اگر کسی سے کوئی قصور ہو جائے اور وہ اظہارِ ندامت کرے یا اس کی کمزوری باعث ذلت ہو رہی ہو تو ایک خلیق انسان اس کے گناہ سے درگذر کرتا ہے دنیا میں لاکھ آدمیوں کے اندر کسی ایک میں بھی مشکل سے یہ صفت آپ کو نظر آئے گی۔ زیادہ تر لوگ دنیا میں ایسے ہی ہیں کہ جب ان کا جذبۂ انتقام جوش میں آتا ہے تو بغیر بدلہ لئے نہیں رہتے۔ بالخصوص جب ان کو بدلہ لینے پر قدرت بھی ہو۔ لیکن ہمارے ائمہ علیہم السلام ہمیشہ لوگوں کی غلطیوں سے چشم پوشی ہی کرتے رہے اور کبھی بدلہ لینے کی خواہش دل میں پیدا نہ ہوئی۔

حضرت علی علیہ السلام کا عفو

شرح نہج البلاغہ میں ہے کہ جب جنگ جمل میں جناب امیر علیہ السلام مروان پر ظفریاب ہوئے تو باوجود اس کے کہ وہ آپ کا جانی دشمن تھا آپ نے اس کے قتل سے درگذر کی۔

ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ صفین میں جب معاویہ کی فوج پانی کے گھاٹ پر قابض ہو گئی تو بحکم معاویہ لشکر امیر المومنین علیہ السلام پر پانی بند کر دیا گیا۔

اور ایک قطرہ پانی کا جانے کی ممانعت کر دی۔ جب حضرت نے دیکھا کہ آپ کے ساتھی پیاس سے ہلاک ہونے کے قریب ہیں تو آپ نے مخالف پر حملہ کیا اور ان کو بہت پسپا کر کے گھاٹ کو ان کے قبضہ سے چھین لیا آپ کے لشکریوں نے کہا اب ہم بھی ایک قطرہ پانی کا نہ دیں گے اور دشمن کو تڑپا تڑپا کر مار دیں گے۔ فرمایا واللہ میں ان سے بدلہ نہیں لوں گا اور جو گناہ انھوں نے کیا ہے میں نہ کروں گا۔

حضرت امام حسن علیہ السلام کا عفو

جب امیر معاویہ ساٹھ ہزار فوج لے کر عراق کی فتح کے لئے بڑھے اور امام حسن علیہ السلام چالیس ہزار فوج لے کر مقابلہ کو نکلے تو آپ کے لشکر میں بغاوت کے آثار پیدا ہو گئے اور خارجیوں کے ایک گروہ نے آپ پر حملہ کر دیا۔ ایک خارجی نے جس کا نام جراح بن اسودی تھا موقع پا کر آپ پر تلوار کا وار کیا جس سے آپ زخمی ہو گئے۔ لوگوں نے اس کو گرفتار کر لیا اور امام حسن علیہ السلام کے سامنے لائے۔ آپ نے فرمایا اگر یہ شخص اپنی غداری سے باز آئے اور اپنے اس فعل پر اظہارِ ندامت کرے تو اسے چھوڑ دو۔ اس عاقبت برباد نے آپ کے اس عفو کی قدر نہ کی اور وفاداری کا اظہار نہ کیا۔ آخر لوگوں نے اسے قتل کر دیا۔

Presented by www.ziaraat.com

ایک روز امام حسن علیہ السلام کا دسترخوان بچھا ہوا تھا کچھ مہمان کھانا کھا رہے تھے امام حسن علیہ السلام بھی تشریف فرما تھے۔ ایک غلام سے جو کھانا لا رہا تھا شوربے کا پیالہ الٹ گیا اور حضرت کے لباس پر گرا۔ وہ خوف سے تھر تھر کانپنے لگا۔ اور کہنے لگا۔ والکاظمین الغیظ آپ نے فرمایا جا میں نے معاف کیا اس نے کہا والعافین عن الناس آپ نے فرمایا جا میں نے تجھے راہِ خدا میں آزاد کیا۔ اس نے کہا واللہ یحب المحسنین آپ نے ایک رومال میں جو دینار بندھے ہوئے تھے اس کو عطا فرمائے اور رخصت کیا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کا عفو

ایک دن امام حسین علیہ السلام حضرت محمد حنفیہ سے کچھ ناراض ہو گئے تھے ان کے بعض احباب نے کہا کہ اب امام حسین ع تمہارے پاس کبھی نہ آئیں گے انھوں نے کہا وہ بڑے صاحبِ عفو ہیں ضرور میری غلطی سے چشم پوشی فرمائیں گے۔ اس کے بعد ایک خط اس مضمون کا لکھا۔ اے برادر بزرگوار ہمارے اور آپ دونوں کے باپ حضرت علیؑ ہیں۔ پس باپ کے اعتبار سے نہ مجھ کو آپ پر فخر اور نہ آپ کو مجھ پر۔ لیکن ہاں آپ کی مادر گرامی حضرت رسولِ خدا کی صاحبزادی ہیں۔ اگر تمام دنیا کا چاندی سونا میری ماں کی ملک بن جائے تب بھی وہ آپ کی ماں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں پس آپ کو

مجھ پر بہت بڑی فضیلت ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے پاس تشریف لا کر میری عزت افزائی کا باعث ہوں۔ یہ خط پڑھتے ہی حضرت اٹھ کھڑے ہوئے اور محمد حنفیہ کے پاس تشریف لے گئے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا عفو

امام زین العابدین علیہ السلام میں صفت عفو بہت زیادہ پائی جاتی تھی کسی سے آپ کی بارگاہ میں کیسا ہی سخت قصور ہو جاتا آپ اسے معاف ہی فرما دیتے۔ اس صفت کا مظاہرہ ماہ رمضان المبارک میں بہت زیادہ ہوتا تھا۔ ہر روز اپنے متعلقین کے درمیان بیٹھ کر فرمایا کرتے تھے۔ اگر تم سے کوئی لغزش ہوتی ہے تو میں نے اس کو معاف کیا تم بھی خدا سے دعا کرو کہ وہ علی بن الحسین کو معاف کرے اور اس پر اپنی رحمت و برکت نازل کرے۔ ایک روز ایک غلام سے کوئی قصور سرزد ہوا وہ خائف ہو کر کہیں روپوش ہو گیا حضرت کو اس کی جستجو ہوئی جو ملنے آتا اس سے احوال پرسی کرتے۔ ایک شخص نے خبر دی کہ وہ میرے ہمسائے کے گھر میں روپوش ہے۔ فرمایا میری طرف سے جا کر اس سے کہدو کہ تو بیکار خائف و ملول ہے میں نے تو تیری خطا اسی روز معاف کر دی تھی جب اس غلام کو یہ خبر پہونچی تو خوش ہو کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا جا میں نے تجھ کو لوجہ اللہ آزاد کیا وہ یہ سن کر رونے لگا۔ حضرت

Presented by www.ziaraat.com

نے وجہ پوچھی۔ اس نے کہا یا بن رسول اللہ آپ عرصۂ حیات مجھ پر تنگ کرنا چاہتے ہیں۔ میں آپ کی غلامی پر ہزار آزادیاں قربان کردوں میں ہرگز آپ کی خدمت سے جدا ہونا نہیں چاہتا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا عفو

جناب زید بن علی بن الحسین امام محمد باقر علیہ السلام کے سوتیلے بھائی تھے ایک دن حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کے پاس اہل کوفہ کے کچھ خطوط تھے جن میں تحریر تھا کہ ہم نے ایک عظیم الشان لشکر جمع کیا ہے آپ بنی امیہ پر خروج کریں۔ ہم سب آپ کا ساتھ دیں گے۔ حضرت نے ان خطوط کو پڑھ کر ارشاد فرمایا۔ ان خطوط سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے ہمارے حقوق حاصل کرنے کی کوشش کی ہے اور ہماری تکلیفوں کا ان کو بہت زیادہ احساس ہے لیکن پھر بھی خروج کرنا تمہارا کام نہیں جس طرح اوروں پر امام زمانہ کی اطاعت فرض ہے تم پر بھی ہے اور یہ طریقہ ہمیشہ سے چلا آرہا ہے۔ واجب الاطاعت صرف وہی شخص ہو سکتا ہے جو رسول یا وصی ہو نہ کہ اس امت کا ہر شخص۔ ظالموں کے تسلط کے زمانہ میں خدا کا حکم اپنے اولیاء کو یہ ہے کہ وہ صبر اور تقیہ سے کام لیں لے۔ برادر مجھے یہ خوف ہے کہ یہ جماعت کہیں تم کو بیوقوف بنا کر کسی مصیبت میں نہ پھانس دے ان کا ظاہر و باطن

ایک نہیں۔ تم ان کے جھگڑوں میں نہ آؤ۔

یہ کلام سن کر زید کو طیش آگیا اور کہنے لگے ہم اہلبیت میں وہ شخص امام نہیں ہو سکتا جو اپنے گھر کے اندر پردے چھوڑے بیٹھا رہے۔ نہ خود جہاد کرے نہ دوسروں کو کرنے دے بلکہ امام وہ ہے جو ملک کی ضرورت کو پورا کرے اور راہِ خدا میں جہاد کرے گویا ان کا مطلب یہ تھا کہ آپ امام نہیں بلکہ میں امام ہوں۔ جناب زید کا یہ مکالمہ ایسا سخت تھا کہ امام علیہ السلام کو ان سے ترکِ تعلق کر لینا چاہیے تھا مگر نہیں آپ نے عفو فرمایا اور جب زید کوفہ جانے لگے تو آپ ان کو رخصت کرنے کے لیے تشریف لے گئے اور آب دیدہ ہو کر ان کو دواع کیا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا عفو

ایک حاجی مدینہ میں آیا اور مسجدِ رسول میں سو گیا جب بیدار ہوا تو اس کو وہم ہوا کہ ہزار دینار کی تھیلی جو اس کے ساتھ تھی کسی نے اٹھالی۔ اِدھر اُدھر دیکھا کسی کو نہ پایا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام اس وقت مسجد کے ایک گوشہ میں نماز پڑھ رہے تھے یہ شخص آپ کو پہچانتا نہ تھا۔ آپ کے پیچھے پڑ گیا کہ تم ہی نے میری تھیلی لی ہے۔ فرمایا اس میں کیا تھا اس نے کہا ایک ہزار اشرفی یہ سن کر آپ مسجد سے دولت سرا میں تشریف لائے اور ایک ہزار

Presented by www.ziaraat.com

اشرفی اسے لا کر دی وہ شخص ان اشرفیوں کو لے کر اپنے مقام پر واپس آیا یہاں وہ تھیلی موجود پائی۔ الٹے پاؤں واپس آیا۔ اور معذرت کرتے ان اشرفیوں کو واپس کرنا چاہا۔ حضرت نے فرمایا جو دے چکے وہ دے چکے اب واپس نہ لیں گے۔ وہ مرد اجنبی آپ کی یہ عالی ظرفی اور عفو و کرم کو دیکھ کر حیران ہو گیا۔ کسی سے پوچھا یہ کون بزرگ ہیں اس نے کہا امام جعفر صادق علیہ السلام ہیں یہ سنکر وہ قدموں پر گر پڑا اور عرض کی یا ابن رسول میرا قصور معاف فرما دیجیے میں مقروض تھا یہ قرض کا روپیہ قرض خواہ کو دینے جا رہا تھا اس لئے اس کی گم شدگی کے خیال نے مجھے پریشان کر دیا تھا۔ حضرت نے فرمایا جا میں نے معاف کیا۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا عفو

جب ہارون نے امام علیہ السلام کو یحییٰ برمکی کی حراست میں دیا تو اس نے اپنے ایک سنگدل غلام کو حضرت کی نگہبانی پر مقرر کیا۔ یہ غلام نہایت گستاخ اور ظلم پسند تھا حضرت سے نہایت بے ادبانہ کلام کرتا تھا۔ حضرت ہمیشہ عفو سے کام لیتے تھے اور کبھی کوئی سخت کلمہ اس سے نہ کہتے تھے چند روز جو اس نے حضرت کی یہ حالت دیکھی تو حضرت کے روحانی فضائل کا معتقد ہونا شروع ہو گیا۔ یہاں تک کہ حضرت کے محبانِ خاص میں سے بن گیا۔ اور آپ پر بجائے سختی

کرنے کے نہایت مہربانی کرنے لگا جب ہارون کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے جواب طلبی کی۔ اس غلام نے کہا میں کسی طرح بھی اس برگزیدہ ہادی پر سختی روا نہیں رکھ سکتا مجھے قتل ہو جانا گوارا ہے مگر اپنے امام کے خلافِ مزاج کوئی امر کرنا گوارا نہیں۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کا عفو

جب مامون نے امام رضا علیہ السلام کو ولی عہد بنانا چاہا تو عباسیوں نے بڑی سخت مخالفت کی اور امام علیہ السلام کی شان میں ناسزا الفاظ کہے ایک نے تو یہاں تک کیا کہ حضرت کے سامنے معاذ اللہ آپ کو "مرد جاہل" تک کہہ دیا۔ جب مامون کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے اپنے اس درباری کو سزا دینی چاہی۔ مگر حضرت نے منع کیا اور فرمایا جس طرح میں نے معاف کیا ہے تم بھی معاف کرو۔ اس نے حضرت کے عفو پر تعجب کیا آپ نے فرمایا ہم اہلبیتِ رسول ایسے لوگوں کی خطاؤں سے درگذر کیا کرتے ہیں جو ہمارے مراتب کو نہیں جانتے۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا عفو

غیروں کا تو کیا ذکر خاندانِ سادات میں سے امام رضا علیہ السلام کے سخت مخالف تھے پہلے تو یہ مخالفت اس لیے دبی رہی کہ حضرت کے کوئی بیٹا نہ تھا سمجھتے تھے کہ ہم ہی وارث ہوں گے لیکن

Presented by www.ziaraat.com

جب امام محمد تقی علیہ السلام پیدا ہوئے تو ان کی آرزوئیں خاک میں مل گئیں اور وہ کھلم کھلا مخالفت پر اُتر آئے اور یہ کہنا شروع کیا کہ امام محمد تقی علیہ السلام چونکہ رنگ میں آپ سے نہیں ملتے۔ لہٰذا آپ کے فرزند نہیں۔ امام محمد تقی علیہ السلام یہ طعنہ زنی سنتے چلے آرہے تھے ایک بار کہیں سے مالِ خمس آیا۔ آپ نے اپنے اعزہ کو بلا کر حصہ رسد تقسیم کر دیا ان میں وہ شخص بھی تھا جو سب سے زیادہ آپ کا دشمن بنا ہوا تھا۔ آپ نے اس کو بھی حصہ دیا لوگوں کو اس پر تعجب ہوا۔ آپ نے فرمایا وہ کچھ غلط بیانی کر چکا ہے یا کر رہا ہے اس کی سزا خدا اس کو دے گا۔ میرے انتقام سے اس کا انتقام بہت زیادہ ہوگا۔ میں اپنا فرض پورا کر رہا ہوں جب اس شخص نے یہ سنا تو بہت شرمندہ ہوا۔ اور حضرت کے قدموں پر گر کر کہنے لگا میرا قصور معاف فرما دیجئے۔ آپ نے فرمایا جا میں نے معاف کیا خدا بھی معاف کرے۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کا عفو

متوکل عباسی چاہتا تھا کہ امام علی نقی علیہ السلام کو سب کے سامنے ذلیل کرے۔ اس نے ایک روز اپنے درباری عالم ابنِ سکیت سے کہا کہ سرِ دربار امام سے کوئی ایسا سوال کر جس کا وہ جواب نہ دے سکیں ابنِ سکیت نے حضرت سے پے در پے کئی سوال کئے۔ حضرت نے

سب کے سکیت نے بہی جوابات دئے مگر ابنِ سکیت چونکہ دوسرا ارادہ رکھتا تھا وہ اپنی ہٹ پر جما رہا۔ اور یہی کہتا رہا کہ آپ نے مجھے تسلی بخش جواب نہیں دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی کچھ گستاخانہ کلام بھی کیا۔ حضرت نے حلم سے کام لیا۔ ایک روز ابنِ سکیت سے متوکل نے کوئی ایسا سوال کیا جس کا جواب اس سے نہ بن پڑا متوکل سخت ناخوش ہوا اور اس سے کہا میں تجھے بہت بڑا عالم سمجھتا تھا مگر اب معلوم ہوا کہ تو مردِ جاہل ہے۔ تین روز کے اندر اگر تو نے مجھے اس مسئلہ کا تسلی بخش جواب نہ دیا تو میں تیرا وظیفہ بند کر دوں گا۔ ابنِ سکیت گھبرایا اور مضطرب ہو کر امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کرنے لگا یابن رسول اللہ فلاں روز جو میں نے آپ سے گستاخانہ کلام کیا تھا۔ عنداللہ میری اس خطا کو معاف کر دیجئے اور اس مسئلہ کا جواب مجھے بتا دیجئے۔ حضرت نے اس کی خطا معاف کی اور اس مسئلہ کا جواب بتا دیا۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کا عفو

مستعین کے بعد جب معتز باللہ تخت نشین ہوا تو اس سنگدل نے طرح طرح سے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو ستانا شروع کیا بلکہ حضرت کی جان کا دشمن بن گیا۔ اس نے حضرت کو علی بن یارمش کی حراست میں نظر بند کرایا یہ شخص

Presented by www.ziaraat.com

بڑا شقی اور پکا ناصبی تھا۔ سادات کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں خون اُتر آتا تھا وہ ہر ممکن طریقہ سے حضرت کو ستاتا تھا ایک بار اس کا اکلوتا لڑکا سخت بیمار ہوا اور اس کی زندگی کی کوئی امید نہ رہی کسی نے اس سے کہا تیری حراست میں امام حسن عسکری علیہ السلام ہیں اگر وہ دعا کریں تو امید ہے کہ یہ لڑکا اس مرض سے نجات پا جائے وہ خاصانِ باری میں سے ہیں۔ اولادِ رسول ہیں ان کی دعا رد نہ ہوگی یہ سن کر وہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں آیا۔ اپنے قصور کی معافی چاہی۔ حضرت نے معاف فرما دیا اور بغیر اس کے کہ وہ عرضِ حال کرے فرمایا جا تیرا لڑکا صحت یاب ہوا۔ یہ سن کر وہ خوش خوش گھر آیا دیکھا تو بیمار پر تندرستی کے آثار نمایاں تھے۔ اب تو وہ حضرت کا مخلص دوست اور سچا جاں نثار بن گیا اور ہر وقت حضرت کی خدمت میں حاضر رہنے لگا۔

ائمہ علیہم السلام کی شفقت علی الخلق

(۱۱)

حقیقت یہ ہے کہ شفقت علی الخلق کا جو مظاہرہ ہمارے ائمہ نے کیا۔ اس کی نظیر ڈھونڈھی نہیں ملتی۔ یہ شفقت محض قربۃً الی اللہ تھی اس میں نہ ریا کو دخل تھا نہ کوئی ذاتی غرض شامل تھی۔ ہر مسلمان کی تکلیف دیکھ کر ان کے دل پر چوٹ لگتی تھی اور وہ اس تکلیف کو دور کرنے میں پوری پوری کوشش کرتے تھے۔ اکثر اوقات

اس سلسلہ میں ان کو خود سخت سے سخت تکالیف کا سامنا ہو جاتا تھا مگر وہ بخوشی گوارا کر لیتے تھے۔

حضرت علی علیہ السلام کی شفقت علی الخلق

احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں لکھا ہے کہ جب آیہ اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجوٰکم (اے ایمان والو جب تم کو رسول مشورہ کے لئے بلائیں تو اپنی مشورت سے پہلے صدقہ دو) نازل ہوئی تو آنحضرت نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا۔ جاؤ ان لوگوں کو صدقہ کا حکم دو۔ عرض کی کس قدر صدقہ کا حکم دوں فرمایا ایک دینار کے لئے۔ حضرت نے عرض کی لوگ اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ فرمایا آدھا دینار۔ عرض کی ان میں اس کی بھی طاقت نہیں فرمایا ایک جو بھر سونا دیں عرض کی شاید وہ یہ بھی نہ دے سکیں۔ فرمایا اے علی تم خلق پر بڑے مہربان ہو۔ فرمایا اچھا صرف ایک درہم دیا کریں۔ امیر المومنین علیہ السلام فرمایا کرتے تھے اس حکم میں تخفیف میری وجہ سے ہوئی۔

ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ جب جناب رسولخدا کسی کے جنازہ پر تشریف لے جاتے تو اس کے کسی عمل کے متعلق سوال نہ کرتے بلکہ قرض کے متعلق پوچھتے اگر معلوم ہوتا کہ مقروض ہے تو اس کی نماز جنازہ نہ پڑھتے۔ ایک مرتبہ ایک جنازہ پر تشریف لے گئے

Presented by www.ziaraat.com

حسب معمول پوچھا تمہارے دوست پر قرض تو نہیں ہے لوگوں نے عرض کی یہ دو دینار کا مقروض مرا ہے۔ آپ جنازہ کے پاس سے ہٹ گئے۔ اور اصحاب سے فرمایا تم اس کے جنازہ پر نماز پڑھو۔ جناب امیر نے فرمایا یا رسول اللہ یہ دو دینار میرے ذمہ ہیں یہ مرنے والا اس قرضہ سے بری ہے یہ سن کر حضرت خوش ہوئے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ پھر حضرت نے جناب امیر علیہ السلام کے حق میں دعائے خیر کی۔

ایک روز حضرت علی علیہ السلام نے اپنے عہد خلافت میں ایک ضعیفہ کو دیکھا کہ غلہ کی گٹھڑی پشت پر رکھے جا رہی ہے اور کمزوری سے اس کی سانس پھولی ہوئی ہے۔ آپ فوراً بڑھے اور اس کا بوجھ اپنے کندھے پر رکھ لیا اور اس کے گھر تک پہنچانے کیلئے تشریف لے گئے۔

جب حضرت نے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی تو اپنے فرزندوں کو بلا کر حکم دیا کہ تم سب جا کر تمام کوفہ کے محتاجوں، مسکینوں، بیواؤں اور یتیموں کی فہرست بناؤ۔ دیکھو کوئی رہ نہ جائے۔ چنانچہ ایک صاحبزادے کو مشرق کی طرف بھیجا دوسرے کو مغرب کی طرف تیسرے کو شمال کی جانب اور چوتھے کو جنوب کی طرف، جب یہ فہرستیں تیار ہو گئیں تو آپ کا تمام عہد خلافت یہ معمول رہا کہ رات کو روٹیاں اور خرمے کے تھیلے کندھوں پر لاد کر لے جاتے اور سب کو تقسیم کرتے

ایک بار آپ کو تپ شدید لاحق ہوئی۔ حسنین نے عرض کی آج حکم اس

خدمت کو انجام دیں گے۔ فرمایا نہیں اللہ تعالیٰ نے اس حکومت کا بوجھ میرے کندھوں پر رکھا ہے مجھے اپنا فرض انجام دینے دو۔ چنانچہ اسی حالت میں آپ تشریف لے گئے۔

حضرت امام حسن علیہ السلام کی شفقت علی الخلق

اپنی خلافت کے زمانہ میں امام حسن علیہ السلام کا یہ معمول تھا کہ جب تک لوگ آپ کو اطمینان نہ دلا دیتے کہ ہمسایہ میں کوئی محتاج کوئی یتیم اور کوئی بیوہ بھوکی نہیں۔ اس وقت تک آپ کھانا نہ کھاتے اگر ایسا ہوتا تھا کہ آپ نے کھانا شروع کیا ہے اور سائل نے سوال کیا فوراً اس کھانے کو سامنے سے اٹھا دیا اور خود فاقہ سے رہے۔

ایک بار امام حسن علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ ہمسایہ میں ایک بیوہ عورت کا لڑکا علیل ہے۔ آپ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے اس نے رو رو کر عرض کی میں بیوہ ہوں اس بچہ کی بیماری میں میرا کوئی مددگار و غمگسار نہیں۔ آپ نے فرمایا تم غم نہ کرو میں ہر خدمت کے لئے موجود ہوں۔ چنانچہ آپ صبح و شام اس کے یہاں جاتے اور جو ضرورت ہوتی اس کو پورا کرتے اس بیمار لڑکے کے پاس بیٹھے اس کا بدن دباتے اسے تسلی اور دلاسا دیتے۔ جس غذا کو اس کا دل چاہتا وہ مہیا کرتے۔

Presented by www.ziaraat.com

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شفقت علی الخلق

جنگِ نہروان کے بعد شمر کو لشکر امیر المومنین علیہ السلام نے قید کر لیا۔ ایک روز امام علیہ السلام کا گذر محبس کی طرف سے ہوا۔ شمر نے عرض کی یا ابن رسول اللہ میرے حالِ زار پر رحم فرمائیے۔ اور اپنے پدر بزرگوار سے میری رہائی کے لئے سفارش کیجیے اب اس محبس کی تکلیف مجھ سے برداشت نہیں ہوتی۔ حضرت فوراً امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شمر کی رہائی کے لئے سفارش کرنے لگے۔ حضرت علی علیہ السلام آبدیدہ ہو کر فرمانے لگے۔ بیٹا تم جانتے ہو یہ شخص کون ہے یہ تمہارا قاتل ہے ایک روز یہی تم کو تین روز کا بھوکا پیاسا ذبح کرے گا۔ عرض کی بابا جان یہ سب سچ ہے لیکن میں اس سے وعدہ کر چکا ہوں۔ مجھے اس سے شرمندہ نہ کرائیے۔ یہ سنکر امیر المومنین علیہ السلام نے اس کی رہائی کا حکم دے دیا۔

جس زمانہ میں لوگوں نے خلیفہ عثمان کے گھر کا محاصرہ کر لیا تھا اور رسد روک رکھی تھی۔ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے دونوں بیٹوں امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو حکم دیا کہ پانی کے مشکیزے اور کچھ روٹیاں لے کر جائیں اور محصورین تک پہونچائیں۔ چنانچہ دونوں صاحبزادے وہاں پہونچے۔ بلوائیوں نے روکا مگر ہمت

سے کام لے کر دونوں شہزادے بڑھے چلے گئے۔ کسی نے کہا یہ لوگ قابلِ رحم نہیں۔ فرمایا تمہارے نزدیک نہ ہوں۔ لیکن ہمارے اندر جو جذبہ شفقتِ خلق کا اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اس کا اقتضا یہی ہے کہ اس وقت مصیبت میں ہم ان کی خبر لیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سوائے اہلبیتِ رسول ایسے موقعوں پر شفقت کا مظاہرہ کسی اور سے ممکن ہی نہیں۔ یہ انہی کے دل تھے کہ اپنے سخت سے سخت دشمنوں پر بھی شفقت فرماتے تھے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی شفقت

باوجود تنگدستی کے امام زین العابدین علیہ السلام فقرائے مدینہ کی برابر امداد کرتے رہتے تھے اور اپنے کندھے پر روٹیاں اور خرمے لاد کر ان کے گھروں پر پہونچایا کرتے تھے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مدینہ کے بہت سے غریب لوگ روزانہ کھانا پاتے تھے۔ لیکن ان کو یہ پتہ نہ چلتا تھا کہ کون دے جاتا ہے۔ جب امام زین العابدین علیہ السلام نے رحلت فرمائی اور رات کو غریبوں کے گھر کھانا نہ پہونچا تب پتہ چلا کہ منہ چھپا کر راتوں کو دے جانے والے علیؑ بن الحسین تھے۔ لکھا ہے کہ جب حضرت کو غسل میت دینے لگے تو ایک سیاہ داغ آپ کی پشت پر نظر آیا کسی نے پوچھا یہ کیا ہے اہلبیت میں سے کسی نے بیان کیا راتوں کو آٹے کی بوری اٹھا کر

Presented by www.ziaraat.com

فقرائے مدینہ کو تقسیم کرنے کے لئے لے جایا کرتے تھے یہ اسی کا نشان ہے
واقعۂ حرّہ میں جبکہ یزیدی فوج مدینہ میں قتل عام کر رہی تھی اور بحکم یزید امام زین العابدین علیہ السلام کو ایک محفوظ مقام پر بھیج دیا گیا تھا۔ آپ اہل مدینہ کی تباہی اور بربادی پر زار زار روتے تھے جو لوگ بھاگ کر آپ کی جائے پناہ تک پہونچ جاتے تھے آپ ان کو اپنی حفاظت میں لے لیتے تھے اور ان پر شفقت فرماتے تھے چنانچہ بہت سی جانیں آپ کی شفقت کے باعث بچ گئیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی شفقت

امام محمد باقر علیہ السلام کی شفقت کا یہ حال تھا کہ جو لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے آپ ان سے معلوم کرتے تھے کہ ان کے ہمسائے میں جو لوگ ہیں ان کا کیا حال ہے اگر کوئی کسی کی تکلیف کا حال بیان کرتا تو حضرت اس کے پاس تشریف لے جاتے اور جو مدد ممکن ہوتی وہ کرتے۔ ایک روز آپ مدینہ کے ایک کوچہ سے گذر رہے تھے کہ ایک شخص کو دیکھا کہ سر راہ درد سے کراہ رہا ہے آپ اس کے پاس تشریف لے گئے یہ شخص بنی امیہ میں سے تھا اور چند روز قبل آپ کی شان میں گستاخانہ کلام کر چکا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا اے شخص تیری کوئی حاجت ہو تو بیان کر وہ شرمندہ سا ہو کر کہنے لگا یا ابن رسول اللہ میں بیمار ہوں

طبیب نے آب انار میرے لئے تجویز کیا ہے انار خریدنے جا رہا تھا کہ کمزوری کے باعث راہ میں گر پڑا۔ فرمایا میں ابھی تیرے لئے انار لاتا ہوں آپ فوراً بازار میں تشریف لائے اور دو انار خرید کر کے اس کے پاس پہونچے اور اپنے ہاتھ سے انار کے دانے نکال نکال کر اسے کھلانے لگے۔ جب اس کے ہوش بجا ہوئے تو فرمایا اے شخص چل میں تجھے تیرے گھر تک پہونچا دوں۔ چنانچہ آپ اس کا بازو پکڑ کر اس کے گھر تک لے گئے وہ یہ شفقت دیکھ کر قدموں پر گر پڑا اور اپنی سابقہ گستاخی کی معافی مانگنے لگا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی شفقت

امام جعفر صادق علیہ السلام ایک روز گھوڑے پر سوار کہیں جا رہے تھے راہ میں آپ نے ایک شخص کو بیٹھے دیکھا اس نے حضرت کو سلام کیا اور حسرت بھری نظر آپ پر ڈالی آپ گھوڑے سے اتر پڑے اور اس کا حال دریافت فرمایا اس نے کہا یا ابن رسول اللہ میں مردِ مسافر ہوں۔ پیادہ چلتے چلتے تھک گیا ہوں اب چلنے کی طاقت نہیں آپ مجھے اپنے گھوڑے پر سوار کر لیجیے۔ اور مجھے فلاں قبیلہ تک پہونچا دیجیے وہاں میرے کچھ رشتہ دار ہیں ان سے سواری لے کر اپنے گھر چلا جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا یہ گھوڑا موجود ہے شوق سے سوار ہو اور جہاں دل چاہے چلا جا۔ اس نے شکریہ ادا کیا اور

Presented by www.ziaraat.com

ہنے لگا میں بہت جلد اس کو واپس بھیجدوں گا۔ فرمایا واپس
رنے کی ضرورت نہیں یہ میں نے تجھی کو دے دیا۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کی شفقت

امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام جس زمانہ میں مدینہ میں مقیم تھے بہت
ے دردرسیدہ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے عرض حال
رتے تھے حضرت ان میں سے ہر ایک کا حال بڑی شفقت و مہربانی
ے ساتھ سنتے تھے اور جو امداد ان کی ممکن ہوتی تھی فرماتے تھے۔
ب روز ایک شخص نے بیان کیا کہ حاکمِ مدینہ کو مجھ سے عداوت ہے
ر وہ میری ایذا رسانی کے مواقع تلاش کرتا رہتا ہے۔ آپ
س سے میری سفارش فرمادیں باوجودیکہ وہ حاکم در پردہ آپ سے
داوت رکھتا تھا مگر آپ اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس
خص کی سفارش کر کے فرمایا میں آج تک کبھی اپنے معاملات کے
تعلق آپ کے پاس نہیں آیا۔ لیکن اس شخص کے حالات سن کر میں
ے چین ہو گیا۔ اور آپ کو اس کی طرف توجہ دلانے کے لئے آگیا۔
ضرت کی تقریر کا کچھ ایسا اثر اس پر ہوا کہ اس دن سے وہ
س شخص پر پوری طرح مہربان ہو گیا۔

حضرت امام رضا علیہ السّلام کی شفقت

جس زمانہ میں امام رضا علیہ السّلام مامون کے ولی عہد تھے آپ
کا معمول تھا کہ ہر روز پا پیادہ کچھ دیر شہر میں گشت فرماتے اور پریشان
حال لوگوں کی جستجو کرتے اور ان کی مشکلات دور کرنے میں سعی فرماتے
جب مامون کو یہ حال معلوم ہوا تو اس نے ایک روز آپ سے کہا میں
نے سُنا ہے کہ آپ پا پیادہ سیر کرنے کے لیے تشریف لے جاتے ہیں
جب سواری موجود ہے۔ تو یہ زحمت کیوں گوارا فرماتے ہیں۔ آپ نے
فرمایا میں سیر کے لئے نہیں جایا کرتا بلکہ غریب مسلمانوں کی حالت
دیکھنے جایا کرتا ہوں۔ اس نے کہا اس کے لیے بھی آپ سوار
ہو کر جا سکتے ہیں۔ فرمایا ایسی حالت میں خدا کی نادار مخلوق آزادی
کے ساتھ مجھ سے نہ مل سکے گی وہ میری امیرانہ شان دیکھ کر مجھ سے
کھنچیں گے میرے پاس آنے کی ان کو جرأت نہ ہو گی۔ مامون نے
یہ سُن کر دانتوں میں انگلی دے لی۔ اور کچھ دیر تامل کے بعد کہنے لگا
حقیقت یہ ہے کہ شفقت علی الخلق اے اہلبیتِ رسول آپ ہی حضرات
کا کام ہے۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی شفقت

بغداد کے زمانہ قیام میں جو تقریباً آٹھ سال تھا آپ برابر لوگوں

Presented by www.ziaraat.com

کو علم دین کی تعلیم دیتے رہے۔ اکثر اوقات صبح سے شام تک برابر لوگ آپ کی خدمت میں بیٹھے رہتے تھے نہ آپ اکتاتے تھے نہ گھبراتے تھے۔ ایک روز آپ شدید بخار میں مبتلا تھے معلوم ہوا باہر کچھ لوگ آپ کے منتظر ہیں اور عرض حال کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کے اعزہ نے کہا یہ وقت حضور کے ملنے کا نہیں ہے ہم ان سے کہے دیتے ہیں کہ پھر کسی وقت آئیں۔ فرمایا نہیں۔ ممکن ہے کسی کو شدید ضرورت مجھ سے ملنے کی ہو۔ چنانچہ آپ ایک غلام کے سہارے سے باہر تشریف لائے اور اسی بخار کی شدت میں ان سب کا حال سنتے رہے۔ ایک نے ان میں سے کہا یابن رسول اللہ میں اس غرض سے حاضر ہوا تھا کہ میرا باپ بستر مرگ پر ہے چاہتا ہے کہ حضور کے سامنے اپنے مال کے متعلق کچھ وصیت کرے اور آپ کی آخری زیارت کر لے۔ لیکن حضور تپ شدید میں مبتلا ہیں ایسی حالت میں کیوں کر وہاں چلنے کے لیے عرض کروں فرمایا میں چلتا ہوں۔ گھر والوں نے عرض کی حضور ایسی حالت میں کیسے جا سکتے ہیں۔ فرمایا میں آہستہ آہستہ چلا جاؤں گا چنانچہ آپ دو غلاموں کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر تشریف لے گئے۔ اللہ اکبر یہ شفقت سوائے اہلبیتِ رسول کے کون کر سکتا ہے۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی شفقت

باوجودیکہ آپ سامرہ میں نہایت عسرت کی زندگی بسر فرما رہے تھے لیکن پھر بھی خدا کی غریب مخلوق کی طرف سے غافل نہ تھے بیواؤں اور یتیموں کے یہاں خود تشریف لے جا کر کھانا پہنچاتے رہے اور اکثر اوقات خود فاقہ سے رہتے تھے جو یتیم آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے بہ شفقت ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے تھے اگر وہ کسی چیز کی خواہش کرتے تھے تو اس کو مہیا فرماتے تھے۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی شفقت

امام حسن عسکری علیہ السلام کی عمر کا بیشتر حصہ یا تو قید میں گزرا یا حراست میں۔ معتمد خلیفہ عباسی کے سپاہی بطور جاسوس ہر وقت حضرت کے نگرانِ حال رہتے تھے۔ ایک روز کسی شیعہ نے چند انار بطور تحفہ آپ کی خدمت میں بھیجے وہ آپ کے سامنے رکھے ہوئے تھے معتمد کا نگراں سپاہی للچائی نظروں سے ان کو دیکھ رہا تھا۔ آپ نے ایک انار اس کو دے دیا اس نے لے تو لیا مگر کھایا نہیں فرمایا اے شخص تو کھاتا کیوں نہیں حالانکہ تیری رغبت اس طرف پائی جاتی تھی۔ اس نے کہا میں پانچ بچوں کا باپ ہوں۔ اور کوئی شے بغیر بچوں کے کھانے کا عادی نہیں ہوں اسی نظر میں

Presented by www.ziaraat.com

ہوں کہ یہ ایک انار ان سب پر کیسے تقسیم کروں گا آپ نے یہ سنکر وہ سب انار اس کو دے دیئے اس نے عرض کی یا ابن رسول اللہ ان سب کی ضرورت نہیں کچھ آپ بھی اپنے لیے رہنے دیجیے۔ فرمایا نہیں ان بچوں کا کھانا میرے کھانے سے زیادہ بہتر ہوگا۔ یہ شفقت دیکھ کر وہ سپاہی حضرتؑ کا ایسا معتقد ہوا کہ حضرت کی ہر خدمت کے لیے ہر وقت تیار رہتا۔ جب معتمد کو یہ پتہ چلا تو اس نے اس سپاہی کو بلا کر سخت سزا دی۔ اس نے کہا اگر تو مجھے قتل بھی کر ڈالے گا تب بھی ان کی محبت میرے دل سے نہیں نکل سکتی۔ اس جواب سے معتمد کا غصہ اور بڑھا اور حکم دیا کہ اس کو عمر بھر کے لئے قید میں ڈال دو۔

(۱۲) ائمہ علیہم السلام کی مہمان نوازی

مہمان نوازی کی اسلام میں بڑی تاکید ہے۔ حضرت رسولخدا نے فرمایا ہے اکرموا الضیف ولو کان کافرا (مہمان کی عزت کرو چاہے وہ کافر ہی کیوں نہ ہو) اس صفت کا بہترین مظاہرہ اہلبیت علیہم السلام سے ہوا۔

حضرت علی علیہ السلام کی مہمان نوازی

ابن حجر مکی نے اسنی المطالب فی صلۃ الاقارب میں نقل کیا ہے

کہ ایک روز جناب امیر علیہ السلام رونے لگے۔ لوگوں نے سبب پوچھا فرمایا سات روز ہوگئے ہیں کوئی مہمان میرے گھر نہیں آیا مجھے خوف ہے کہ خدا نے مجھے کہیں حقیر قرار نہ دیا ہو۔

امیرالمومنین علیہ السلام فرمایا کرتے تھے مجھے تین چیزیں سب سے زیادہ محبوب ہیں الاکرام للضیف والجہاد بالسیف والصوم فی الصیف (مہمان کی خاطرداری، تلوار سے جہاد اور گرمی کا روزہ)

جب کوئی مہمان حضرت کے یہاں آتا تھا تو آپ حد درجہ مسرور ہوتے تھے اور اس کی خاطر تواضع میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتے۔ مہمان سے دریافت فرماتے تھے کہ کیا غذا اس کو مرغوب ہے اسی کے پکانے کا حکم دیتے تھے۔ کیسا ہی حقیر مہمان ہوتا آپ اس کو اپنے پہلو میں بٹھا کر کھانا کھلاتے۔ خود وہی جو کی سوکھی روٹی نمک کے پانی میں بھگو کر کھاتے۔ مہمان کو لذیذ غذائیں کھلاتے۔

حضرت امام حسن علیہ السلام کی مہمان نوازی

امام حسن علیہ السلام بڑے مہمان نواز تھے۔ آپ کا دسترخوان بہت وسیع تھا روزمرہ فقرا و مساکین مسافر اور یتیم آپ کے دسترخوان پر کھانا کھاتے تھے حتی الامکان مہمانوں کے لیے بہترین کھانا پکتا تھا لیکن خود اس میں سے کچھ نہ کھاتے تھے آپ کی غذا وہی جو کی روٹی اور نمک تھا۔ ایک دن ایک شخص آپ کا مہمان ہوا غلام کو

Presented by www.ziaraat.com

کو حکم دیا دستر خوان تیار کر۔ جب وہ بیٹھا تو امام حسن علیہ السلام نے دیکھا کہ ایک لقمہ کھاتا ہے اور ایک پہلو میں رکھتا جاتا ہے فرمایا اے شخص معلوم ہوتا ہے کہ تو صاحبِ عیال ہے۔ لیکن اطمینان سے کھالے۔ یہاں خدا کے فضل سے کھانا کافی ہے جس قدر درکار ہوگا تیرے ساتھ کر دیا جائے گا۔ اس نے کہا میں تو مسافر ہوں اہل و عیال ساتھ نہیں رکھتا۔ البتہ مسجد میں ایک درویش دیکھ آیا ہوں جو بھوسی ملا ہوا جو کا آٹا پھانک رہا تھا میں یہ اس کے لئے رکھتا جاتا ہوں۔ امام حسن علیہ السلام نے آبدیدہ ہو کر فرمایا اے شخص ان کو درویش نہ سمجھ وہ ہمارے پدر بزرگوار علی ابن ابی طالب ہیں انھوں نے دنیا کو ترک کر دیا ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی مہمان نوازی

امام حسین علیہ السلام بھی بڑے مہمان نواز تھے مدینہ میں جو بھولا بھٹکا مسافر پہونچتا وہ آپ ہی کے یہاں مہمان ہوتا۔ ایک روز مسجد نبوی میں کچھ لوگ یہ تذکرہ کر رہے تھے کہ اس وقت مدینہ میں سب سے زیادہ مہمان نواز کون ہے۔ ہر شخص اپنے اپنے خیال کے مطابق بیان کر رہا تھا۔ جناب جابر بن عبداللہ انصاری بھی وہاں پہونچ گئے آپ سے بھی لوگوں نے پوچھا۔ فرمایا اس وقت فرزند رسول الثقلین حضرت امام حسین علیہ السلام سے زیادہ

کوئی مہمان نواز نہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ جب ان کے یہاں کوئی شخص مہمان ہوتا ہے تو اس کی اس قدر دلجوئی کرتے ہیں کہ وہ اپنے اہل و عیال کو بھول جاتا ہے۔ اگر وہ مقروض ہوتا ہے تو اس کا قرض ادا کرتے ہیں اگر پیادہ ہوتا ہے تو سواری دیتے ہیں بیمار ہوتا ہے تو اس کا علاج کراتے ہیں اس کو پہونچانے کے لئے دور تک جاتے ہیں اس سے معذرت کرتے ہیں کہ میں تیرے ساتھ کچھ نہیں کر سکا۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی مہمان نوازی

فرزدق شاعر بیان کرتا ہے کہ ایک روز میں امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو چند مہمانوں کو آپ کے یہاں دیکھا۔ آپ نے دستر خوان بچھانے کا حکم دیا۔ چند کاسوں میں ثرید مہمانوں کے سامنے رکھا گیا اور ایک کاسہ میں کچھ بھنا ہوا غلہ۔ یہ آپ کی مخصوص غذا تھی واقعہ کربلا کے بعد آپ نے عمر بھر کوئی لذیذ غذا نہیں کھائی۔ صرف بھنے ہوئے اناج پر قناعت کی۔ فرزدق کہتا ہے جب حضرت وہ بھنا ہوا اناج تناول فرما رہے تھے تو میں رونے لگا اور عرض کرنے لگا یابن رسول اللہ آپ اس ثرید میں سے کچھ تناول نہیں فرماتے۔ یہ سن کر آپ رونے لگے اور مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ جب مہمان سیر ہو چکے تو آپ نے ان

Presented by www.ziaraat.com

سے بطور معذرت فرمایا جیسا دل چاہتا تھا آپ لوگوں کو کھانا نہیں کھلا سکے۔ امید ہے کہ آپ معاف فرمادیں گے۔ واقعہ کربلا نے ہمیں زندہ درگور کر دیا ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی مہمان نوازی

فیض بن منظہر بیان کرتا ہے کہ ایک روز میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو ملول پایا میں نے سبب پوچھا فرمایا ایک یمنی مسافر کل شام یہاں وارد ہوا اور یہ کہہ کر چلا گیا کہ میں اپنے ایک عزیز سے ملنے جاتا ہوں اور تھوڑی دیر بعد واپس آتا ہوں۔ میں تمام رات اس کے انتظار میں بیدار رہا، وہ نہ آیا۔ صبح سے دوپہر تک انتظار کیا وہ نہ آیا۔ میں نے اس کے انتظار میں اب تک ایک لقمہ منہ میں نہیں رکھا اے فیض تم جاؤ اور اس کو تلاش کرو۔ فیض کہتا ہے میں تلاش کے لئے نکل پڑا۔ گلی کوچہ چھان مارا کہیں اس کا پتہ نہ چلا۔ مایوس واپس ہو رہا تھا کہ ایک راہ سے اسے گزرتا پایا میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا اے شخص تو بڑا لاابالی انسان ہے امام محمد باقر علیہ السلام نے تیرے انتظار میں دو وقت سے کھانا نہیں کھایا۔ وہ شرمندہ ہو کر کہنے لگا میرے ایک عزیز نے مجھے روک لیا تھا مجھے معلوم نہ تھا کہ امام علیہ السلام ایسے مہمان نواز ہیں۔ اب میں جا کر اپنے

قصور کی معافی چاہتا ہوں وہ شخص میرے ساتھ امام علیہ السلام کی خدمت میں پہونچا۔ حضرت اسے دیکھتے ہی خوش ہو گئے۔ گلے سے لگالیا اور احوال پرسی کی۔ اس نے اپنا حال بیان کر کے اپنے قصور کی معافی چاہی۔ حضرت نے فرمایا اگر میری خوشی چاہتے ہو تو اب میرے ساتھ کھانا کھاؤ۔ اس نے منظور کیا اور امام نے دو وقت کے فاقہ کے بعد تیسرے وقت اسکے ساتھ کھانا کھایا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی مہمان نوازی

امام جعفر صادق علیہ السلام مہمانوں کی خاطر و مدارات اس قدر فرماتے تھے کہ لوگ حیرت میں رہ جاتے تھے۔ آپ کا دسترخوان کبھی مسافروں اور مسکینوں سے خالی نہ رہتا تھا اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی طرح بغیر مہمان کبھی تنہا کھانا نہ کھاتے تھے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ایک لقمہ جو برادر مومن میرے ساتھ کھائے میرے نزدیک ایک غلام آزاد کرنے سے بہتر ہے۔

سلیمان بن خالد بیان کرتے ہیں کہ ایک بار منصور کے حکام میں سے ایک حاکم آپ کا مہمان ہوا۔ دسترخوان پر قسم قسم کے گوشت اور روٹیاں تھیں جب لوگ سیر ہو کر کھا چکے تو اٹھ کھڑے ہوئے۔ اتنے میں آپ کا خادم چاول لے کر آیا۔ حضرت نے فرمایا انہیں بھی کھاؤ۔ لوگوں نے کہا اب تو سیر ہو چکے فرمایا تو

Presented by www.ziaraat.com

کچھ بات نہیں جو ہمارا دوست ہے وہ ہمارے کھانا کھانے کا بھی زیادہ مستحق ہے۔ حضرت نے زیادہ اصرار فرمایا تو ہم پھر کھانے لگے آپ بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے۔ ایک بار حضرت رسولخداؐ کے دستر خوان پر چاول حاضر کئے گئے جو کسی انصاری کے یہاں سے بطور تحفہ آئے تھے اس وقت سلمان فارسی مقداد اور ابوذر حاضر تھے۔ ارشاد ہوا کھاؤ انھوں نے عذر کیا فرمایا کھاؤ ہمارا دوست وہی ہے جو ہمارے ساتھ اچھی طرح کھانا کھائے یہ سنکر انہوں نے بخوشی کھانا شروع کر دیا۔

ابو حمزہ ثمالی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم امام جعفر صادق علیہ السلام کے دستر خوان پر کھانا کھا رہے تھے طرح طرح کے لذیذ کھانے موجود تھے اس کے بعد عمدہ اور تازہ خرمے آئے ہم نے وہ بھی کھائے ایک صاحب بول اٹھے یہ قسم قسم کی نعمتیں جو اس وقت کھا رہے ہو روز قیامت ان کا حساب دینا پڑے گا۔

حضرت نے فرمایا خداوند عالم کی ذات اس سے کہیں بزرگ، برتر اور غنی ہے کہ جو طعام تمہارے حلق سے اتر رہا ہے اس کا حساب لے انھوں نے کہا خدا ہی فرماتا ہے ولتسئلن یومئذ عن النعیم یعنی روز قیامت سوال ہوگا نعمتوں کے متعلق فرمایا اس آیت میں نعمت سے مراد ہم اہلبیت کی محبت ہے یعنی روز قیامت سوال ہوگا کہ تم نے اس نعمت کی کہاں تک قدر کی اور ان کے

ساتھ کیسے کیسے سلوک کئے۔ دیکھو اسی نعمت کا دوسرے مقام پر ذکر ہے الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی اسی نعمت سے وجود امام مراد ہے۔

محمد بن زید شحام ناقل ہیں کہ ایک رات میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے یہاں مہمان ہوا۔ صبح کو آپ نے دریافت فرمایا کہ زادِ راہ تمہارے پاس کیا ہے میں نے جو کچھ تھا بیان کیا۔ فرمایا شاید یہ کم ہو اس کے بعد دو اشرفیاں اور بیس درہم مجھے عطا فرمائے، میں وہ لے کر رخصت ہوا۔ لیکن اتفاق سے اس روز روانہ نہ ہو سکا حضرت کو میرے قیام کی خبر لگی تو بلوا بھیجا اور فرمایا تم لوٹ کر میرے یہاں کیوں نہ آئے۔ جب تک مدینہ میں رہو میرے مہمان رہو اور جس چیز کی ضرورت ہو شوق سے بے تامل کہہ دیا کرو۔ میں نے عرض کی مجھے دودھ سے زیادہ رغبت ہے۔ فوراً ایک دودھ دیتی ہوئی بکری مجھے عطا فرمائی اور ایک دعا تعلیم فرما کر کہا ماہِ رجب میں ہر نماز کے بعد اسے پڑھا کرو۔

حضرت اپنے مہمانوں کو تو بہتر سے بہتر کھانا کھلاتے تھے اور خود نان اور سرکہ نوش فرماتے تھے اور کہا کرتے تھے پیغمبروں کا کھانا یہی ہے اور ہم یہی کھاتے ہیں۔

عبداللہ بن بکیر ناقل ہیں کہ آپ ایک روز اپنے مہمانوں کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے اور قسم قسم کے لذیذ کھانے دستر خوان پر

Presented by www.ziaraat.com

چنے تھے۔ کسی نے کہا آپ کھانے پر بہت زیادہ خرچ کرتے ہیں۔ دور اندیشی کی ضرورت ہے۔ فرمایا روزی خدا کے اوپر ہے جب خدا ہمارے رزق میں وسعت دیتا ہے تو ہم بھی اس کی مخلوق کو سیر چشمی سے کھلاتے ہیں اور جب وہاں تنگی ہوتی ہے تو یہاں بھی تنگی ہو جاتی ہے۔

راوی کہتا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام مہمانوں پر اتنا خرچ کرتے تھے کہ بعض اوقات اہل و عیال پر خرچ کی تنگی ہو جاتی تھی۔ ایک مرتبہ دوپہر کا کھانا تناول فرما رہے تھے کہ ایک شخص آپ کے قریب آ گیا۔ مگر اس نے آپ کو سلام نہ کیا۔ آپ نے اس سے کھانے کے لئے فرمایا۔ حاضرین میں سے ایک نے عرض کی چونکہ اس شخص نے عمداً سلام نہیں کیا لہذا اس کو کھانے پر بلانے کی ضرورت نہ تھی۔ فرمایا یہ عراق کی فقہ ہے اس سے بخل کی بو آتی ہے۔

ایک بار آپ کے دستر خوان پر کچھ مہمان کھانا کھا رہے تھے کسی کو کوئی ضرورت پیش آئی کوئی نوکر سامنے نہ تھا۔ ایک مہمان نے اٹھ کر چاہا کہ اس کام کو انجام دے۔ حضرت نے اسے روکا اور خود اٹھ کر اس کام کو انجام دیا اور فرمایا ہمارے جد حضرت رسولخدا نے یہ حکم دیا ہے کہ میزبان کو لازم ہے کہ اپنے مہمان سے کسی قسم کی خدمت نہ لے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی مہمان نوازی

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی عمر کا زیادہ حصہ چونکہ قید خانہ میں گذرا اس لئے آپ کی مہمان نوازی واقعات کتب تواریخ میں ملتے ہی نہیں۔

مولا یہ انتہا ہے اسیری گزر گئی
زندان میں جوانی و پیری گزر گئی

حضرت امام رضا علیہ السلام کی مہمان نوازی

مامون کی ولی عہدی کے زمانہ میں جو وظیفہ آپ کو ملتا تھا اس کا بیشتر حصہ مہمان نوازی میں صرف ہوتا تھا دور دور سے لوگ آپ کی زیارت سے مشرف ہونے کے لئے آتے تھے اور وہ سب آپ کے مہمان ہوتے تھے۔ ایک روز مامون آپ سے ملنے کے لئے آیا۔ دیکھا تو آپ کا تمام گھر مہمانوں سے بھرا ہوا ہے اور آپ ان کی خاطر و مدارات میں مصروف ہیں۔ مامون نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ سب میرے مہمان ہیں مامون نے کہا بحیثیت ولی عہد سلطنت آپ کے لئے زیبا نہیں کہ آپ ادنیٰ آدمیوں کی طرح ان معمولی لوگوں کی خدمت کریں بہت سے غلام حاضر ہیں ان کو حکم دیجئے کہ وہ ان لوگوں کی

Presented by www.ziaraat.com

ضروری خدمت انجام دیں فرمایا بہ حیثیت آپ کے ولی عہد ہونے کے شاید یہ امر زیبا نہ ہو لیکن بہ حیثیت نائب رسولؐ ہونے کے میرا فرض ہے کہ اپنے مہمانوں کی خدمت کروں۔ ہم اہلبیت کے نزدیک مہمان بہت زیادہ عزیز ہوتا ہے۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی مہمان نوازی

امام محمد تقی علیہ السلام بھی بڑے مہمان نواز تھے ایک بار نصف شب گزر چکی تھی کہ ایک شخص بہ حیثیت مہمان آپ کے یہاں وارد ہوا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ اے شخص کھانا کھائے گا یا نہیں اس نے کہا یا ابن رسول اللہؐ میں بھوکا تو ہوں لیکن چونکہ ناوقت ہو گیا ہے اس لئے آپ کو زحمت میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ میں بھوکا ہی سو رہوں گا۔ فرمایا ہمارے یہاں مہمان بھوکا نہیں سویا کرتا۔ یہ فرما کر آپ اندر تشریف لائے اپنی ایک کنیز کو جگا کر فرمایا میں تنور روشن کرتا ہوں تو آٹا خمیر کر۔ اس نے کہا یا ابن رسول اللہؐ میں خود تنور روشن کر لوں گی۔ فرمایا نہیں۔ مہمان کی خدمت میں کچھ حصہ میں بھی لینا چاہتا ہوں۔ غرض کہ آپ نے کھانا تیار کرایا اور اس کو خود لے کر مہمان کے پاس آئے۔ وہ یہ شفقت دیکھ کر رونے لگا۔ آپ نے سبب پوچھا۔ فرمایا میں یہ خیال کر کے رو رہا ہوں کہ زمانہ نے ایسے خدارسیدہ لوگوں کو ذرا نہ پہچانا۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی مہمان نوازی

امام علی نقی علیہ السلام پر جس زمانہ میں متوکل نے عرصۂ حیات تنگ کر رکھا تھا۔ اکثر اوقات آپ کو فاقہ کرنا پڑتا تھا مگر آپ کسی سے اس کی شکایت نہ کرتے تھے ایک بار دو وقت کے فاقہ کے بعد کچھ غذا آپ کو میسر آئی۔ آپ کھانا چاہتے ہی تھے کہ ایک مہمان آ گیا۔ آپ نے بہت شگفتہ خندہ پیشانی سے وہ غذا اس کے سامنے رکھ دی اور قطعاً اس پر یہ ظاہر نہ ہونے دیا کہ آپ دو وقت کے فاقہ سے ہیں۔ جب وہ شخص کھانا کھا چکا تو اس نے کچھ مال خمس حضرت کے سامنے حاضر کیا۔ آپ نے اس کو فقراء و مساکین پر تقسیم کر دیا۔ اور اسی طرح فاقہ سے سو رہے۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی مہمان نوازی

علی بن ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو بہت متردد پایا۔ میں نے سبب پوچھا فرمایا آج میرے یہاں کچھ لوگ مہمان ہیں اور ان کی ضیافت کا کوئی سامان نہیں، میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہؐ آپ حکم دیجئے میں ہر قسم کا سامانِ ضیافت حاضر کر دوں گا۔ فرمایا ہم اہلبیت دوسروں کے مال سے اپنے مہمان کی ضیافت روا نہیں رکھتے

Presented by www.ziaraat.com

میں نے عرض کی پھر جو حکم ہو بجالاؤں، فرمایا میری یہ یمنی چادر فروخت کرلاؤ. میں نے عرض کی یابن رسول اللہؐ سردی کا زمانہ ہے اور آپ کے پاس دوسری چادر نہیں اس کو رہنے دیجئے فرمایا جس خدا نے یہ دی ہے وہ اور دے گا. میں حضرت کا حکم بجا لایا اور دس درہم میں وہ چادر فروخت کر کے قیمت حضرت کو لاکر دے دی آپ نے اسی وقت سامانِ ضیافت شروع کیا. میں حضرت کی اس حالت پر بہت کڑھا. فرمایا تم کیوں کڑھتے ہو مجھے چادر اوڑھ کر وہ خوشی نہ ہوتی جو ان مہمانوں کی ضیافت سے ہوئی۔

(۱۴) ائمہ علیہم السلام کا صلۂ رحم

احادیث میں صلۂ رحم کی بڑی تاکید ہے. حضرت رسولخداؐ نے فرمایا ہے جو شخص صلۂ رحم کرتا ہے. اللہ تعالیٰ اس کی عمر کو بڑھا دیتا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ جو شخص صلۂ رحم نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کا صلۂ رحم

حضرت علی علیہ السلام اپنے تمام عزیزوں اور رشتہ داروں کی برابر احوال پرسی فرماتے۔ اور ان کی ہر حاجت کو پورا کرنے

کی سعی فرماتے تھے۔ ابنِ عباس کہتے ہیں کہ میں نے صلۂ رحم میں حضرت علیؑ سے زیادہ کسی کو نہ پایا. ایک بار میں بیمار ہوا اور میری بیماری طول پکڑ گئی۔ حضرت علی علیہ السلام صبح و شام میری عیادت کے لئے تشریف لاتے۔ میرے سرہانے بیٹھ کر دعائیں دم کرتے جس چیز کی مجھے خواہش ہوتی اس کو پورا کرتے مالِ غنیمت سے جو حصہ آپ کو ملا کرتا تھا اکثر اوقات وہ سب کا سب دوسروں کی ضرورتوں میں صرف ہو جاتا تھا۔ یہاں تک کہ بعض اوقات آپ اپنا آزوقہ بھی اپنے رشتہ داروں پر صرف کر دیتے تھے۔ جناب عقیل کثیر الاولاد تھے۔ ایک روز انھوں نے عرض کی کہ موجودہ وظیفہ میں میرے گھر کا خرچ نہیں چلتا. بیت المال سے مجھے کچھ زیادہ دیا کیجئے۔ فرمایا اے عقیل بیت المال حق مسلمین ہے مجھے اس میں تصرف کا کوئی حق نہیں ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ مجھے جو کچھ ملتا ہے اس میں سے تمہارے بچوں کو کچھ دے دیا کروں. چنانچہ اس روز سے یہ معمول ہو گیا کہ آپ پہلے عقیل کے گھر کھانا بھجوا دیتے. اگر کچھ بچ جاتا تو بقدر قوت لایموت تناول فرمالیتے ورنہ فاقہ سے رہتے۔

حضرت امام حسن علیہ السلام کا صلۂ رحم

امام حسن علیہ السلام بچپن ہی سے صلۂ رحم کے عادی تھے

Presented by www.ziaraat.com

تمام بنی ہاشم پر آپ نے ایسے ایسے احسان کیے، کہ وہ سب آپ کے اخلاقِ حسنہ کے گرویدہ ہو گئے۔ آپ کا معمول تھا کہ تمام کنبہ والوں کے حالات ہر روز معلوم کرتے تھے۔ اپنے سوتیلے بھائی بہنوں کو ہمیشہ حقیقی بہن بھائی سمجھا اور ان کے ساتھ تخلق و مدارات پیش آتے تھے۔ جو چیز جس عزیز نے طلب کی وہ اسے عطا فرمادی۔ ان کی خوشی سے خوش اور ان کے غم سے غمگین ہوتے تھے ان کی فلاح و بہبود کے لیے جو تدابیر ممکن ہوتی تھیں وہ عمل میں لاتے تھے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کا صلۂ رحم

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے عزیزوں کے ساتھ جو صلۂ رحم کیا، اس کی نظیر ڈھونڈے نہیں ملتی۔ یہی وجہ تھا کہ سارا خاندان آپ کا تابع فرمان تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب آپ مدینہ سے چلے تو سارا خاندان آپ کے ساتھ ہو گیا۔ بھائی، بھتیجے، بھانجے سب آپ کے ادنیٰ اشارہ پر جان دینے کو تیار ہو گئے۔ انتہا یہ کہ کربلا میں پروانہ وار سب نے اپنے کو حضرت کے قدموں پر نثار کر دیا۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا صلۂ رحم

امام زین العابدین علیہ السلام بعد شہادتِ امام مظلوم علیہ السلام حد درجہ دل شکستہ ہو گئے، آپ نے گوشۂ تنہائی اختیار کر لیا تھا۔

شب و روز وہیں گذارتے تھے یا عبادتِ خدا کرتے تھے یا واقعہ کربلا یاد کر کے روتے تھے۔ تاہم ایسی حالت میں بھی صلۂ رحم کا آپ کو خیال رہتا تھا۔ جن زنانِ بنی ہاشم کے رشتہ دار کربلا میں شہید ہو گئے تھے آپ برابر ان کی تسلی اور دلجوئی فرماتے تھے اور جس امداد کی ان کو ضرورت ہوتی تھی وہ ہر وقت مہیا کرتے تھے۔ کبھی آپ نے کسی سے کوئی ایسی بات نہ کہی جس سے ملال ہو۔ کوئی عمل ایسا نہ کیا جس سے رنج ہو۔ رشتہ داروں کے ساتھ جو حسنِ سلوک ہونا چاہیے وہ آپ کرتے رہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا صلۂ رحم

جناب زید بن علی بن الحسین اور جناب زید بن حسن مثنیٰ وغیرہ خاندانی حضرات امام محمد باقر علیہ السلام سے اکثر ناخوش رہتے تھے کیونکہ آپ ان کی سوء تدبیر سے اختلاف ظاہر کیا کرتے تھے دوسرے وہ لوگ چاہتے تھے کہ جو اوقاف امام علیہ السلام کے پاس ہیں ان کو اپنے قبضہ میں لے لیں نیز یہ کہ لوگ ان کے روحانی اقتدار کو بھی اسی طرح تسلیم کریں جس طرح امام محمد باقر علیہ السلام کے اقتدار کو تسلیم کرتے ہیں مگر باوجود ان سب باتوں کے امام محمد باقر علیہ السلام نے کبھی قطع تعلق نہیں کیا۔ صلۂ رحم کی جو بہترین صورتیں ہو سکتی ہیں وہ ہمیشہ عمل میں لاتے رہے۔ ایک بار جناب زید آپ کی خدمت میں آئے اور شہزادہ

Presented by www.ziaraat.com

اہلبیت پر اپنے خروج کا ارادہ ظاہر کیا۔ حضرت نے سخت مخالفت
کی۔ زید نے ترشرو ہو کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور کچھ ناروا الفاظ بھی
کہہ بیٹھے۔ امام علیہ السلام خاموش رہے۔ چند روز بعد معلوم ہوا کہ
زید بیمار ہیں آپ فوراً ان کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ زید سمجھے
تھے کہ حضرت ان کے یہاں ہرگز نہ آئیں گے۔ جب امام علیہ السلام
کو آتا دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور اپنے سابقہ قصور کی معذرت کی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا صلۂ رحم

کتاب کافی میں منقول ہے کہ جناب عبداللہ محض نے ایک بار
صبح کے وقت کچھ سخت کلامی کی آپ نے صبر سے کام لیا اور ان کی
کسی بات کا جواب نہ دیا۔ شام کو جب پھر ان سے ملاقات ہوئی تو
آپ نے بڑی خندہ پیشانی سے ارشاد فرمایا اے ابو محمد تم جانتے ہو کہ
صلۂ رحم کرنا باعث تخفیف عذاب ہے انھوں نے کہا تم ہمیشہ ایسی
ہی باتیں کیا کرتے ہو جن کو ہم قبول نہیں کر سکتے۔ فرمایا میرے اس قول
پر کلام خدا شاہد ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ والذین
یصلون ما امر اللہ بہ ان یوصل ویخشون ربہم ولا
یخافون یوم الحساب۔ عبداللہ محض یہ سن کر قائل ہو گئے اور
کہنے لگے اب آپ مجھے کبھی قاطع رحم نہ پائیں گے۔
امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ

کے گرد عزیز و اقارب جمع تھے اور آپ ہر ایک کو کچھ مال دینے کی
وصیت فرما رہے تھے منجملہ ان کے اپنے چچا زاد بھائی حسن افطس
کو بھی ستر دینار دینے کا حکم فرمایا۔ ایک غلام نے عرض کی افطس
کے متعلق آپ ایسی وصیت فرماتے ہیں حالانکہ یہ وہی شخص ہے جو آپ
کے قتل کے ارادہ سے خنجر لے کر چڑھ آیا تھا۔ یہ سنتے ہی آپ کو غصہ آگیا۔
اور فرمایا کیا تو یہ چاہتا ہے کہ میں صلۂ رحم نہ کروں اور ان لوگوں
میں شامل نہ ہوں جن کی تعریف خدا نے یوں فرمائی ہے۔ والذین
یصلون ما امر اللہ بہ الخ آگاہ ہو کر حسن افطس کے لئے عطائے
مال کی وصیت اس لئے کرتا ہوں کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا ہے
کہ عاق اور قاطع رحم دونوں بہشت کی بو نہ سونگھیں گے جو دو ہزار
سال کی راہ تک پہونچتی ہے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا صلۂ رحم

علی بن حمزہ کہتے ہیں کہ ایک سید علوی ایک خوان میں کچھ سامان
رکھے فروخت کر رہا تھا۔ مجھے اس کی حالت پر ترس آیا میں امام موسیٰ
کاظم علیہ السلام کی خدمت میں آیا۔ ابھی میں کچھ کہنے نہ پایا تھا کہ حضرت
نے مجھ سے فرمایا۔ ایک سید زادہ فلاں مقام پر بیٹھا ہے تم اسے یہ
اٹھارہ درہم دے آؤ اور میری طرف سے کہہ دو کہ وہ ان سے
نفع حاصل کرے۔ یہ تیری زندگی بھر کے لئے کافی ہیں یعنی

Presented by www.ziaraat.com

تعجب سے عرض کی مولا میں چاہتا تھا کہ اس غریب سید کی طرف آپ کو توجہ دلاؤں۔ مگر میرے کچھ کہنے سے قبل ہی حضور نے اس کی مقصد برآری کر دی۔ فرمایا اے علی بن حمزہ ہم اپنے خاندان والوں کے حالات سے بے خبر نہیں رہتے اور ان کے ساتھ صلۂ رحم واجب جانتے ہیں۔ الغرض میں نے وہ درہم جاکر اس جوان کو دے دیئے وہ انھیں لیکر رونے لگا۔ میں نے سبب پوچھا اس نے کہا کیونکر نہ روؤں جبکہ اپنی موت سے قریب تر ہو جانے کی خبر پا چکا ہوں۔ میں نے کہا یہ کیا ماجرا ہے۔ اس نے کہا ایک دن مجھ سے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا تھا جب میں علی بن حمزہ کو تیرے پاس اپنا پیغام دے کر بھیجوں تو سمجھ لینا کہ تیری موت کا وقت قریب آ گیا ہے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کا صلۂ رحم

امام رضا علیہ السلام جس زمانہ میں مدینہ میں قیام فرما رہے آپ کے بعض رشتہ دار آپ سے عداوت رکھتے تھے۔ بالخصوص اس بنا پر کہ آپ کا روحانی اقتدار عام و خاص سب پر تھا اور لوگ آپ کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے لیکن امام علیہ السلام ان سب کے ساتھ حسنِ سلوک روا رکھتے اور وقتاً فوقتاً ان کے لئے تحفے بھیجتے رہتے تھے۔ آپ کے گھر والوں نے حضرت کو اس سے روکنا چاہا۔ آپ نے فرمایا ہم اہلبیت میں اور دوسروں میں یہی فرق ہے کہ ہم ہمیشہ بدی کا

بدلہ نیکی سے دیتے ہیں اور صلۂ رحم بجا لاتے ہیں۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا صلۂ رحم

امام محمد تقی علیہ السلام اپنے کنبہ والوں کے ساتھ نہایت شفقت و محبّت کا برتاؤ کرتے تھے کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو آپ کو امام رضا علیہ السلام کا فرزند تسلیم نہیں کرتے تھے۔ ان کی لغو بیانیاں امام علیہ السلام سنتے رہتے تھے لیکن آپ ان سے قطع رحم نہیں کرتے تھے ان کے رنج و غم میں برابر شریک رہتے تھے اور ان کی حاجتیں بر لاتے تھے۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کا صلۂ رحم

جس زمانہ میں امام علی نقی علیہ السلام سامرہ میں مقیم تھے۔ آپ برابر اپنے کنبہ والوں کے حالات مدینہ آنے جانے والوں سے دریافت کرتے رہتے تھے اور خمس کی جو رقوم آپ کے پاس آتی تھیں۔ ان کو مدینہ بھیج کر سادات کی تکالیف دور کرتے رہتے تھے۔ حسنی سادات کے کچھ لوگ ایک بار سامرہ میں آئے اور امام علیہ السلام سے ملے۔ آپ نے ان کی بڑی خاطر و مدارات کی اور ان کے ذریعہ سے کچھ تحفے اپنے خاندان والوں کو بھیجے۔

Presented by www.ziaraat.com

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کا صلۂ رحم

اپنے آبائے کرام کی طرح امام حسن عسکری علیہ السلام بھی صلۂ رحم کا بڑا خیال رکھتے۔ اکثر اوقات اپنے کنبہ والوں کی بدولت آپ کو سخت مصائب کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ مگر آپ بخوشی ان کو برداشت کرتے تھے یہ جو کچھ چاہیں کریں۔ میں ان کے ساتھ صلۂ رحم کو ترک نہیں کرسکتا۔

(۱۴) ائمہ علیہم السلام کی غلام نوازی

خوش نصیب تھے وہ غلام جو اہلبیت کی سرپرستی میں اپنی وہ زندگی بسر کر گئے، جس پر ہزار آزادیاں قربان۔ اسلام نے غلامی کی رسم کو جاری تو رکھا مگر آقا پر جو فرائض عائد کئے، وہ غلاموں کے حقوق کی پوری پوری نگہداشت تھی۔ پھر اس کے ساتھ ہی غلاموں کے آزاد کرنے کے بے انتہا ثواب بیان کئے۔ ترک فرائض و واجبات کے کفارہ میں غلاموں کی آزادی قرار دی۔ ہمارے ائمہ علیہم السلام نے غلاموں کے ساتھ جو حسن سلوک روا رکھا اس کی نظیر ڈھونڈی نہیں ملتی۔ ذیل کے واقعات سے پتہ چلے گا کہ ہمارے ائمہ نے کس حد تک غلاموں اور کنیزوں کی دلجوئیاں کیں اور بات بات پر کس طرح ان کو آزاد کیا۔

حضرت علی علیہ السلام کی غلام نوازی

قنبر غلام امیر المومنین علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں اس طرح دن گزارے کہ آپ پہلے مجھے کھانا دیتے تھے بعد میں خود تناول فرماتے تھے۔ پہلے مجھے کپڑا پہناتے تھے بعد میں خود پہنتے تھے ایک روز آپ نے دو قمیصیں بازار سے خریدیں۔ سلمان فارسی کو دیکھا کہ ان کی قمیص میں جابجا پیوند لگے ہوئے ہیں۔ ایک قمیص تو ان کو دے دی دوسری قمیص کے متعلق مجھ سے فرمایا یہ تم پہن لو میں نے عرض کی حضور کی قمیص بھی کافی بوسیدہ ہو گئی ہے۔ فرمایا یہ تم پہن لو میں اپنے لئے جب ہوگا دوسری خرید لوں گا۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں سوتا ہوں اور حضرت نے جگایا ہو یا میں بیمار ہوں اور حضرت نے مجھ سے کوئی کام لیا ہو یا کبھی مجھ پر میری طاقت سے زیادہ بار ڈالا ہو۔ حضرت نے کئی بار مجھے آزاد کرنا چاہا مگر میں نے منت و سماجت کے ساتھ حضرت کو اس ارادہ سے باز رکھا۔

حضرت امام حسن علیہ السلام کی غلام نوازی

امام حسن علیہ السلام غلاموں پر بڑی شفقت فرماتے تھے آپ نے بہت سے غلاموں کو معمولی معمولی خدمت انجام دینے پر آزاد کر دیا۔

Presented by www.ziaraat.com

ایک روز حضرت سو رہے تھے۔ ایک غلام نے پنکھا جھلنا شروع کیا آپ کی آنکھ کھلی تو اس غلام کو آزاد کر دیا۔

ایک غلام کے ہاتھ سے کھانا کھاتے وقت شوربہ کا پیالہ گر گیا اور شوربا حضرت کے لباس پر گر گیا وہ کانپنے لگا۔ اور آیہ والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین پڑھنے لگا آپ نے اس کا قصور معاف کر دیا اور فرمایا لوجہ اللہ آزاد ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی غلام نوازی

امام حسین علیہ السلام کا ایک غلام نہایت مطیع و فرمانبردار تھا ایک روز آپ اس کی حُسنِ خدمت سے خوش ہوئے اور اس کو آزاد کر دیا۔ وہ غلام زار زار رونے لگا۔ فرمایا تیرے رونے کا سبب کیا ہے اس نے کہا یا ابن رسول اللہ میں تو آپ کے قدموں سے جدا ہونا نہیں چاہتا۔ میری یہ غلامی ہزار آزادیوں سے بہتر ہے۔ حضرت نے فرمایا میں تو آزاد کر چکا اب تو میرے ساتھ خوشی سے عزیزوں کی طرح رہ سکتا ہے۔

ایک روز امام حسین علیہ السلام نے ایک غلام کو دیکھا کہ اپنے ساتھ کتے کو کھانا کھلا رہا تھا حضرت نے اس کا سبب پوچھا اس نے کہا فرزندِ رسول میں ایک مصیبت زدہ آدمی ہوں اس کتے کو خوش کر کے خدا سے اس کے بدلے میں خوشی چاہتا ہوں۔ حضرت نے پوچھا کیا معاملہ ہے

اس نے کہا میں ایک یہودی کا غلام ہوں اور اس سے آزادی چاہتا ہوں۔ اس کی یہ انتہائی تمنا سن کر حضرت کے دل پر بڑا اثر ہوا فوراً اس یہودی کے پاس آئے اور دو سو اشرفیاں اس غلام کی قیمت دے کر اس کو آزاد کرا دیا۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی غلام نوازی

امام زین العابدین علیہ السلام کنیزوں اور غلاموں پر بے حد مہربان تھے آپ بہت کم ان سے اپنی خدمت لیتے ایک دن ایک کنیز آپ سے واقعاتِ کربلا سن کر رونے لگی آپ نے جو یہ محبت کا جذبہ اس کے اندر پایا تو فرمایا جا میں نے تجھے راہِ خدا میں آزاد کیا۔ وہ کنیز کہنے لگی یا ابن رسول اللہ میں تو آپ ہی کی خدمت میں رہونگی آپ کے قدموں میں رہنا میرے لئے سعادتِ ابدی ہے۔

طاؤس یمانی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ امام زین العابدین علیہ السلام اپنے غلاموں اور کنیزوں کے حلقہ میں تشریف فرما ہیں اور ان سے کہہ رہے ہیں میں نے تم سب کا قصور معاف کیا۔ تم خدا سے دعا کرو کہ وہ علی بن الحسین کی خطاؤں کو معاف کرے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ امام علیہ السلام معصوم تھے ان سے گناہ کا صدور ناممکن تھا بس حضرت کا ایسا فرمانا محض اظہار عبدیت کی وجہ سے تھا۔

Presented by www.ziaraat.com

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی غلام نوازی

امام محمد باقر علیہ السلام اپنے غلاموں پر حد درجہ شفیق تھے۔ غلام اس تمنا میں رہتے تھے کہ حضرت ہم سے خدمت کرائیں لیکن آپ حتی الامکان اپنے کام خود انجام دیتے تھے۔ پہلے کھانا غلاموں اور کنیزوں کو کھلا دیتے تھے تب آپ نوش فرماتے تھے اچھا کھانا ان کو دیتے تھے معمولی کھانا آپ کھاتے تھے۔ غلاموں کو آزاد کرنے کے لیے ذرا سا بہانہ کافی ہوتا تھا۔ کبھی آپ نے کسی غلام سے بہ سختی کام نہیں لیا۔ کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی غلام نوازی

حضرت غلاموں پر بہت مہربان تھے ان کی خطاؤں سے ہمیشہ چشم پوشی کرتے تھے ایک مرتبہ کسی غلام کو ایک کام کے لئے بھیجا تھا جب وہ واپسی میں دیر ہوئی تو آپ اس کی تلاش کو نکلے دیکھا کہ ایک مقام پر سو رہا ہے۔ بجائے اس پر خفا ہونے کے پنکھا جھلنے لگے وہ بیدار ہوا تو نہایت نرمی کے ساتھ اس سے فرمایا اے شخص تیری یہ کیا عادت ہے کہ دن میں تو سوتا ہے اور رات کو بھی خدا نے دن کام کے لئے بنایا ہے اور رات سونے کے لئے۔

ایک مرتبہ آپ کا غلام بیمار ہوا آپ اس کی عیادت کے لئے تشریف لائے اس کے سر میں درد تھا جس سے وہ کراہ رہا تھا۔ فرمایا تجھ کو کیا تکلیف ہے اس نے کہا درد سر بہت زیادہ ہے حضرت اس کا سر دبانے لگے وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور عرض کی یا ابن رسول اللہ مجھے اس تکلیف سے زیادہ یہ تکلیف ہے کہ آپ زحمت فرما رہے ہیں۔ مجھے کسی طرح یہ گوارا نہیں۔ دوسرا غلام قریب کھڑا تھا اس نے چاہا کہ حضرت کے بجائے وہ اس کا سر دبائے لیکن حضرت نے منظور نہ فرمایا اور کہا اے شخص مجھ کو ایک اجر عظیم سے کیوں محروم کرنا چاہتا ہے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی غلام نوازی

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی ایک کنیز بیمار ہوئی اور اس کی بیماری بہت طول پکڑ گئی سب لوگ اس کی خدمت سے گھبرا گئے لیکن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شفقت برابر اس پر ہوتی رہی۔ آپ صبح شام اس سے معلوم کرتے کہ اس کا دل کس چیز کے کھانے کو چاہتا ہے وہ جو فرمائش کرتی آپ اس کو پورا کرتے وہ حضرت کو لاکھوں دعائیں دیتی۔ الغرض وہ اسی بیماری میں فوت ہو گئی۔ حضرت اس کے جنازہ پر بہت آبدیدہ ہوئے اور اپنے عزیزوں کی طرح اس کی تجہیز و تکفین کی۔

Presented by www.ziaraat.com

حضرت امام رضا علیہ السلام کی غلام نوازی

ابوبکر سولی کہتا ہے کہ میری دادی مجھ سے بیان کرتی تھیں کہ میں اور میرے ساتھ تین اور کنیزیں کئی سال امام رضا علیہ السلام کی کی خدمت میں رہیں۔ حضرت ہم سے بہت ہی کم خدمت لیتے تھے۔ ایک بار ہم نے عرض کی مامون نے ہم کو آپ کی خدمت کے لئے بھیجا ہے نہ کہ راحت و آرام سے زندگی گذارنے کے لئے۔ فرمایا بس میری یہی خدمت ہے کہ تم اللہ کے فرائض کو ادا کرو۔ حضرت ہم کو روزانہ دینی مسائل تلقین فرماتے تھے آپ کی خدمت میں رہ کر تقریباً چار سو احادیث مجھے یاد ہو گئی تھیں جن کو اب میں بھول گئی ہوں۔ اکثر اوقات ایسا ہوتا تھا کہ نماز صبح کے لئے حضرت مطہرہ (لوٹا) میں پانی بھر کر ہمارے قریب رکھ دیتے اور نہایت نرم لہجہ میں ہم کو جگا کر فرماتے۔ یہ وقت سونے کا نہیں بلکہ یادِ خدا کرنے کا ہے۔ حضرت کی یہ شفقت دیکھ کر ہم بہت شرمندہ ہوتے تھے۔ جب حضرت شہید ہو گئے اور میں قصر مامون میں واپس گئی تو باوجودیکہ وہاں دنیا کی نعمتیں موجود تھیں مگر ایک دن میرا دل نہ لگا اور وہ شاہی محلات مجھے تاریک زنداں سے زیادہ بھیانک نظر آنے لگے۔ میں امام علیہ السلام کو یاد کر کے دن اور رات روتی تھی۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی غلام نوازی

ام الفضل دختر مامون کے ساتھ جو کنیزیں آئی تھیں وہ ان کے ساتھ بہت سخت برتاؤ کرتی تھی ان کو بیدوں سے مارتی تھی امام محمد تقی علیہ السلام اسے سختی سے روکتے تھے اور فرماتے تھے یہ خدا کی مخلوق ہے اگر تم ان پر رحم نہ کروگی تو خدا تم پر رحم نہ کرے گا۔ ام الفضل پر حضرت کے کہنے کا کوئی اثر نہ ہوتا تھا ایک دن اس نے اپنی ایک کنیز کو اتنا مارا کہ اس کا بدن پھٹ گیا اور خون جاری ہو گیا۔ امام علیہ السلام نے جب گھر میں آ کر کنیز کا یہ حال دیکھا تو ام الفضل کو سختی سے ڈانٹا وہ خفا ہو کر اپنے باپ کے گھر چلی گئی۔ حضرت نے اس کنیز کی تیمارداری شروع کی۔ آپ اس کے زخم خود دھوتے اور ان پر مرہم کا پھایہ رکھتے تھے تقریباً نصف ماہ آپ نے اس کنیز کی خدمت انجام دی تا اینکہ وہ اچھی ہو گئی۔ حضرت نے فرمایا اب تو ام الفضل کے پاس چلی جا اس نے کہا مجھے قتل ہو جانا گوارا ہے مگر ایسی بے رحم مالکہ کی صورت دیکھنی گوارا نہیں۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی غلام نوازی

امام علی نقی علیہ السلام بھی اپنے آبائے کرام کی طرح غلاموں پر بڑی مہربانی فرماتے تھے ایک روز آپ کہیں تشریف لئے جا رہے

Presented by www.ziaraat.com

ے ایک آدمی کو دیکھا کہ اپنے غلام کو بری طرح مار رہا ہے آپ
ں کے قریب گئے اور فرمایا اے شخص کیا یہ کمزور بندہ تیری مخ
لوق ہے۔ اس نے کہا مخلوق تو نہیں یہ میرا غلام ہے فرمایا اے
خص تو نے اسے پیدا تو نہیں کیا۔ چند درہم میں خریدا ہے تجھے
س قدر مارنے کا کیا حق ہے۔ اس نے کہا اس لئے مارتا ہوں کہ
یرا نافرمان غلام ہے۔ فرمایا اگر تیرے نزدیک نافرمان غلام ایسی
زا کا مستحق ہے تو ایک نافرمان بندہ کتنی سزا کا مستحق ہوتا
ہے کیا تو خدا کے احکام کی نافرمانی نہیں کرتا گیا تو وہی شخص
ہیں ہے جو کل شراب پیے ہوئے وہاں پڑا تھا۔ اگر اس
فرمانی کی سزا خدا تجھے دے تو تیرا کیا حال ہو اس کے بعد فرمایا
غلام تو نے کس قیمت پر خریدا تھا اس نے کہا ساٹھ درہم میں
آپ نے وہ رقم اس کو دے کر غلام کو خرید لیا اور لوجہ اللہ
س کو آزاد کر دیا۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی غلام نوازی

امام حسن عسکری علیہ السلام بھی غلاموں پر بڑی شفقت فرماتے
تھے ایک غلام جو شیعیان علی میں سے تھا ایک روز امام علیہ السلام
کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا۔ میرا آقا مجھ کو پریشان کرتا ہے
میں چاہتا ہوں کہ کسی طرح آزاد ہو جاؤں۔ فرمایا اگر وہ تیرے

فروخت کرنے پر راضی ہو جائے تو میں قیمت ادا کر دوں گا۔
غلام نے اس سے بات چیت کر کے دو سو درہم پر راضی کر لیا۔
امام علیہ السلام نے دو سو درہم ادا کر کے اسے خرید لیا اور اسی
روز راہِ خدا میں آزاد کر دیا۔ اسی طرح آپ نے کئی غلام دوسروں
سے خرید کر کے آزاد کئے۔ آپ کا غلام مہلب کہا کرتا تھا میں نے
امام حسن عسکری علیہ السلام جیسا مہربان آقا کسی کو نہ پایا۔ وہ
غلاموں اور کنیزوں پر ایسی شفقت فرماتے ہیں جیسے ایک
مہربان باپ اپنی اولاد پر۔

(۱۵) ائمہ علیہم السلام کی قناعت

حدیث میں ہے کہ جس نے طمع کی وہ ذلیل ہوا اور جس نے
قناعت کی وہ شکم سیر ہوا۔ حریص کے لئے اگر تمام دنیا بھی سونا
ہو جائے تو اس کی نیت بھر نہیں سکتی۔ اور قانع آدمی قوتِ لایموت
سے تسکین حاصل کر لیتا ہے۔ دنیا میں جتنے فتنہ و فساد پیدا ہوتے ہیں
ان میں اکثر حرص و طمع کی بنا پر ہوتے ہیں۔ اگر اسلامی تعلیم
کے مطابق ہر مسلمان قناعت پسند ہو جائے تو تمدن و معاشرت کی
ایسی اصلاح ہو کہ یہ دنیا جسے جہنم کہا جاتا ہے۔ بہشت کا ٹکڑا
بن جائے۔ ہمارے ائمہ کی سیرتوں کا غائرانہ معالعہ کرو۔ حرص
اور طمع کو اس سے کوئی لگاؤ ہی نہ ہو گا۔ سرمایہ داری اور

Presented by www.ziaraat.com

ذخیرہ اندوزی انسان کو بسا اوقات سنگدلی اور شقاوت قلبی کی طرف کھینچ لے جاتی ہے۔ سرمایہ دار رفتہ رفتہ حریص سے حریص تر بنتا چلا جاتا ہے۔ ہمارے ائمہ نے اس مذموم چیز کو کبھی اپنے قریب آنے ہی نہ دیا۔ وہ ہمیشہ قناعت پسند رہے۔ ذیل کے واقعات سے کسی قدر اس کا اندازہ ہو سکے گا۔

حضرت علی علیہ السلام کی قناعت

عیش پرست دنیا اپنی زندگی کی ضروریات کو اتنا بڑھا لیتی ہے کہ قطرہ سمندر بن جاتا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے اس کے برخلاف ضروریاتِ زندگی کو اتنا سمیٹا تھا کہ سمندر کھنچ کر کوزہ میں آگیا تھا ہر سامانِ زندگی اتنا مختصر تھا جس سے کم ہو ہی نہیں سکتا۔ ہر وقت جو مل گیا اسی پر قناعت کی اور خدا کا شکر ادا کیا۔ کبھی ذخیرہ کرنے کی خواہش دل میں پیدا ہی نہ ہوئی۔ کبھی ضرورت سے زیادہ چیز گھر میں رکھی ہی نہیں۔ کل کیا ہوگا اس کی فکر ہی نہ تھی۔ آج کیا ہو رہا ہے، اس کا غم ہی نہ تھا۔ جس زمانہ میں بیت المال کے مالک تھے تمام اسلامی خزانہ ہاتھ میں تھا۔ اس وقت بھی علی کا وہی حال تھا جو اس سے پہلے تھا۔ وہ جو کی سوکھی روٹی نمک کے پانی میں چوری ہوئی غذا تھی وہی پیوند دار لباس بدن کی زینت وہی اللہ کی بچھائی ہوئی زمین علی کا فرش۔ وہی ٹوٹا ہوا بوریا علی کی مسند۔

بیت المال سے جو حصہ رسد ملا۔ وہ خدا کی محتاج مخلوق کو تقسیم کیا اور بیٹھ رہے۔ اللہ پر بھروسہ تھا۔ نفس پر قابو۔ قوت لایموت کی فکر تھی۔ اور رضائے الٰہی کی جستجو۔ زندگی گذارنے کے لئے جو کم سے کم سامان انسانی تصور میں آسکتا ہے وہ علیؑ کے لئے بہت کافی تھا۔ دو دو وقت فاقے سے رہے دستِ سوال کسی کے سامنے دراز نہ کیا۔ محنت و مشقت سے روزی حاصل کی۔ تو کبھی خدا سے شکایت نہ کی جس حال میں خدا نے رکھا خوش۔ آپ سے زیادہ دوسروں کی فکر۔ کد یہ ہے کہ کوئی بھوکا نہ سوئے۔ چاہے خود فاقہ پر فاقہ کرلیں۔

حضرت امام حسن علیہ السلام کی قناعت

ایک بار کسی سائل نے امام حسن علیہ السلام سے ایک ہزار درہم کا سوال کیا آپ نے اپنے غلام سے فرمایا بتا تیری تحویل میں کیا ہے اس نے کہا ایک ہزار درہم سے زیادہ نہیں فرمایا وہ اس سائل کو دے دے اس نے عرض کی اس کے بعد کیا ہوگا۔ گھر میں خورد و نوش کا کوئی سامان نہیں۔ اس میں سے تھوڑا روک لیجئے۔ فرمایا کیوں روک لوں۔ کیا میرا خالق و رازق کل موجود نہ ہوگا۔ اور وہ خرمے تقسیم ہو گئے جو باغ سے آئے تھے اس نے کہا ایک مٹھی

Presented by www.ziaraat.com

ایسے خرمے باقی ہیں جن کو کسی نے لینا پسند نہیں کیا فرمایا پیٹ بھرنے کے لیے وہی کافی ہیں۔ سائل کی حاجت روائی ہم اہلبیت کے لیے سب سے مقدم ہوتی ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی قناعت

امام حسین علیہ السلام بھی حد درجہ قناعت پسند تھے۔ ایک روز ابو درداء آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک جھولی میں خرمے لے کر آئے عرض کی یا ابن رسول اللہ یہ میرے باغ کی بہترین خرمے ہیں میں بطور تحفہ آپ کی خدمت میں لایا ہوں۔ ان کو محفوظ رکھیے اور چند روز ان کو تناول فرمایئے آپ یہ سن کر مسکرائے اور فرمایا اے ابو درداء کبھی کسی چیز کا ذخیرہ کرتے تم نے ہمیں دیکھا ہے۔ جو خداوند عالم اپنے فضل و کرم سے ہر روز ہم کو دیتا ہے ہم اسی پر قناعت کرتے ہیں اور کسی چیز کو ذخیرہ کر کے نہیں رکھتے۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ کچھ اصحاب رسول اور ملنے کو آگئے۔ آپ نے وہ سب خرمے ان پر تقسیم کر دئے۔ یہ تحفہ ابو درداء نے مجھ کو دیا تھا میں اپنی طرف سے آپ کو دیتا ہوں۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی قناعت

منہال کوفی کہتے ہیں میں ایک بار امام زین العابدین علیہ ال[illegible]
کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو ایک نہایت بوسیدہ چاد[illegible]
اوڑھے ہوئے دیکھا چند روز قبل میں نے ایک نئی چادر خرید[illegible]
تھی اور ابھی تک اس کو استعمال نہیں کیا تھا۔ وہ نئی چادر میں [illegible]
خدمت امام میں بطور تحفہ پیش کی آپ نے فرمایا اے منہال یہ کسی [illegible]
مستحق کو دے دو۔ میری موجودہ چادر میرے لیے کافی ہے۔ [illegible]
اہلبیت زیب و زینت کے شائق نہیں جو چیز ہمیں سردی و گر[illegible]
سے بچاتی ہے وہ ہمارے لیے کافی ہے۔ ابھی میری یہ چاد[illegible]
[illegible] نہیں ہوئی کہ تمہاری چادر لے کر دوسروں کی [illegible]
کا خیال دل سے نکال دوں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی قناعت

ہشام کو امام محمد باقر علیہ السلام سے قلبی عداوت تھی اس کو [illegible]
یہ کھٹکا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی وقت حضرت محبان علی علیہ السلام [illegible]
جمع کر کے [illegible]س پر خروج کریں۔ وہ چاہتا تھا کہ کسی تدبیر سے [illegible]
حضرت کو مدینہ سے جدا کر دے اور دمشق میں اپنی حراست میں [illegible]
رکھے ایک بار اس نے حضرت کے پاس پیغام بھیجا کہ میں نے سُن[illegible]

Presented by www.ziaraat.com

ہے آپ وہاں بڑی عسرت کی زندگی بسر کر رہے ہیں آپ دمشق
چلے آیئے۔ یہاں میں آپ کو شاندار مکان رہنے کو دوں گا اور
آپ کا ایسا وظیفہ مقرر کر دوں گا کہ آپ کی زندگی راحت و
آرام سے گزرے فی الحال ایک ہزار اشرفیاں بطور تحفہ روانہ
کرتا ہوں۔ جب امام علیہ السلام سے ہشام کے پیامبر دل نے
ہشام کی خواہش کا اظہار اور وہ اشرفیوں کی تھیلی آپ کے
سامنے رکھی تو آپ کا چہرۂ مبارک غصہ سے متغیر ہوگیا اور فرمایا
میں نے کب اپنی عسرت و تنگدستی کا اظہار ہشام یا اس کے ارکان
سلطنت پر کیا ہے۔ بخدا میرے لئے یہ فرسودہ حصیر اور پھٹی
پرانی عبا ہشام کی سلطنت سے کہیں بہتر ہے۔ ہم کو مال دنیا کی
حاجت نہیں۔ ہم کو عیش و آرام کی تمنا نہیں۔ یہ اشرفیاں
واپس لے جاؤ اور اس سے کہدینا میں جہاں اور جس حال میں
ہوں۔ میرے لئے یہی بہتر ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی قناعت

ایک مرتبہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے وکیل معتب
سے فرمایا مدینہ میں غلہ روز بروز گراں ہوتا جارہا ہے۔ ہمارے
یہاں بھلا کتنا غلہ ہوگا۔ اس نے عرض کی ہمیں قحط کا خوف نہیں
ہمارے پاس کافی غلہ ہے۔ فرمایا اس کو فروخت کر ڈالو۔

اس نے کہا اس وقت بیچنا مصلحت نہیں۔ پھر ملنا دشوار ہو جائیگا
فرمایا کچھ پرواہ نہیں جو حال اوروں کا ہوگا وہی اپنا ہوگا۔
جب سارا غلہ فروخت ہوگیا تو آپ نے فرمایا اب ہر روز اوروں
کی طرح تم بھی خرید کیا کرو۔ اور نصف گندم اور نصف جو ملا کر
روٹی پکایا کرو۔ اگرچہ گیہوں اتنا ہے کہ کافی ہو سکتا ہے۔ مگر
دوسروں کی ہمدردی یہی ہے کہ ان کے ساتھ خود بھی تکلیف
اٹھائی جائے۔ چند روز بعد گرانی اور زیادہ ہوگئی۔ آپ نے وہ
سب روپیہ فقرا و مساکین کو تقسیم کر دیا۔ اب نوبت یہ ہوئی کہ
فاقے ہونے لگے۔ معتب کہتا ہے میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ
آپ غلہ نہ فروخت کرتے تو یہ مصیبت نہ آتی۔ فرمایا اے معتب ہم
کو دوسروں کی تکلیف کا احساس پھر کیسے ہوتا۔ اے معتب ہم ہر حالت
پر قناعت اور ہر مصیبت پر شکر کرنے والے ہیں۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی قناعت

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام جب ہارون عباسی کی قید میں تھے
تو جو کھانا آپ کے لئے آتا تھا اس کا زیادہ حصہ واپس جاتا تھا
اور آپ بہت ہی قلیل غذا تناول فرماتے تھے ایک مرتبہ محافظ
زندان نے یہ سمجھتے ہوئے کہ آپ کو یہ غذا پسند نہیں آتی۔ آپ
کے لئے چند لذیذ غذائیں اپنے گھر تیار کرائیں اور اپنے ساتھ لے کر آیا

Presented by www.ziaraat.com

جب امام علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے اس کے کھانے سے انکار فرما دیا۔ اس نے وجہ پوچھی آپ نے فرمایا لذیذ غذائیں پسند نہیں کرتے۔ جو غذا ہمارے خاندان نے ہمیشہ کھائی ہے وہی ہم کو مرغوب ہے۔ ہم روکھی سوکھی غذا پر قناعت کرنے والے اور اس پر خدا کا شکر ادا کرنے والے ہیں۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کی قناعت

سلیمان بن جعفر کہتے ہیں کہ ایک روز جو میں امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ایک پرانے حصیر پر تشریف فرما تھے۔ میں نے عرض کی حضور ولی عہد سلطنت ہیں مگر ولی عہدی کے شایانِ شان میں کوئی سامان نہیں دیکھتا۔ آپ نے فرمایا ایک ایسے بندے کے لئے موت جس کی گھات میں ہو تمہارے نزدیک کیا سامان ہونا چاہیے۔ میں نے عرض کی حضور کچھ تو ہو فرمایا اے سلیمان تم اس سامان کو دیکھنا چاہتے ہو جسے دنیا والے پسند کرتے ہیں۔ اور میں اس سامان کو دیکھتا ہوں جسے خدا پسند کرتا ہے۔ میری ضرورت کے لئے ہر سامان موجود ہے۔ دیکھو یہ کاسہ پانی پینے کا ہے۔ یہ حصیر آرام کرنے کا ہے۔ یہ چادر اوڑھنے کے لئے ہے۔ یہ ظرف سرکہ رکھنے کے لئے ہے۔ بتاؤ اور کیا چاہیے۔ کیا میری ضرورتیں ان چیزوں سے پوری نہیں

ہوتیں۔ میں نے عرض کی حضور بجا فرماتے ہیں۔ فرمایا بس تو یہ ہمارے لئے کافی ہے اس سے زیادہ کی ہمیں ضرورت نہیں۔ اے سلیمان میں یہاں سلطنت کرنے نہیں آیا بلکہ حقوق الناس کی حفاظت کے لئے میں نے اس عہدہ کو قبول کیا ہے۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی قناعت

امام محمد تقی علیہ السلام بہت ہی سیدھی سادی زندگی بسر کرتے تھے۔ آپ کا لباس بہت معمولی کپڑے کا ہوتا تھا ایک دن کسی نے عرض کی آپ بادشاہ کی برابر تخت پر بیٹھتے ہیں اس قدر سادہ لباس پہننا آپ کو زیب نہیں دیتا۔ فرمایا اگر میری قدر لباس کی بدولت ہوتی تو مجھے قیمتی لباس پہننا زیبا تھا لیکن جب ایسا نہیں تو میں سادگی کو کیوں ترک کروں میرا موجودہ لباس ستر پوش بھی ہے اور راحت بخش بھی۔ پھر اس کو ترک کرکے زینت کے لئے دوسرا لباس کیوں اختیار کروں۔ ہم اہلبیت کو جو میسر آتا ہے اس پر قناعت کرتے ہیں اور حرص کو اپنے قریب نہیں آنے دیتے۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی قناعت

ایک بار بادشاہ کے سامنے کسی نے امام علی نقی علیہ السلام

Presented by www.ziaraat.com

کے زہد وورع اور توکل و قناعت کی بڑی تعریف کی اس نے کہا جب اللہ نے ان کو سامان راحت و آسائش دیا ہی نہیں تو قناعت نہ کریں تو کیا کریں۔ اس نے کہا ایسا نہیں ہے۔ وہ زیب و زینت اور راحت و آرام کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے۔ بادشاہ نے کہا اچھا میں ان کا امتحان لوں گا۔ ایک روز اس نے طرح طرح کے بیش قیمت لباس اور ایک خوان اشرفیوں سے بھرا ہوا اور آرائشی سامان حضرت کی خدمت میں بھیجا اور غلام سے کہہ دیا کہ امام علی نقی ؑ سے کہنا کہ بادشاہ نے تحفہ بھیجا ہے اور یہ کہا ہے کہ میری دلی خواہش ہے کہ آپ ان چیزوں کو استعمال کریں۔ غلام نے وہ سب تحفے امام کے سامنے رکھے آپ نے فرمایا جو چیزیں ہماری ضرورت سے بالاتر ہیں ان کو لے کر کیا کیا جائے۔ غلام نے اصرار کیا آپ نے ایک گوشہ کی طرف اشارہ کیا کہ وہاں رکھ دو۔ غلام رکھ کر چلا گیا۔ بادشاہ نے جاسوس لگائے کہ استعمال کر رہے ہیں یا نہیں۔ ہر روز یہی رپورٹ پیش ہوتی تھی کہ جوں کا توں رکھا ہوا ہے۔ دو ماہ گذرنے کے بعد بادشاہ آیا اور اس سامان کو دیکھا۔ غلام سے پوچھا اس میں سے کوئی شے کم تو نظر نہیں آتی۔ اس نے کہا کم کا کیا ذکر ہے جس طرح دو ماہ قبل میں نے جو چیز جہاں رکھی تھی آج بھی ویسے ہی رکھی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام نے چھوئی تک نہیں۔ بادشاہ حیرت میں رہ گیا اور حکم دیا کہ یہ سب سامان واپس لے جاؤ۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی قناعت

امام حسن عسکری علیہ السلام کی قناعت پسندی کا یہ حال تھا کہ آپ کا غلام کہتا ہے حضرت نے کبھی کسی چیز کی کوئی فرمائش مجھ سے نہ کی جو چیز باسانی فراہم ہو جاتی تھی اسی پر قناعت کر لیتے تھے۔

ہم نے ائمہ اہلبیت علیہم السلام کے اخلاق کے متعلق یہ چند واقعات مختصر طور پر لکھ دئے ہیں ورنہ اگر ایک ایک فضیلت کو تفصیلاً بیان کیا جاتا تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جاتی۔ افسوس ہے کہ ناقدری دنیا نے ان مقدس ہستیوں کی قدر نہ کی اور ان کی پاک زندگیوں سے کوئی سبق حاصل نہ کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ دنیا پرست ابنائے روزگار جو حرص و آز اور خود مطلبی اور خود غرضی کے جال میں پھنسے ہوئے تھے ان کے پاس کوئی معیار ایسا نہ تھا جس سے وہ کھرے کھوٹے اور اصلی اور نقلی کی جانچ کر سکتے۔ انہی فضائل نفسانی سے ملتے جلتے وہ رذائل بھی ہیں جو مشبہ فضائل کہلاتے ہیں۔ عام نگاہیں اصلی اور نقلی موتیوں میں تمیز نہیں کر سکتیں۔ انھوں نے ایسے لوگوں کو اپنا اخلاقی اور روحانی رہنما سمجھا جن کو حقیقی فضائل نفسانی سے دور کا تعلق بھی نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت رسول خدا ﷺ کے جانشین ایسے ایسے لوگ مان لئے گئے جو اخلاق

Presented by www.ziaraat.com

میں پست درجہ تھے۔ مگر دولت کی پالش نے ان کے عیوب لوگوں کی نگاہوں میں محاسن بنا دئے تھے۔

جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں ہر فضیلت اپنا ایک وسطی خط رکھتی ہے اس سے بال برابر اوپر نیچے ہو جانا فضیلت کو خاک میں ملا دیتا ہے اور اس سے ملتی جلتی ایک رذیلت پیدا ہو جاتی ہے۔ بڑے بڑے ارباب سلوک و رشاد، مقدس صوفیائے کرام قابل احترام اولیاء اللہ جو قطب و ابدال اور خدا جانے کیا کیا سمجھے جاتے ہیں ان کے اخلاق وعادات کا تقابل اگر ائمہ اہلبیت کے اخلاق سے کیا جائے تو زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ان سب کے ہادی طریقت اور مرشد کامل امیر المومنین علیہ السلام قرار نہ پاتے۔ ہم نام لے کر ان ذوات کو رسوا کرنا نہیں چاہتے جن کے دامنوں سے سواد اعظم کی عقیدت وابستہ ہے صرف اجمالاً اتنا کہتے ہیں کہ اسلام کی یہ انتہائی بدنصیبی تھی کہ مسلمانوں میں کھرے کھوٹے کی تمیز باقی نہ رہی اور لوگوں نے ہیروں کے مقابل خزف ریزے رکھ کر اپنی عقیدت کے ماتھے پر کلنگ کا ٹیکہ لگا لیا۔ وہ ظالم تھے۔ عادل بنائے گئے جو جاہل تھے وہ حکیم سمجھے گئے جو بدکار تھے وہ نکوکار کہے گئے جو انتہائی کج خلق اور بدسرشت تھے ان کو اعلیٰ اخلاقی معیار پر فائز سمجھا گیا۔

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں ؎ جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

بہرحال خدا کی حجت تمام ہو گئی۔ رسولؐ کی محنت ٹھکانے لگ گئی۔ کہ ہر زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کا ایک بہترین نمونہ ابنائے روزگار کے سامنے آتا رہا۔ اگر قدر نہ کی تو اس کا عذاب ان کی گردن پر رہا۔

اس کے ساتھ اس تلخ حقیقت کا اظہار بھی ضروری ہے کہ اہلبیت علیہم السلام کے اخلاق سے اگر دشمنوں نے فائدہ نہ اٹھایا تو دوستوں نے بھی جیسا کہ چاہیے فیض حاصل نہ کیا۔ دشمنوں نے تو اخلاق ائمہ کو نہ توجہ کے کانوں سے سنا نہ قدر کی نگاہوں سے دیکھا۔ رہے دوست ان کا حال اب یہ ہے کہ اخلاق ائمہ کو سنتے بہت توجہ سے ہیں بے حد مسرور بھی ہوتے ہیں۔ قدر دان بھی ہیں لیکن عمل سے کوسوں دور ہیں۔ یعنی ان کا کام صرف اتنا ہے کہ ائمہ کے اخلاقی فضائل سن کر نعرۂ درود وصلوٰۃ بلند کریں۔ دشمنوں کے مقابل فخر کریں اور بس۔ اس راہ میں ہمارا عملی قدم اس حد تک شکست ہے کہ اس کے بیان کرنے سے شرم آتی ہے۔ ہم اپنے مقام پر گویا یہ طے کئے بیٹھے ہیں کہ جو کچھ کرنا تھا ہمارے ائمہ کر گئے ہم سے عملاً اس کا کوئی تعلق نہیں ہم صرف سن کر خوش ہونے والوں میں سے ہیں نہ کہ ان کے سے اخلاق عملاً دکھانے والوں میں سے۔

ایک زمانہ ایسا بھی تھا اور صدیوں رہا جبکہ ہمارے اخلاق و

Presented by www.ziaraat.com

عادات ایک بڑی حد تک قابلِ فخر تھے اور ان میں اخلاقِ ائمہ کا رنگ جھلکتا تھا لیکن اب تو ہماری اخلاقی حالت اس قدر پست ہو گئی ہے کہ خدا کی پناہ۔ اگرچہ خدا کا یہ فضل و کرم اب بھی ہے کہ ہم عام مسلمانوں سے اخلاقاً ہزارہا درجہ بہتر ہیں لیکن اپنے ائمہ کے اخلاق سے خوگیری روز بروز کم ہوتی جاتی ہے خدا نہ کرے کہ کوئی دن ایسا آئے کہ ہمارے اخلاق بھی دوسرے مسلمانوں کی طرح بن جائیں۔

وہ اخلاقی رذائل جن سے ہمارے ائمہ کو انتہائی تنفر تھا ان کی نشو و نما پوری قوت کے ساتھ ہمارے اندر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ جس سے ہمارا پیکرِ انسانیت مسخ ہوتا چلا جا رہا ہے۔

اگر ہم کو محبتِ اہلبیت کا دعویٰ ہے تو ہمارا اولین فریضہ یہ ہے کہ اخلاقی رذیلوں سے اپنے کو دور رکھیں۔ جھوٹ غیبت، حسد، بغض، کینہ، ریاکاری، فریب، حق ناشناسی فرائضِ مذہبی سے غفلت، مالِ حرام کی طرف توجہ، امورِ خیر سے غفلت وغیرہ وغیرہ بہت سی باتیں ہیں جو ہم میں جگہ پکڑ چکی ہیں اور سب سے بڑا افسوس یہ ہے کہ ہمارا احساس اس درجہ مفلوج ہو گیا ہے کہ ان برائیوں کی بیخ کنی کی کوشش نہیں کرتے بلکہ ہم ان کو کوئی قابلِ علاج بیماری ہی نہیں

جانتے آپ غور کریں ہماری یہ حالت کس درجہ افسوسناک ہے یہی چیز بڑھ کر ضلالت و گمراہی کا باعث ہو جاتی ہے۔

کیا ہمارے ائمہ جو ہمارے ہر حال کے نگراں ہیں۔ ہماری اس حالت سے خوش ہوتے ہوں گے۔ ہرگز نہیں۔ ہمارا یہ طریقۂ زندگی ان کے دوستوں کا سا نہیں بلکہ دشمنوں کا سا ہے۔ یاد رکھئے دنیا دار العمل ہے۔ مزرعۂ آخرت ہے یہاں صرف کہنے سے کام نہیں چلتا بلکہ عمل سے کام چلتا ہے۔

جب تک ہم اپنے سے اخلاقی پستی کو دور نہ کریں گے۔ ہم اپنے ائمہ کی تاسّی سے دور رہیں گے۔

تمت بالخیر

Presented by www.ziaraat.com